

پروانۂ شمعِ رسالت

غازی ملک ممتاز حسین قادری



ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

پروانۂ شمعِ رسالت

(غازی ملک ممتاز حسین قادری کی ایمان پرور داستان)

قانونِ ناموسِ رسالت پر ہونے والے اعتراضات کے مدلل جواب

ابوحمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

واحد تقسیم کار

علم و عرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40- اُردو بازار، لاہور۔

فون: 37352332'37232336 فیکس: 37223584

www.ilmoirfanpublishers.com

E-mail: ilmoirfanpublishers@hotmail.com

نام کتاب .... پروانۂ شمعِ رسالت

اہتمام .... محمد متین خالد

ناشر .... رائے نواز کھرل

مطبع .... زاہدہ نوید پرنٹرز، لاہور

سن اشاعت .... اپریل 2011ء

قیمت .... =/300 روپے

......ملنے کا پتہ......

انتساب

ناموسِ رسالت کے اُجلے موضوع پر عشقِ رسول میں
ڈوب کر انتہائی جرأت کے ساتھ دلوں میں اتر جانے والی
خوبصورت گفتگو کرنے والے خوبصورت انسان
اُجلے من' بھیگے دل اور نفیس رویوں والے
صاحبِ جمال' صاحبِ کمال
معروف اینکر' دانشور اور خطیب

عزت مآب ڈاکٹر عامر لیاقت حسین

اور

حرمتِ لفظ کے امین' مقبول اور محبوب کالم نویس

حافظ شفیق الرحمٰن

کے نام

(مفتی ظفر جبار چشتی)

الٰہی پُراثر میری دُعا کر
بجاہِ مصطفیٰ خیر الوریٰ کر
خداوندا دعا میری یہی ہے
میرے ممتاز غازی کو رہا کر
(آمین)

مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

فہرست

ناموسِ رسالت ﷺ

ہے شاہد آج بھی تاریخ اس زندہ حقیقت پر
کہ آنچ آنے نہیں دیتے غلام آقا ﷺ کی عزت پر
ہوا ہرزہ سرا جب بھی کوئی شانِ رسالت میں
گیا بچ کر نہ زندہ پھر وہ اپنی اس جسارت پر
دکھاتا۔ ہے کوئی جانباز رہ اس کو جہنم کی
جھپٹتا ہے کوئی دیوانہ اُس ابلیس فطرت پر
دیے ہر دور میں عشاق نے جانوں کے نذرانے
کیا سب کچھ تصدق اپنا ناموسِ رسالت پر
اگرچہ راستہ روکا کئے دارو رسن اُن کا
مگر چلتے رہے اہلِ وفا، راہِ عزیمت پر
کبھی زنجیر سے اُلجھے، کبھی شمشیر سے کھیلے
ہے ناز اسلام کو اُن جاں نثارانِ نبوت پر
کٹا دیتے ہیں سر اپنے، لُٹا دیتے ہیں گھر اپنے
خدا رحمت کرے ان عاشقانِ پاک طینت پر
ہے شرط اوّل ایمان محبت سرورِ دیں ﷺ کی
تحفظ فرض ہے ناموسِ پیغمبر ﷺ کا امت پر

ضیا محمد ضیا (پسرور، ضلع سیالکوٹ)

محبت اور مذمت

شہِ والا کرم ہو آپ ﷺ کی اُمت سنور جائے
جہالت اور عصیاں کا چڑھا دریا اُتر جائے

یہ دیوانے کی خواہش ہے لٹا کے جان آقا ﷺ پر
جبینِ وقت پر اک داستاں تحریر کر جائے

عدوئے مصطفیٰ ﷺ جب سامنے آئیں تو لازم ہے
تیری نفرت کا نیزہ ان کے سینوں میں اُتر جائے

کوئی گستاخ گر کعبے کے پردوں میں بھی چھپ جائے
اُسے اس وقت تک مت چھوڑنا جب تک نہ مر جائے

الٰہی منتظر ہوں نجد میں وہ زلزلہ آئے
نبی ﷺ کا ہر عدو جس سے فنا ہو کر بکھر جائے

غلامانِ محمد ﷺ کے لئے تو جان بھی حاضر
مگر دشمن رسولِ حق کا مرتا ہے تو مر جائے

جو گستاخِ نبی ہیں اُن کی سرکوبی بھی لازم ہے
مٹا دو اُن کو چاہے اس کی خاطر اپنا سر جائے

زنیم اور بد زباں تیری نشانی ہے تو پڑھ لینا
اے شاتم تیری سورۃ القلم پر گر نظر جائے

حیاتِ جاودانی اس کے قدموں سے لپٹی ہے
جو ناموسِ رسالت کے لئے جاں سے گزر جائے

یہی معراجِ ایماں ہے یہی مقصود مومن سے
رسول اللہ ﷺ کی الفت میں جاتا ہے تو سر جائے

(کنزالایمان جون 2007)

عرضِ مؤلف

(پہلی بات)

حضور پُرنور، شافعِ یوم النشور، فخرِ دو جہاں، نبی آخر الزماں، سید المرسلین، خاتم النبین، احمد مجتبیٰ، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکات ابتداء سے ہی مومن نگاہوں کا مرکز ہے...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فکر وتصور اہلِ عشق کی نماز ہے...... دُرود وسلام کا ملکوتی وظیفہ افضل ترین عبادت ہے...... رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے الفت وارادت ہی مغزِ قرآن، روحِ ایمان اور جانِ دیں ہے...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل، شمائل، اور خصائل سے وابستگی ملت اسلامیہ کا سب سے بڑا اثاثہ ہے...... ہر سچے مسلمان کا دل آپ ﷺ کی عقیدت ومحبت کا مسکن ہے...... محسنِ انسانیت، رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ لا محدود محبت اور غیر مشروط وفاداری ہی کا نتیجہ ہے کہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کا ارتکاب کرنے والے شاتمانِ رسول کی ہلاکت و بربادی کا اہتمام عاشقانِ رسول نے ابتدا سے ہی روا رکھا ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اس باب میں لاتعداد روشن حوالے اور ایمان پرور نمونے چھوڑے ہیں۔ بلاشبہ مسلمانوں نے جس جذبۂ ایمانی کے ساتھ رسولِ صادق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حرمت وناموس کا تحفظ کیا، اس کی نظیر دنیا کی کوئی اور قوم پیش نہیں کر سکتی۔ اقوامِ عالم کے سامنے ملتِ اسلامیہ بجا طور پر فخر کر سکتی ہے کہ اس نے اپنے آقا ومولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ ناز میں ہمیشہ دو طرح سے نعتیہ نذرانے پیش کئے۔ نوکِ قلم سے بھی اور تلوار کی نوک کے ساتھ بھی...... مختلف ادوار میں جس طرح نوجوانانِ ملت اسلامیہ تحفظ ناموس رسالت کے لئے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرتے رہے وہ بے مثال بھی ہے اور لازوال بھی...... کلمہ گو مائیں اپنے بیٹوں کو پھولوں

کے ہار پہنا کر سوئے مقتل روانہ کرتی رہیں...... عفت مآب بہنوں نے اپنے بھائی اس مقدس جذبے پر وار دیئے...... یہ ولولہ، یہ جذبہ، یہ سعادت اس قوم کے مقدر میں کیوں نہ لکھی جاتی، ملت اسلامیہ کا تو خمیر ہی طیبہ کی مٹی میں گوندھا گیا ہے۔ لہٰذا جب بھی کوئی ایسا مرحلہ آتا ہے تو دیوانگانِ عشق بے خطر آتش نمرود میں کود پڑتے ہیں۔ تحفظ ناموس رسالت ہر صاحب ایمان کے دل کی آواز ہے اور اس کی عقیدت کا اعزاز ہے۔ ہر مسلمان اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت و ناموس پر فدا ہونا ایمان کی بنیاد سمجھتا ہے۔ مسلمان کے نزدیک نعلینِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نوک تاجِ شاہی سے زیادہ معظم اور محترم ہے۔ ان کے ہاں آپ ﷺ کا نقشِ کفِ پا سجدہ گاہِ عشق ہے۔ اہلِ اسلام کہکشاں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں کی دھول سمجھتے ہیں۔ اربابِ عشق کلی کی چٹک کو تبسم رسول کا صدقہ سمجھتے ہیں۔ صاحبانِ نظر کے عقیدے میں آبِ حیات آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تلووں کا دھوون ہے۔ خلعت شاہی آپ کے لباس کی اُترن ہے...... دیارِ حبیب کے کوچے جنت کے باغیچے ہیں۔

قارئین کرام! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گستاخوں کے ناپاک وجود سے دھرتی کو پاک کرنے والی پاکیزہ اور خوش نصیب ہستیوں کے قافلے میں تازہ اضافہ 4 جولائی 2011ء کو ہوا۔ جب پنجاب پولیس کی ایلیٹ فورس کے خوش بخت جوانِ رعنا ملک ممتاز حسین قادری نے قانون ناموس رسالت کو کالا قانون قرار دینے اور گستاخیِ رسول کا ارتکاب کرنے والی مسیحی خاتون آسیہ کی حمایت کرنے پر گورنر پنجاب کو گولیوں کی بوچھاڑ کر کے ہلاک کر دیا۔ گورنر پنجاب کی ہلاکت قانون ناموس رسالت پر عملدرآمد میں رکاوٹ ڈالنے کا نتیجہ ہے۔ سلمان تاثیر اپنے قتل کا خود ذمہ دار ہے کیونکہ اس نے گورنر ہوتے ہوئے بھی عدالتی فیصلے کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی اور توہین رسالت کی مرتکب ملزمہ کی حمایت پر اصرار کرتا رہا اور اُس سے جیل میں ملاقات کرنے کے بعد پریس کانفرنس کر کے اُسے صدر پاکستان سے معافی دلانے کا اعلان کیا۔ حالانکہ اُس ملزمہ کے خلاف ماتحت عدالت کے فیصلے پر ابھی ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں کارروائی

ہونا باقی تھی۔ اس کے باوجود سکھ خاتون سے مبینہ شادی کرنے والا سلمان تاثیر 17 کروڑ اسلامیانِ پاکستان کے جذبات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے بیانات میں قانون ناموس رسالت کو کالا قانون اور علماء کو جاہل قرار دیتا رہا......سلمان تاثیر نے قانون ناموس رسالت کو کالا قانون قرار دے کر اسلام اور پیغمبرِ اسلام سے بغاوت، آئین سے غداری اور اپنے آئینی حلف کی خلاف ورزی کی۔

ملک بھر کے دینی قائدین مطالبہ کرتے رہے کہ گورنر کے گمراہ کن اور اشتعال انگیز بیانات اور عدالتی فیصلوں کی خلاف ورزی کا نوٹس لیا جائے اور اُسے گورنر پنجاب کے عہدے سے ہٹایا جائے لیکن نشۂ اقتدار میں مست حکمرانوں نے دینی جماعتوں کے اس جائز مطالبے پر کان نہ دھرے بلکہ گورنر کے خلاف مقدمے کے اندراج کی کوشش کو ریاستی طاقت کے ذریعے ناکام بنادیا گیا۔ اس طرح صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا چلا گیا......دلوں کی بے قراری بڑھتی چلی گئی......روحوں کے اضطراب میں اضافہ ہوتا چلا گیا......غم وغصہ پھیلتا چلا گیا......اور بالآخر 4 جولائی 2011ء کو وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں پروانۂ شمع رسالت ملک ممتاز حسین قادری نے جذبۂ عشق رسول کی سرمست کیفیتوں اور سرشاریوں میں جھوم کر ایک ایسا اقدام کیا جس نے اُسے غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کا ہمسفر بنادیا......غازی ممتاز حسین نے اسلامیان پاکستان کی غفلتوں کا کفارہ ادا کر دیا......غازی ملک ممتاز حسین قادری نے غلامیٔ رسول کا حق ادا کر دیا......ملک ممتاز قادری نے دین کا مذاق اُڑانے والے لبرل اور سیکولر فاشسٹوں کو ''شٹ اپ'' کال دے دی......ملک ممتاز قادری نے ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخوں پر لرزہ طاری کر دیا......ملک ممتاز قادری نے قانون ناموس رسالت میں تبدیلی کی سازشوں کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند کر دیا......ناموس رسالت پر پہرہ دینے کی پاداش میں اڈیالہ جیل کی تنگ وتاریک کال کوٹھڑی کی تنہائیوں میں ''آبروئے ما زنام مصطفےٰ است'' کا ورد کرنے والا غازی ملک ممتاز حسین قادری آج ہر سچے اور غیرت مند مسلمان کے دل کی ایک ایک دھڑکن میں بستا ہے......ملک ممتاز قادری ملت اسلامیہ کے ماتھے کا

جھومر بن چکا ہے...... خواجۂ بطحاؐ کی حرمت پر کٹ مرنے کا جذبہ رکھنے والا ملک ممتاز قادری عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھوں کا تارہ بن چکا ہے۔ ملک ممتاز قادری بطلِ حریت ہے، رجلِ رشید ہے، دیدہ وَر ہے، راہ نوردِ شوق ہے، سفیرِ عشقِ رسول ہے، مسافر راہِ محبت ہے...... اجالوں کا نقیب ہے...... ملتِ محمدیہ کی آبرو ہے...... گلاب کی طرح مہکتے چہرے والا ملک ممتاز قادری عشقِ رسولؐ کا ایک عظیم حوالہ بن گیا ہے...... تاجدارِ مدینہ کے عاشقِ صادق ملک ممتاز حسین قادری نے فرزندانِ اسلام کو پیغام دیا ہے کہ مسلمانو! جب تک زندہ رہو اللہ کے پیارے حبیب کے کسی گستاخ کو زندہ نہ رہنے دو......

قارئین کرام! زیرِ نظر کتاب پیکرِ غیرت وحمیت غازی ملک ممتاز حسین قادری کے ایمان افروز تذکروں پر مبنی ہے۔ میں نے عہدِ حاضر کے غازی علم الدین کو پوری قوم کی طرف سے سلام عقیدت پیش کرنے کی غرض سے یہ کتاب ترتیب دی ہے۔ یہ کتاب عشق رسول کی سفیر ہے...... یہ کتاب عشقِ رسول کی ایک توانا صدا ہے...... یہ صدا جہاں بھی پہنچے گی وہاں وہاں معوّذ اور معاذ کی تاریخ دہرائی جائے گی اور ہر شمشیر بکف عاشقِ رسول پوچھے گا گستاخِ رسول کہاں ہے۔ کاش میں عشق ومحبت کی یہ ایمان پرور داستان روشنائی سے لکھنے کی بجائے خونِ جگر کے قطروں سے لکھ سکتا...... یہ کتاب ترتیب دیتے ہوئے میرے دل ودماغ کی کائنات مہک مہک سی گئی...... یہ بڑی ایمان پرور داستان ہے...... جس کا مطالعہ آپ کے ایمان کو بھی ایک نئی جلا بخشے گا...... ذرا پڑھیے تو سہی......

والسلام علیکم ورحمتہ اللہ

غبارِ راہِ حجاز

ابوحمزہ (مفتی) ظفر جبار چشتی

12-ربیع الاول 1432ھ

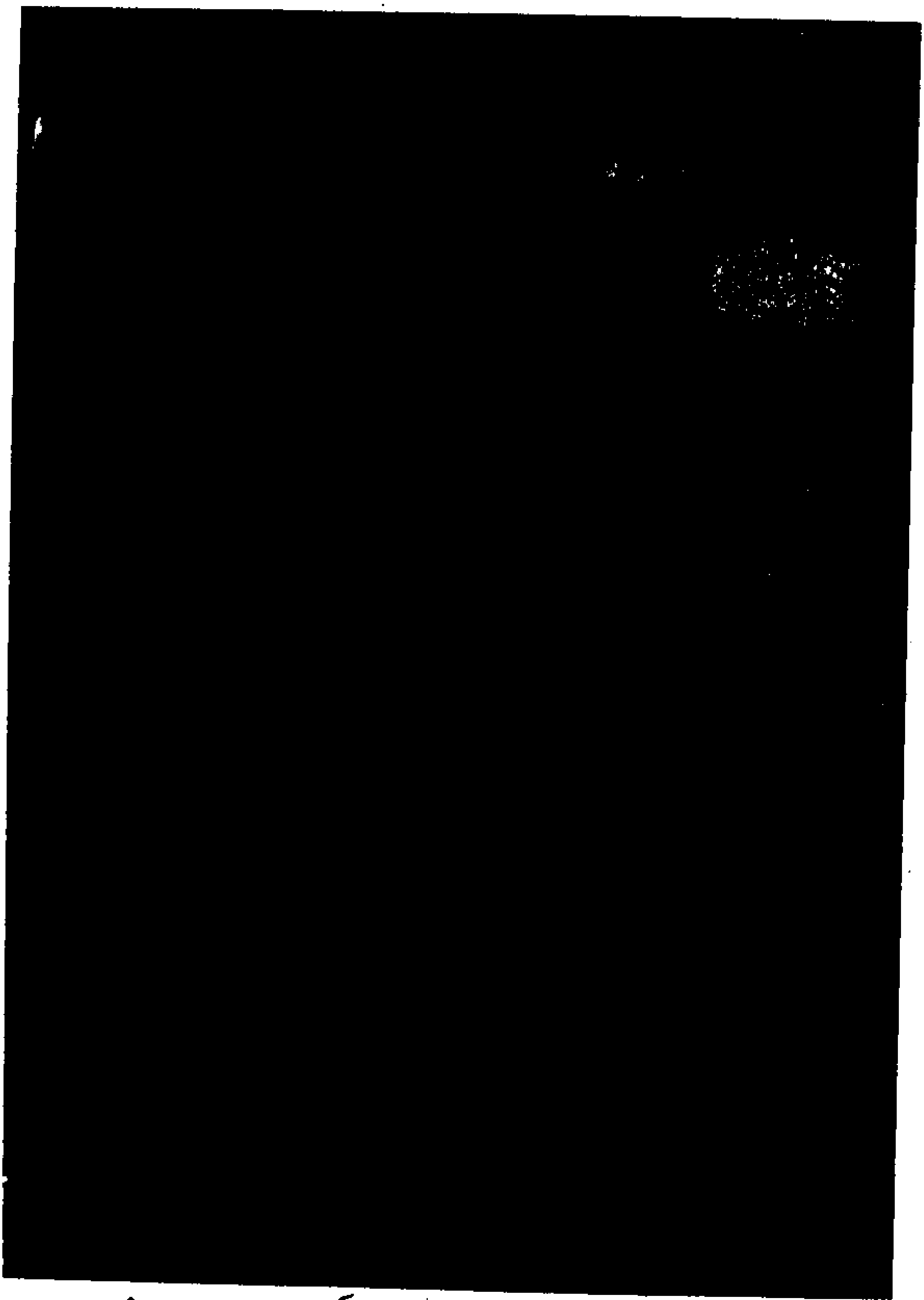
بمطابق 16 فروری 2011ء

بروزِ محشر میرے اس یقین کی لاج رکھ لینا
تمہارا ہوں، تمہارا ہوں، تمہارا یا رسول اللہ



عقل والوں کے مقدر میں کہاں ذوقِ جنوں
عشق والے ہیں جو ہر چیز لٹا دیتے ہیں

یادِ خیر البشر میں رہتا ہوں   خوشبوؤں کے نگر میں رہتا ہوں
عشقِ احمدؐ کا معجزہ دیکھو   میں خدا کی نظر میں رہتا ہوں



لوگو میرے افلاک پہ پہرے نہ بٹھاؤ   جذبہ کبھی پابندِ سلاسل نہیں ہوتا

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں





عظیم بیٹے کا خوش نصیب باپ



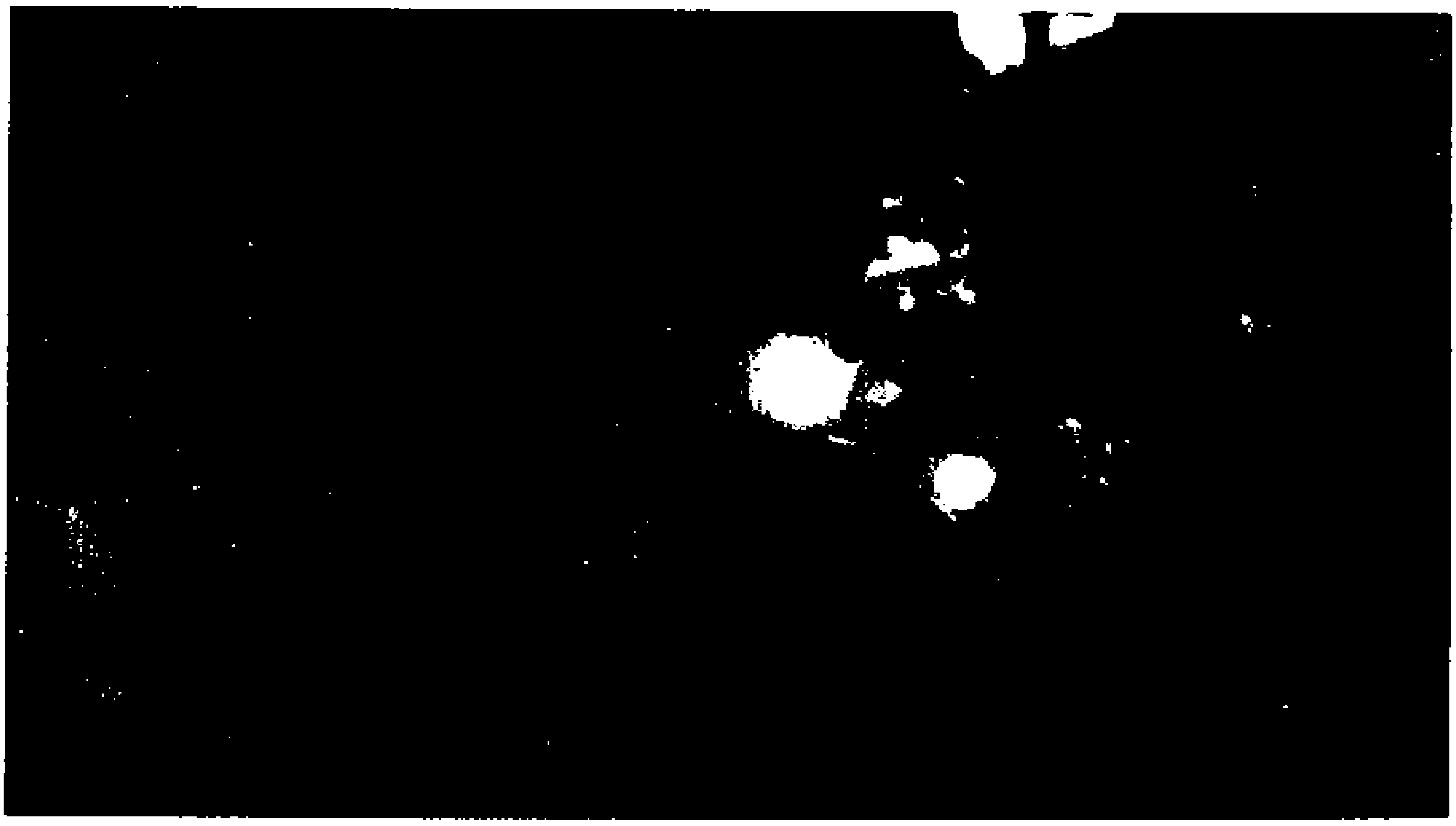
غازی ملک ممتاز حسین قادری کے والد گرامی ملک بشیر احمد



پیکر غیرت وحمیت غازی ملک ممتاز حسین قادری کی رہائش گاہ کا بیرونی منظر

آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است





ملک ممتاز حسین قادری عدالت کے باہر پرجوش نعرے لگا رہا ہے

غلامیٔ رسول میں موت بھی قبول ہے



جیلیں اور ہتھکڑیاں میرے جذبے سرد نہیں کر سکتیں

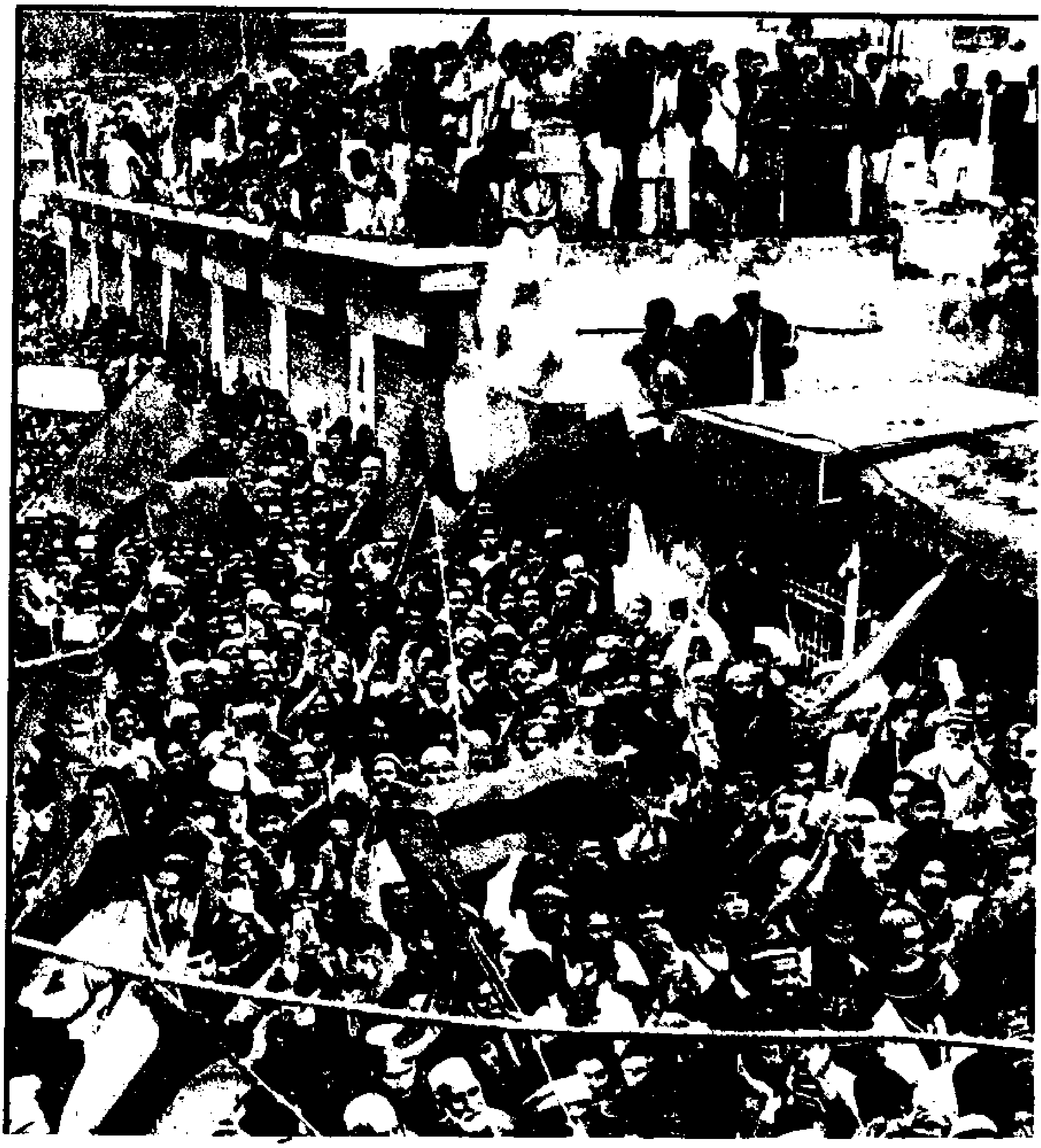


ملک ممتاز قادری کو بکتر بند گاڑی میں عدالت لایا جا رہا ہے
وکلاء پھولوں کی پتیاں نچھاور کر کے اظہار عقیدت کر رہے ہیں

اے عاشقِ رسول! ہم تمہارے ساتھ ہیں

غازی تیرے جانثار...... بے شمار بے شمار

ہم سب دیوانے ، غازی کے



راولپنڈی میں ملک ممتاز قادری کے گھر کے باہر عاشقانِ رسول کا جم غفیر

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں



ملک ممتاز حسین قادری کے حق میں عوامی مظاہرے



ملک ممتاز حسین قادری کون ہے؟

خاندانی پس منظر اور حالاتِ زندگی پر ایک نظر

آمنہ مسجد، ٹرانسفارمر چوک صادق آباد میں سلمان تاثیر کے قتل کے بعد ہونے والے جمعہ کے اجتماع میں قاری محمد حنیف قریشی کی طرف سے جب یہ کہا گیا کہ "کون کون ملک ممتاز قادری کے والد گرامی کو سلام کرنے جائے گا، تو لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا جلوس اُن کے ساتھ ملک ممتاز حسین قادری کے گھر کی طرف چل پڑا، جن لوگوں نے وہ منظر دیکھا ہے وہ کسی اور دنیا میں پہنچ گئے۔ میں بھی اُس جلوس میں موجود تھا، پھول نچھاور کئے گئے۔ تقریریں کی گئیں، گلدستے پیش کئے گئے اور ملک ممتاز قادری کے والد ملک بشیر کو لوگوں نے کندھوں پر اٹھالیا۔ ملک ممتاز قادری مسلسل اس بات کا اظہار کر رہا ہے کہ اُس نے ناموس رسالت کے قانون کو کالا قانون کہنے پر گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو قتل کیا، حوالات میں وہ نعتیں پڑھتا رہا، تفتیش کرنے والوں کا کہنا ہے کہ وہ کچھ چھپا نہیں رہا۔ اس لئے اس پر تشدد کرنے کا جواز نہیں ہے۔ ممتاز قادری کٹر مذہبی آدمی نہیں تھا اس کے گھر والے بھی کھلے ڈھلے عام سے مسلمان ہیں اس کے چچا اور دوسرے بھائی بھی دنیادار ہیں والد بھی عام سے مذہبی آدمی ہیں اس گھرانے کا تعلق پیپلز پارٹی سے بتایا جاتا ہے قادری کے دو بھائی پی ٹی سی ایل ملازم ہیں ایک محکمہ تعلیم میں اور ایک مزدوری کرتا ہے

اب تک ہونے والی گرفتاریوں اور فون ریکارڈ کے ساتھ ساتھ ایجنسیوں کے،

کرنل یوسف کالونی کے اردگرد ڈیرے ڈالنے کے بعد جو باتیں سامنے آئیں ہیں وہ ایک اور طرح کی کہانی سناتی ہیں۔ صادق آباد کے ٹرانفارمر چوک میں آمنہ مسجد ہے۔ اس میں قاری محمد حنیف قریشی جمعہ پڑھاتے ہیں۔ ان کی تقریر عشق رسول ﷺ میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے، وہ مولانا خان قادری کے شاگرد ہیں اور جس گلی میں ممتاز قادری کا گھر ہے، اس میں بھی مکتبہ امام ابوحنیفہ موجود ہے، جو خان قادری، زیب حسن اور جاوید اختر کی نگرانی میں چلتا ہے۔ گلی کے کونے پر سنی بریلوی مسلک کی مسجد ہے، سنی بریلوی مسلک کے لوگ پیروں، فقیروں کو مانتے ہیں، محفل سماع اور نعت کا اہتمام کرتے ہیں، تشدد ان کی سرشت میں شامل نہیں اور سواد اعظم ہونے کے داعی بھی ہیں، بہر حال مولانا الیاس قادری عطاری کے پیروکار ہری پگڑیوں کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔ یہ لوگ خوش الحانی سے نعت خوانی کرتے ہیں۔ جس گلی میں ملک ممتاز قادری کا گھر ہے، اس کے ساتھ ہی ایک دربار ہے، وہاں بھی ذکر کی محفل ہوتی ہے۔ یہ کرنل یوسف کی قبر ہے اور ایک اس کے ساتھ چھوٹا سا دارالعلوم بھی ہے۔ یہ علاقہ مولانا خان قادری اور قاری محمد حنیف قریشی کے زیر اثر ہے۔ اس علاقہ کی مرکزی حیثیت ہے، ہر طرف سے سڑکیں صادق آباد آتی ہیں۔ چاروں طرف سے لوگ جمعہ کے اجتماعات اور نعت کی محفلوں میں شرکت کے لئے اس طرف آتے ہیں، اس علاقے کا تعلق کری روڈ، ڈھوک کالا خان اور دوسری طرف مری روڈ اور ٹیپوروڈ سے ہوتا ہوا چک لالہ کینٹ اور جھڑا چھی سے بنتا ہے۔ گویا کمرشل مارکیٹ، اسلام آباد ایکسپریس وے، ایئرپورٹ چوک اور کمیٹی چوک کے لوگ صادق آباد میں ہونے والی محفلوں میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ وہ ماحول ہے جس میں ملک ممتاز قادری پروان چڑھا۔ اس نے اپنے بیٹے کا نام بھی محمد علی عطاری قادری رکھا ہے۔ اس نے اپنی شادی پر بھی نعت خوانی کرائی اور اپنے ایک دوست کی شادی میں جو کلر سیداں میں ہوئی تھی وہاں بھی وہ اپنے ساتھی نعت خواں لے کر گیا تھا۔ وہ خود بھی نعت خوانی کرتا ہے، اس کی ظاہری وضع بھی ایک عام مذہبی آدمی کی سی ہے۔ اس کی زندگی پر نظر دوڑائی جائے تو کچھ اسی طرح کی شکل سامنے آتی ہے۔

اٹھال، بہارہ کہو کی سمیرا بی بی سے اس نے 2009 کے اختتام میں شادی کی، اٹھال اس کے نانا کا گاؤں ہے، اس کا کوئی سگا ماموں نہیں ہے۔ اس کی والدہ کی دو اور بہنیں تھیں، نفیس احمد ملک ممتاز قادری کے سسر اور رشتے میں ماموں ہیں، حقیقی ماموں نہیں ہیں۔ اسی حوالے سے وہ انہیں ماموں کہتے ہیں۔ وقوعہ سے دو روز قبل پنڈی میں گیس کی لوڈ شیڈنگ کے حوالے سے ممتاز قادری فکرمند تھا اور اس نے گاؤں میں فون کر کے لکڑیوں کی بابت کہا تھا۔ ملک ممتاز قادری کا اپنا آبائی گاؤں پتن باغ ہے جو آب پارہ کے گرد و نواح میں موجود دیہات میں سے ایک ہے۔ پڑیاں، پٹاں ناں باغ، اوجڑی خورد، سوہان اور دوسری طرف راول ڈیم میں آ جانے والے گاؤں اور ان کے قرب و جوار کے لوگوں کے نزدیک اس گھرانے کے ایک بزرگ دادن خان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، ان کا مزار آج بھی کھڈا مارکیٹ کے ساتھ، سی ڈی اے کی عمارت کے عقب میں مسلم لیگ (ن) کے چیئرمین راجا ظفر الحق کے گھر کے بالکل سامنے موجود ہے۔ یہ علاقہ 1958ء تک آباد تھا اور اس گھرانے کے لوگ یہاں آباد تھے۔ اس سے پہلے بابا دادن خان اس گاؤں کے معروف اور خدا ترس بزرگ تھے، سید پور گاؤں کیطرف جانے والے لوگ اسی راستے سے گزرا کرتے تھے اور دادن خان کسی مسافر کو کھانا کھائے بغیر نہیں جانے دیتے تھے۔ اسلام آباد بنا تو اس علاقے کے لوگوں کو بورے والا میں زمینیں ملیں اور دادن خان کے تین بیٹوں میں سے ایک بورے والا اور صادق آباد میں رہنے لگے۔ بابا دادن خان ملک ممتاز قادری کے پڑدادا ہیں۔ اٹھال، بہارہ کہو ممتاز قادری کا سسرال اور اس کے نانا کا گاؤں ہے۔ اٹھال کے لوگ راجپوت برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور ممتاز قادری کا تعلق اعوان ملک برادری سے ہے۔

ممتاز قادری کی اہلیہ سمیرا بی بی کی طرف سے ملک عامر کی وساطت سے ایک بیان اخبارات کو جاری کیا گیا۔ جس میں اس نے کہا: میرے شوہر کے ہاتھوں جو کچھ ہوا اس میں اللہ کی مرضی تھی اور جو کچھ آئندہ ہوگا وہ بھی اللہ کے حکم سے ہوگا، میرے شوہر نے جو کیا اس پر ہر انسان خوش دکھائی دیتا ہے تو پھر میں کیسے ناخوش رہ سکتی ہوں، مجھے اپنے رب پر یقین ہے،

اگر لوگ کہتے ہیں کہ میں خوش ہوں تو وہ غلط نہیں کہتے۔ اپنے بیان میں سمیرا بی بی نے کہا، چونکہ میں پردہ دار خاتون ہوں اس لیے میڈیا کے سامنے نہیں آسکتی۔ میری شادی ملک ممتاز قادری سے بچپن میں ہی طے تھی، وہ میرے پھوپھی زاد ہیں، میں نے آٹھویں جماعت تک تعلیم حاصل کی اور میری شادی ہوگئی۔ ملک ممتاز قادری اچھے شوہر ہی نہیں نیک دل انسان بھی ہیں۔

ملک بشیر کے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں، ملک ممتاز کا نمبر نواں ہے، اس سے چھوٹی ایک بہن ہے۔ اٹھال بہارہ کو اس کا ننیال ہے اور نواسہ ہونے کے ناتے اس گاؤں کے لوگ اس سے ہمدردی رکھتے ہیں، اس کی شادی بھی اٹھال میں ہوئی ایک بہن بھی اس گاؤں کی بہو بنی، یہ حوالہ بھی اس گاؤں کے لوگوں کو اس کیس میں دل چسپی لینے پر مجبور کرتا ہے۔ اسی لئے پہلے پہل ملک ممتاز قادری کو اٹھال بہارہ کہو کا بتایا گیا، حالانکہ اس کے آباؤ اجداد کا تعلق پٹن باغ سے تھا۔ آب پارہ ستارہ مارکیٹ اور شکر پڑیاں کا علاقہ باغوں پر مشتمل تھا اور آج بھی اس علاقے کو گارڈن ایونیو کہا جاتا ہے۔ اوجڑی کلاں اور خورد یہاں کا قدیمی گاؤں ہے۔ سوہان اور ڈھوک کالا خان بھی ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، جب 1958ء میں اسلام آباد کی تعمیر کے حوالے سے باتیں ہونے لگیں تو اس علاقے کے لوگ جلوس نکالا کرتے تھے، ایک بات جو حکومت کی طرف سے سامنے آئی تھی وہ ان لوگوں کو روزگار کے موقع مہیا کرنا تھا۔ جنرل ایوب نے اشارہ کر کے کہا تھا کہ آپ رشک کریں گے اور ایسا ہی ہوا، یہاں کے لوگ اس طرف نہ آئے اور مری کے لوگ آب پارہ اور دوسری مارکیٹوں پر راج کرتے ہیں، بہ ہر حال ممتاز قادری کے پڑدادا ملک دادن خان کے حوالے سے جو باتیں زبان زد عام ہیں وہ بھی دل چسپی کا باعث ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی قبر کو جب ہٹانے کی کوشش کی گئی تو بلڈوزر کا چین ٹوٹ گیا، پھر کوشش کی گئی تو بلڈوزر کا پھل ڈرائیور کو لگ گیا۔ پھر اس قبر کو یہیں رہنے دیا گیا، یہ بھی پتا چلا ہے کہ ملک دادن خدا ترس بزرگ تھے اور ہر آئے گئے کو کھانا کھلائے بغیر جانے نہیں دیتے تھے، ایک بار کچھ انگریز بھی اس طرف آئے

اوران کی بیوی نے کہا، گھر میں تو ٹینڈے پکے ہیں، کیا مرغی ذبح کروالوں، تو اس پر دادن خان نے اپنی بیوی کو ڈانٹا اور کہا خان کے گھر جو پکے گا وہی کھانا غریب اور امیر ایک ساتھ بیٹھ کر کھائیں گے۔ گویا ملک دادن خان کھری طبیعت کے مالک تھے اور یہی رجحان ان کی اگلی نسلوں تک آیا۔ (16 جنوری 2011ء، روزنامہ ایکسپریس لاہور)

•••-----•••-----•••

ملک ممتاز حسین قادری کے بھائیوں کے فون نمبرز

ملک عابد حسین	0300-5122144
ملک دلپذیر حسین	0333-5118450
ملک سفیر حسین	051-5822810

میں نے سلمان تاثیر کو کیوں اور کس طرح قتل کیا؟

ملک ممتاز حسین قادری تفصیلات بیان کرتے ہیں

ممتاز حسین قادری کا اقبالی بیان خاص اہمیت کا حامل ہے۔ میں سب سے پہلے یہ حصے آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ ممتاز قادری نے بیان دیا ''میرا تعلق دعوت اسلامی کے ساتھ ہے، یہ تبلیغ اور قرآن وسنت کی غیر سیاسی تنظیم ہے، اس کے سربراہ مولانا محمد الیاس قادری ہیں، 31 دسمبر 2010ء کو میرے گھر کے سامنے مسلم ٹاؤن میں اس تنظیم نے تحفظ ناموس رسالت اور شان اہل بیت کے عنوان سے ایک اجتماع کیا، اس اجتماع میں امتیاز حسین شاہ کاظمی اور علامہ حنیف قریشی نے عشق رسول ﷺ اور شان رسول ﷺ پر انتہائی پراثر اور جذباتی تقریریں کیں، ان دونوں حضرات کی تقریریں جذبات میں ڈوبی ہوئیں تھیں، علامہ حنیف قریشی اپنے بیان کے دوران اس قدر جذبات میں آ گئے کہ ان کا عمامہ ان کے سر سے گر گیا، ان کے بال بکھر اور ان کا مائیک گر گیا، ان کے اس بیان اور ان کی حالت سے اجتماع پر رقت طاری ہوگئی اور تمام حاضرین عشق رسول ﷺ میں دھاڑیں مار کر رونے لگے، انہوں نے جب غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے عشق کی بات کی تو جذبات کی شدت سے مرا دل بھی رو پڑا اور میں نے اسی وقت وہاں بیٹھے بیٹھے فیصلہ کیا میں گورنر سلمان تاثیر کو ضرور قتل کروں گا کیونکہ اُس نے ناموس رسالت کے قانون کو ''کالا قانون'' بھی قرار دیا ہے اور یہ گستاخ رسول، آسیہ مسیح کی حمایت بھی کر رہا ہے''۔

ممتاز قادری نے اس کے بعد بیان دیا ''میری یکم جنوری اور دو جنوری (2011ء) کوڈی ایچ کیو ہسپتال راولپنڈی ڈیوٹی تھی' میں نے تین جنوری سی پی او آفس میں ڈیوٹی کی' اس دن گورنر پنجاب سلمان تاثیر اسلام آباد میں تھے اور میرے ساتھی ان کی ڈیوٹی پر تھے' میں نے محرر سے درخواست کی آپ مجھے گورنر پنجاب کے سکواڈ میں شامل کردو تاکہ میں اسلام آباد گھوم پھر سکوں' محرر عمر فاروق نے میری بات مان لی' میں نے ڈیوٹی لگنے کے بعد اسلحہ خانہ سے ایک ایم جی رائفل اور دو میگزین لئے' جن میں تیس' تیس گولیاں تھیں' میرے ساتھی اس وقت اسلحہ لینے میں مصروف تھے چنانچہ میں نے موقع دیکھ کر چیمبر لوڈ کر لیا' گاڑی آئی تو میں نے راستے میں ایک چٹ لکھی' گستاخ رسول کی سزا موت ہے' اے کاش اللہ اور اس کا رسول مجھے اس مقصد کیلئے قبول کر لیں' آمین' اور اس کے بعد یہ چٹ اپنے پرس میں رکھ لی' ہم صبح پونے دس بجے ایف سکس تھری میں گورنر سلمان تاثیر کے گھر پہنچ گئے' گورنر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر مختلف جگہوں پر گئے' ہم ان کے ساتھ ساتھ ''موو'' کرتے رہے' سہ پہر کے وقت ہم کوہسار مارکیٹ آ گئے' گورنر کے ریستوران سے نکلنے کا انتظار کرنے لگے' گورنر اپنے دوست کے ساتھ ریستوران سے نکلے تو میں نے دل میں سوچا اللہ تعالیٰ نے مجھے موقع دے دیا ہے' ایلیٹ فورس کے تمام لڑکے الرٹ ہو کر گاڑیوں میں بیٹھ گئے لیکن میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا گورنر کے قریب پہنچ گیا' آپریٹر ندیم آصف گورنر کے قریب کھڑا تھا' مجھے خطرہ تھا ندیم آصف مجھے نہ دیکھ لے اور وہ مجھے گاڑی میں جانے کا حکم نہ دے دے' مجھے یہ بھی خطرہ تھا میرے ساتھی اور گاڑی کا ڈرائیور مجھے واپس آنے کیلئے آوازیں دینا نہ شروع کر دیں لیکن پھر میں نے سوچا اللہ مدد کرے گا اور یوں میں گورنر کے قریب پہنچ گیا' میں نے گورنر کے ساتھ ساتھ چلنا شروع کر دیا' گورنر سڑک پر آ گئے تو میرے اور ان کے درمیان چار پانچ فٹ کا فاصلہ رہ گیا' میں ان کی پشت پر تھا' میں نے اس وقت سوچا میں ان کے سامنے جاؤں اور انہیں سامنے سے گولی ماروں لیکن پھر میں نے سوچا اس طرح تمام گارڈ میرے اوپر حملہ کر دیں گے' ایس یم جی برسٹ پر تھی' میں نے رائفل سیدھی کی اور ٹریگر دبا دیا اور یوں تین سے چار

سکینڈ میں پورا برسٹ گورنر سلمان تاثیر کے جسم میں اتر گیا' فائر کے بعد وہاں سناٹا چھا گیا' اے ایس آئی ندیم آصف نے اپنا پستول مجھ پر تان لیا' باقی گارڈز بھی چھلانگیں لگا کر میرے پاس پہنچ گئے' میں نے رائفل ہوا میں لہرائی اور ان سے کہا فائر مت کرنا میری تم لوگوں سے کوئی دشمنی نہیں''۔

(27 جنوری 2011ء، روزنامہ ایکسپریس لاہور)

•••------••------•••

ایمان اور عشقِ رسول ﷺ ہمارا اصل سرمایہ ہے

تمام مسلمان اپنے دل میں جذبۂ ایمانی اور عشقِ رسول پیدا کریں

ایمان اور عشقِ رسول کے بغیر ہم زندہ نہیں رہ سکتے

ملک ممتاز قادری کے بھائی ملک دلپذیر اعوان کی ایمان افروز گفتگو

☆ آپ سلمان تاثیر کے قتل کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ کیونکہ اس وقت مختلف قیاس آرائیاں کی جا رہی ہیں۔ کچھ لوگ اس قتل کو مذہبی رنگ دے رہے ہیں جبکہ کچھ اسے سیاسی قتل قرار دے رہے ہیں۔ کیا آپ اس حقیقت سے پردہ اٹھانا چاہیں گے؟

ملک دلپذیر اعوان: حقیقت یہ ہے کہ میرے بھائی کا نہ کسی سیاسی جماعت سے تعلق تھا اور نہ ہی کسی مذہبی جماعت سے لہٰذا یہ قتل نہ تو سیاسی ہے نہ کسی جماعت یا پارٹی کا۔ بلکہ یہ قتل ممتاز قادری کا انفرادی فعل، ایمانی عمل اور عاشقانہ رویہ ہے۔ اس کے پیچھے کسی جماعت یا تنظیم کا ہاتھ نہیں ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کام کے لئے اللہ نے میرے بھائی کا انتخاب کیا ہے۔ ہم چھ بھائی اور ہماری چار بہنیں ہیں اور اللہ معاف کرے ہم باقی سب دنیا دار زیادہ ہیں اور دین دار کم۔ جبکہ ملک ممتاز قادری سرکاری ملازم ہونے کے باوجود دین دار زیادہ تھا۔

☆ کیا ممتاز قادری کا کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق بھی رہا ہے؟

ملک دلپذیر اعوان: کسی بزرگ سے باضابطہ تعلق تو نہیں تھا البتہ بزرگان دین کے ساتھ

عقیدت ومحبت ہم سب بہن بھائیوں سے زیادہ رکھتا تھا۔میلاد شریف کا اہتمام با قاعدہ کرتا اور بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتا تھا۔

☆ آپ کو اپنے بھائی کے اس فعل پر کوئی ندامت یا پریشانی ہے؟

ملک دلپذیر اعوان: ہرگز نہیں! ہمیں تو اس بات پر فخر ہے کہ ہمارے بھائی نے یہ کارنامہ انجام دے کر حضور ﷺ کا سچا عاشق ہونے کا ثبوت دیا۔

☆ حکومت یا کسی پارٹی کے کارکنان کی طرف سے کیا آپ کو کوئی دھمکی وغیرہ ملی ہے؟

ملک دلپذیر اعوان: پی پی پی کی طرف سے ہمیں کسی قسم کی کوئی دھمکی موصول نہیں ہوئی اور نہ ہی ہمیں اس طرح کی امید ہے کیونکہ ہم سمجھتے ہیں پیپلز پارٹی والے بھی مسلمان ہیں البتہ حکومتی سطح پر شروع میں ہمیں گرفتار کیا گیا تھا پوچھ گچھ کے بعد ہمیں چھوڑ دیا گیا۔ ہمارے ایک بھائی تا حال گرفتار ہے۔اس کا نام ملک نصیر ہے۔یہ بھی ایلیٹ فورس کا ملازم ہے۔ ہمیں امید ہے کہ پوچھ گچھ کے بعد اسے بھی رہا کر دیا جائے گا۔

☆ کیا کسی مذہبی یا سیاسی جماعت نے باضابطہ آپ کی حمایت کا اعلان کیا ہے اور آپ کے ساتھ تعاون کا یقین دلایا ہے؟

ملک دلپذیر اعوان: جی ہاں جماعت اہلسنت نے باقاعدہ ہماری ہر طرح حمایت کا اعلان کیا ہے اور سب سے پہلے انہوں نے آ کر ہماری حوصلہ افزائی کی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے گھرانے کا خرچہ کیس کا خرچہ اور ممتاز قادری کے بچے کی تعلیم وتربیت کا خرچہ کا ذمہ اٹھایا ہے۔

اس کے علاوہ بے شمار لوگ دینی وسیاسی جماعتوں کے ہماری حمایت کر رہے ہیں۔ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس مسئلے میں جو بھی ہمارے ساتھ تعاون کرے گا اس کی اپنی آخرت سنورے گی۔

☆ مظفر گڑھ کے سابق تحصیل ناظم (ملک عباد ڈوگر) نے ملک ممتاز قادری کے لئے جس انعام کا اعلان کیا ہے کیا ان کی طرف سے آپ کو کوئی پیغام ملا ہے؟

ملک دلپذیر اعوان: ہم سے کسی نے کوئی رابطہ نہیں کیا۔نہ ہی ہمیں اس طرح کا کوئی لالچ

ہے۔ کیونکہ ہمارے بھائی نے یہ کام اس لئے نہیں کیا کہ اسے بعد میں دنیا کمانے کا ذریعہ بنائیں گے۔

☆ آپ عدالت سے کس قسم کے فیصلے کی توقع رکھتے ہیں؟ آپ کے خیال میں عدالت آپ کے بھائی کو بری کردے گی یا اسے سزا سنائی جائے گی؟

ملک دلپذیر اعوان: ہمیں امید ہے کہ عدالت اس مسئلے پر ہمارے بھائی کے ساتھ انصاف کرے گی۔ عدالت سے بڑھ کر ہمیں اللہ کی ذات پر بھروسہ ہے کہ وہ ہماری ضرور مدد کرے گا۔

☆ آپ اپنے مسلمان بھائیوں کو کوئی پیغام دینا چاہیں گے؟

ملک دلپذیر اعوان: ہمارا پیغام اپنے کلمہ گو بھائیوں کے لئے یہ ہے کہ ہم بھوکے رہ سکتے ہیں۔ پیاس برداشت کر سکتے ہیں۔ گیس بجلی اور دوسری بنیادی انسانی ضروریات کے بغیر تو رہ سکتے ہیں لیکن ایمان اور عشق رسول ﷺ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ ایمان اور عشق رسول ہی ایک مسلمان کا اصل سرمایہ ہے۔ تمام مسلمان اپنے دل میں ایسا ہی جذبہ پیدا کریں تا کہ یہ سرمایہ ہمیں ہر چیز سے زیادہ عزیز ہو جائے۔

(ضربِ مومن ۲۱ تا ۲۷ جنوری ۲۰۱۱ء)

•••————•••————•••

باتوں سے خوشبو آئے

ممتاز قادری کے والد بھائیوں اور اہلیہ کی گفتگو

☆ بچوں کو ہمیشہ حلال کھلایا، ملک بشیر

ملک ممتاز حسین قادری کے والد ملک محمد بشیر نے کہا کہ میں نے بچوں کو ہمیشہ حلال رزق کھلایا ہے میں نے بچوں کو نماز کی تلقین کی ہے ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے بچوں کو پانچ وقت کی نماز پڑھنے کی تلقین کی ہے اور میرے ہر بچے نے میرے حکم پر عمل کیا ہے اسی وجہ سے آج ہمیں یہ عزت ملی ہے۔

(8 جنوری 2011ء روزنامہ اوصاف)

☆ جو نبی کا نہیں وہ کسی کا نہیں، ممتاز قادری کے فعل پر فخر ہے کیس لڑیں گے واقعے کے بعد کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا تاہم دل اور ضمیر مطمئن ہے۔

غازی کے باپ ملک بشیر اور بھائیوں کی اوصاف سے بات چیت

ممتاز حسین قادری کے والد ملک محمد بشیر نے کہا کہ انہیں ممتاز قادری پر فخر ہے اس نے ہمیں دنیا و آخرت میں سرخرو کر دیا ہے۔ جو آتا ہے وہ میری بلائیں لیتا ہے۔ ہاتھوں، چہرے اور سر پر بوسا دیتا ہے۔ اتنی عقیدت کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ جیسے میں کوئی بڑا پیر ہوں یہ عزت بیٹے ممتاز قادری کی وجہ سے ملی ہے۔ مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے۔ پوری امت اس پر فخر کر رہی ہے تو ہم کیوں نہ کریں۔ ممتاز پانچ وقت کا نمازی تھا اور ہر جمعرات کو میلاد کی محفل منعقد کرتا

تھا میں خود بھی کہتا ہوں کہ جو نبی کا نہیں وہ کسی کا نہیں، نبی نہ ہوتے تو یہ جہاں نہ ہوتا، نبی کی شان، عزت اور رتبہ ہر چیز سے بڑھ کر ہے۔ ایمان بھی اسی وقت مکمل ہوتا ہے جب نبی کریم ﷺ کی ذات ہر چیز سے مقدم ہو جائے۔ میرے بیٹے نے جو کیا یہ اس کا ذاتی فعل تھا۔ میرا، میرے کسی بیٹے یا خاندان کے کسی بھی فرد کا کسی بھی سیاسی، مذہبی یا دیگر تنظیموں کوئی رابطہ نہیں۔ ہم کسی کے پاس جاتے ہیں نہ کوئی ہمارے پاس آتا ہے۔ بیٹے نے گورنر کے قتل کے بارے میں میرے یا بہن بھائیوں کے ساتھ کوئی صلاح و مشورہ نہیں کیا نہ کسی قسم کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ہمیں اس حوالے کچھ پتہ نہیں، دیگر شہریوں کی طرح ہمیں بھی ٹی وی وغیرہ کے ذریعے پتہ چلا کہ ممتاز قادری نے گورنر کو مار دیا ہے۔ مجھے ایک بات کا پتہ ہے کہ جتنے بھی کلمہ گو ہیں وہ کسی بھی طور پر اپنے نبی کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کر سکتے۔ ممتاز قادری کے بھائیوں ملک دل پذیر، ملک سفیر، ملک عامر اور دیگر نے کہا کہ ہمارے بھائی نے ہمارا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ ہمیں اپنے بھائی پر بہت فخر ہے۔ اپنے بھائی کے لئے کیس لڑیں گے اور جو ہم سے ہو سکا وہ ہم بھی کریں گے۔ بھائی کی وجہ سے ہمیں بہت عزت ملی جس دن سے واقعہ ہوا اس دن سے ہمارے گھر ہزاروں لوگ آ رہے ہیں۔ اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں ہمیں تو پتا ہی نہیں تھا کہ ہمیں اس قدر عزت ملے گی اور ہم اس قدر اہم ہو جائیں گے۔ اگر چہ ہمیں خاصی پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ تاہم دل اور ضمیر مطمئن ہے بہت سکون ہے بھائی کی زندگی ہمیں بھی عزیز ہے اس کے بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ وکیل بھی کریں گے۔ اس سلسلے میں ہماری بات چیت چل رہی ہے۔ بڑے بڑے علماء کرام بھی ہمارے ساتھ عزت واحترام سے بات کرتے ہیں۔ عقیدت سے ہمیں گلے لگاتے ہیں۔

(8 جنوری 2011ء روزنامہ اوصاف)

سات بیٹے بھی ہوتے تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر قربان کر دیتا:

ممتاز قادری کے والدِ محترم ملک بشیر کا ایمان افروز بیان

سابق گورنر سلمان تاثیر کے قاتل ملک ممتاز قادری کے والد ملک بشیر نے کہا ہے کہ

بیٹے پر فخر ہے رسول کریم ﷺ کے نام پر سات بیٹے بھی ہوتے تو قربان کر دیتا میرے بیٹے نے کوئی غلط کام نہیں کیا بچپن سے ہی کسی غلط راستے پر نہیں چلا پانچ وقت نماز پڑھتا ہے۔ سگریٹ پان کسی قسم کا کوئی نشہ نہیں کرتا کسی مذہبی سیاسی تنظیم سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے صرف عاشق رسول ﷺ ہے ان خیالات کا اظہار انہوں نے جناح کو خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ساتھ اس نے کوئی بات اس موضوع پر نہیں کی۔ ہمیں خود واقعہ کی اطلاع لوگوں نے دی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پورا محلہ گواہ ہے کہ وہ کس کردار کا شخص تھا چند لوگ باتیں کر رہے ہیں مگر وہ یہ کیوں نہیں کہتے کہ ہم سب مسلمان ہیں گورنر کو بھی اشتعال انگیز باتوں سے گریز کرنا چاہئے تھا ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا اعلیٰ عدالتوں کا سامنا ضرور کریں گے۔ ہمارے بیٹے نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس پر شرمندہ ہوں۔

(12 جنوری 2011ء، روزنامہ جنگ لاہور)

عوام اور علماء کے اظہار یکجہتی سے ہمیں بڑا حوصلہ ملا۔ بھائی ممتاز قادری

گورنر قتل کیس کے ملزم ملک ممتاز حسین قادری کے بھائی عابد حسین نے کہا ہے کہ ملک ممتاز پر مذہبی اجتماعات میں وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی واقعہ پر پہلے تو ہمارے گھر والے پریشان ہو گئے، مگر جب پتہ چلا کہ اُس نے حضور ﷺ کی غلامی کے طفیل یہ اقدام اٹھایا ہے تو اس کے بعد سے ہمیں کسی قسم کا ڈر نہیں۔ ہمیں عوام اور علماء کے اظہار یکجہتی سے بڑا حوصلہ ملا ہے۔ یکجہتی ریلی کے اختتام پر نوائے وقت کو انٹرویو دیتے ہوئے ملک عابد حسین نے مزید کہا کہ پولیس نے ہمیں نامعلوم مقام پر دو روز تک کھڑے رکھا۔ ہمیں بیٹھنے نہیں دیا گیا۔ جس کی وجہ سے ہمارے والد علیل ہو گئے ہیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ پولیس والے بھی واقعہ کوہسار مارکیٹ سے خوش تھے۔ (8 جنوری 2011 نوائے وقت)

ہمارا بھائی پریشان ہے نہ شرمندہ

سلمان تاثیر نے کچھ عرصہ قبل ممتاز قادری کی تعریف کی تھی بھائیوں کا انکشاف

بچپن سے ہی مذہبی رجحان رکھتا تھا مسجد سے واپسی پر نعتیں پڑھتا گھر آتا، بہن بھائیوں

میں سب سے چھوٹا ہے۔ ذہنی کیفیت بارے خبریں درست نہیں اگر ایسا ہوتا وہ ایلیٹ فورس میں کیسے جاتا عدالتوں پر مکمل اعتماد ہے عامر اور دلپزیر کا ''جناح'' کو انٹرویو

اس نے میٹرک کے بعد ایلیٹ فورس جوائن کی تھی عامر نے کہا کہ ہمارے بھائی ممتاز قادری کی سلمان تاثیر سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں تھی اس سے قبل ڈیوٹی کے دوران سلمان تاثیر نے اس کی ساتھیوں کے سامنے تعریف کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ لڑکا بہت اچھا ہے۔ ممتاز قادری نے یہ بات ہمیں بتائی تھی انہوں نے کہا کہ ممتاز بچپن سے مذہبی رجحان کا تھا۔ ممتاز قادری نے گورنر کو قتل کرنے کے بعد سجدہ شکر ادا کیا اور نعرہ تکبیر و رسالت بلند کیا اور کہا کہ اگر میرے پاس اور گولیاں ہوتیں تو وہ بھی گورنر کی لاش میں گاڑ دیتا اور ہمارے بھائی ممتاز قادری نے اسلحہ زمین پر رکھ کر خود گرفتاری دے دی۔ (روزنامہ جناح 9 جنوری 2011ء)

ممتاز قادری کے اقدام پر فخر ہے اسکے ساتھ ہوں اہلیہ سمیرا

واقعے کے بعد لیڈیز پولیس نے بہت تنگ کیا ممتاز بارے طرح طرح کے

سوالات کئے جاتے رہے۔ اللہ کی رضا پر راضی ہوں۔ اہلیہ

درجنوں علماء نے غازی کے چار ماہ کے بیٹے محمد علی کا ماتھا چوما،

علماء کی غازی کے معصوم بیٹے سے ملاقات، اہلخانہ کو مدد کی یقین دہانی

شہریوں اور محلے داروں کی کثیر تعداد جمع ہوگئی

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل میں ملوث ملزم ملک ممتاز حسین قادری کی اہلیہ سمیرا ممتاز نے کہا ہے کہ جو ہوا اس میں اللہ کی مرضی شامل تھی۔ آگے جو کچھ ہوگا وہ بھی اللہ کی مرضی سے ہوگا۔ جب سب خوش ہیں اور فخر کر رہے ہیں تو میں بھی ان کے ساتھ ہوں وہ گزشتہ روز اپنے جیٹھ ملک عامر کے توسط سے خصوصی گفتگو کرتے ہوئے اپنے جذبات کا اظہار کر رہی تھیں۔ جیٹھ ملک عامر کا کہنا ہے کہ اس کی بھابھی نے بتایا ہے کہ لیڈیز پولیس نے دیر تک ملک ممتاز قادری کے بارے میں سوال جواب کئے اس کی مصروفیت کو جاننے کی کوشش کی یہ بھی

معلومات لینے کی کوشش کی گئی کہ کیا ممتاز نے گورنر پنجاب کے حوالے سے کوئی بات تو نہیں کی۔ یہ بھی پوچھا جاتا رہا کہ اس نے اپنے کمرے میں اس حوالے سے اپنے موبائل فون پر کوئی گفتگو تو نہیں کی۔ ملک ممتاز قادری کی زیر استعمال اشیاء کو بھی پوچھا جاتا رہا۔ عامر کے مطابق اس کی بھابھی کا کہنا ہے کہ جب مجھے واقعے کا پتہ چلا تو میں پریشان ہوگئی بعد میں بھی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر جب میرے سسر اور ممتاز قادری کے دیگر بھائی بہن خوش اور مطمئن ہیں تو میں بھی خوش ہوں۔ ملنے کیلئے آنے والی ہر خاتون مجھے بڑی محبت سے ملتی ہے۔ میرا بہت احترام کیا جاتا ہے۔ میرے بیٹے کو ہر کوئی پیار کر رہا ہے میں خدا کا شکر ادا کرتی ہوں اللہ جس حال میں بھی رکھے ہم اس میں خوش اور مطمئن ہیں اللہ کی جو مرضی وہی ہماری رضا ہے۔ ملک ممتاز قادری کے چار ماہ کے بیٹے محمد علی سے ملنے کیلئے تنظیم المدارس پاکستان کے مرکزی سربراہ علامہ سید حسین الدین شاہ درجنوں علماء کرام کے ہمراہ ان کے گھر پہنچ گئے جہاں علماء کرام نے بچے کو اپنی اپنی گود میں لے کر اس کے ماتھے اور ہاتھوں پر بوسے دیئے اور پھر ممتاز قادری کے والد اور بھائیوں کو یقین دلایا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے پیار کرنے والا ہر مسلمان ان کے ساتھ کھڑا ہے۔ اور ان کی ہر معاملے میں مدد کی جائے۔ ممتاز قادری کے چار ماہ کے بیٹے محمد علی سے خصوصی ملاقات گزشتہ شب نماز مغرب سے قبل ہوئی۔ پیر حسین الدین شاہ اور مفتی حنیف قریشی کی قیادت میں آنے والا وفد جب ممتاز قادری کے گھر پہنچا تو ممتاز قادری کے بھائی ملک دل پذیر ملک عامر اور ملک سفیر نے ان کا استقبال کیا۔ اس موقع پر عام شہریوں اور محلے داروں کی بڑی تعداد بھی وہاں اکٹھی ہوگئی انہوں نے اللہ اکبر کے نعرے لگائے اور درود پاک کا ورد کیا۔ علماء کرام نے ممتاز قادری کے والد ملک محمد بشیر سے ان کے کمرے میں ملاقت کی۔ اس ملاقات میں پیر سید حسین الدین شاہ نے ملک محمد بشیر اور ان کے دیگر بیٹوں سے گفتگو کرتے ہوئے مبارک باد دی اور کہا کہ علماء کرام، خطیب، پیر اور دیگر بات کرتے رہے مگر غازی ممتاز قادری نے بازی جیت لی۔ ملکوں نے میدان مارا ہے۔ ممتاز قادری نے اپنے ساتھ ساتھ پورے خاندان دوست احباب کو سرخرو کر دیا ہے۔ خدا ہمیں بھی

ممتاز قادری کے توسط سے معاف کرے اور نبی کریم ﷺ کے قدموں تلے جگہ دے۔ ممتاز نے اپنا نام امر کر دیا ہے۔ اللہ نے اس سے وہ کام کروایا ہے جو اس کے محبوب ترین بندے کرتے ہیں۔ اس ملک کا ہر عالم دین اور مسلمان آپ لوگوں کے ساتھ ہے۔ ممتاز قادری تا حال اپنے بیان پر قائم ہے خدا سے دعا ہے کہ اللہ اسے استقامت دے۔ کیونکہ دیگر کی کوشش ہے کہ ممتاز قادری اپنے موقف سے ہٹ جائے تا کہ کوئی راستہ نکل سکے۔ ہم ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ اب کسی غازی کو شہید نہیں ہونے دیں گے۔ اپنی جانیں تک وار دیں گے۔ ممتاز قادری کا عمل گورنر پنجاب کے بیان کا ردعمل ہے۔ بعد ازاں علماء کرام باری باری ممتاز قادری کے بیٹے محمد علی کو اٹھاتے اور اس کے ماتھے، ہاتھوں پر بوسے دیتے رہے۔ متعدد علماء کرام نے بیٹے محمد علی کو دیکھنے کے بعد اس کو منہ دکھائی کے طور پر پیسے بھی دیئے۔

(9 جنوری 2011 روزنامہ اوصاف)

گورنر کی نماز جنازہ پڑھی جائے' نہ افسوس کیا جائے

جماعت اہلسنّت کا تاریخی فتویٰ

جماعت اہلسنّت پاکستان کے مرکزی امیر پروفیسر سیّد مظہر سعید کاظمی' علامہ سیّد ریاض حسین شاہ' علامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری' علامہ ضمیر ساجد' پیر خالد سلطان' پیر غلام صدیق نقشبندی' علامہ سیّد خضر حسین شاہ' الحاج امجد چشتی' علامہ غلام سروری ہزاروی' مفتی ظفر جبار چشتی' علامہ سیّد شمس الدین بخاری' پیر سیّد عاشق علی شاہ جیلانی' مفتی محمد اقبال چشتی' علامہ فضل جمیل رضوی' آغا محمد ابراہیم نقشبندی مجددی' مولانا محمد ریاض قادری' مولانا گلزار نعیمی' علامہ سیّد غلام یٰسین شاہ اور جماعت اہلسنّت سے وابستہ پانچ سو سے زائد علماء و مفتیان کرام نے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کی عبرتناک موت پر اپنے مشترکہ بیان میں مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ نہ کوئی اس کی نمازِ جنازہ پڑھے نہ پڑھانے کی کوشش کرے اور گورنر کی ہلاکت پر کسی قسم کے افسوس یا ہمدردی کا اظہار ہرگز نہ کیا جائے۔ گستاخِ رسول کا حمایتی بھی گستاخ ہے۔ قائدین علماء اہلسنّت نے کہا کہ گورنر کو ہلاک کرنے والے عاشق رسول غازی ملک ممتاز حسین قادری کی جرأت' بہادری' ایمانی غیرت و دینی حمیت کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس جانباز نے اُمت کی چودہ سو سالہ روایت کو باقی رکھا اور دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کا سر فخر سے بلند کر دیا۔ قائدین و علماء اہلسنّت نے کہا کہ قانونِ ناموسِ رسالت کی مخالفت اور گستاخانِ رسول کی حمایت کرنے والے وزراء' سیاستدان' نام نہاد دانشور' اینکر پرسن و دیگر گورنر پنجاب کی موت سے عبرت حاصل کریں۔ قائدین و علماء اہلسنّت نے کہا کہ کتاب و سنت' اجماع امت اور تصریحات آئمہ کے مطابق توہین رسول کی سزا صرف قتل ہے اور توہین کی نیت کے بغیر بھی حضور کی شان میں توہین کا کلمہ کہنا کفر ہے۔ اس مسئلے پر عہد نبوی اور عہد صحابہ سے لے کر آج تک سب علماء امت اور اہلِ فتویٰ کا اجماع ہے۔ خلفائے راشدین کے دور میں گستاخانِ نبی قتل کئے جاتے رہے بلکہ غلاف کعبہ سے لپٹے ہوئے توہین رسول کے

مرتکب مرتد کو مسجد حرام میں قتل کرنے کا حکم رسول اللہ نے دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ کا فیصلہ نہ ماننے والے ایک منافق مسلمان کا اپنی تلوار سے سر کاٹ دیا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تھا کہ وہ اپنے گستاخ کو معاف فرمادیں لیکن اُمت کے لئے جائز نہیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ کو معاف کردے۔ قائدین وعلماء اہلسنت نے کہا کہ پچھلی چودہ صدیوں میں صرف ایک سو افراد کو گستاخئ رسول پر قتل کیا گیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بغیر ثبوت کے کسی کی بلاوجہ جان نہیں لی گئی۔ قانون ناموسِ رسالت کی مخالفت کرنے والے کفر کا ارتکاب کررہے ہیں انہیں توبہ اور تجدید ایمان کرنی چاہئے نیز حکمران قانون ناموس رسالت میں ترمیم نہ کرنے کا اعلان کرکے اپنے ایمان بچائیں۔

گورنر کو واجب القتل قرار نہیں دیا ممتاز قادری نے میرے بیان سے کوئی نتیجہ اخذ کیا تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ علامہ حنیف قریشی

میرے خلاف ایک نہیں اگر بیس مقدمات بھی درج ہوجائیں تو پھر بھی میں یہی کہوں گا کہ توہین رسالت کی سزا صرف اور صرف موت ہے۔

میری تقریر سے گورنر کو قتل کیا گیا تو جنہوں نے دس سال سے اس کے ہاتھ میں بندوق تھمائی تھی وہ بھی برابر کے شریک ہیں۔ (جناح کو انٹرویو)

شباب اسلامی پاکستان کے سربراہ مفتی محمد حنیف قریشی نے کہا ہے کہ تحفظ ناموس رسالت کا قانون ملک کی بقاء کا ضامن ہے گورنر سلمان تاثیر نے قانون ہاتھ میں لیتے ہوئے ناموس رسالت ایکٹ کو کالا قانون قرار دیا تھا جس کے ردعمل کے طور پر ممتاز قادری نے جذبہ ایمانی میں آکر یہ اقدام اٹھایا اسے مشتعل کیا گیا تھا اگر گورنر پنجاب ایسا بیان نہ دیتے تو ممتاز قادری ایسا ہرگز نہ کرتا اب معاملہ عدالت میں ہے دیکھتے ہیں اس مقدمے کا وہ کیا فیصلہ سناتی ہے ممتاز قادری کے اہل وعیال کا خیال رکھا جائے گا۔ میں نے گورنر کو واجب القتل قرار نہیں دیا اور نہ ہی ایسا کوئی بیان دیا۔ 11 نومبر 23 نومبر اور 4 دسمبر کو علمائے کرام کی طرف سے گورنر کے خلاف فتوے آئے جس میں انہوں نے سلمان تاثیر کو کافر قرار دیا تھا میرے

31 دسمبر کے جس جلسے کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے وہ ممتاز قادری کے گھر کے قریب ہوا تھا اور اس میں ممتاز قادری نے نعت پڑھی تھی اس کے علاوہ میری اس سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی اور نہ ہی اس جلسے میں میں نے گورنر پنجاب کے خلاف کوئی بات کی میں نے صرف تحفظ ناموس رسالت کے قانون کے حق میں بات کی مجھے صرف ہراساں کیا جا رہا ہے پولیس کے کسی آفیسر نے مجھ سے ملاقات نہیں کی اور نہ ہی اس حوالے سے مجھ سے کوئی بات کی اگر میرے خلاف بیس مقدمات بھی قائم کر دیے جائیں تو میں یہی کہوں گا کہ توہین رسالت کی سزا صرف اور صرف موت ہے۔ قانون توہین رسالت کے حوالے سے ان کا کہنا تھا کہ اگر یہ قانون ختم کر دیا جائے تو پھر آدمی گستاخی رسول کا مرتکب ہوگا۔ ایک سوال کے جواب میں مفتی حنیف قریشی نے کہا کہ اس تحفظ ناموس رسالت قانون کے غلط استعمال کا بہانہ بنا کر عیسائیوں کے ساتھ نرمی برتنے کے لئے اس قانون میں تبدیلی کی کوشش کی جا رہی ہے جسے کسی صورت قبول نہیں کیا جائے گا۔ تحفظ ناموس رسالت کا قانون ملکی بقاء کا ضامن ہے اور گورنر سلمان تاثیر نے اسے کالا قانون کہہ کر اشتعال انگیزی پیدا کی اس کے نتیجے میں ممتاز قادری نے مشتعل ہو کر اور جذبہ ایمانی میں آ کر اسے قتل کر دیا۔ شیری رحمٰن کے بیان کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ شیری رحمٰن کا نظریہ یہ ہے کہ وہ اس قانون کے نفاذ کے حوالے سے تبدیلی چاہتی ہے اس قانون کی مخالف نہیں ہیں۔ جس کی انہوں نے وضاحت بھی کر دی ہے لیکن ایک بات طے ہے کہ توہین رسالت کی سزا صرف اور صرف موت ہے۔ مفتی حنیف قریشی نے کہا کہ میرے تمام بیانات ریکارڈ پر موجود ہیں میں نے کبھی گورنر پنجاب کو واجب القتل قرار نہیں دیا۔ میرے بیان میں سے اگر ممتاز قادری نے از خود کوئی نتیجہ اخذ کیا ہو تو اس کا میں کچھ نہیں کہہ سکتا میں نے گورنر کو قتل کرنے کے حوالے سے کوئی فتویٰ نہیں دیا البتہ میں نے علماء کے بیانات کے حوالے دیے ہیں۔ ممتاز قادری کی گرفتاری کے بعد ان کے گھر والوں اور بچے کا ہر لحاظ سے خیال رکھا جائے گا اور مقدمے کی پیروی کے لیے بھی تعاون کریں گے کیونکہ اس قتل کے حوالے سے حقیقت معلوم کرنا تو عدالتوں کا کام ہے ہم ہر موقع پر ممتاز قادری کا ساتھ دیں گے۔ (10 جنوری 2011ء، روزنامہ جناح)

ویڈیو فلم تھانہ کوہسار کو پیش کردی
تحفظ ناموس رسالت کانفرنس میں کسی نے گورنر کو قتل کرنے کی بات نہیں کی تھی
مفتی محمد حنیف قریشی

شباب اسلامی پاکستان کے سربراہ مفتی محمد حنیف قریشی نے کہا ہے کہ ہم نے 31 دسمبر کو ممتاز قادری کے گھر کے قریب منعقد ہونے والی تحفظ ناموس رسالت کانفرنس کی وڈیو فلم تھانہ کوہسار اسلام آباد کے اے ایس آئی کو فراہم کردی ہے۔اس کانفرنس میں میری آمد سے پہلے ممتاز قادری نے نعت رسول مقبول ﷺ پڑھی تھی لیکن وہ پولیس کی وردی میں نہیں تھا بلکہ وہ سادہ کپڑوں میں ملبوس تھا۔اس کانفرنس میں کسی مقرر نے گورنر سلمان تاثیر کو قتل کرنے کی بات نہیں کی۔منگل کے روز نوائے وقت ٹیلفونک گفتگو کے دوران مفتی محمد حنیف قریشی نے کہا کہ گزشتہ جمعۃ المبارک کو میری قیادت میں ممتاز قادری کے گھر تک اظہار یکجہتی ریلی نکالی گئی جس کے بعد ہمیں ممتاز قادری کی قانونی اور اخلاقی حمایت کرنے سے باز رکھنے کے لئے مقدمے میں ملوث کرنے اور گرفتار کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔میرے اہل خانہ کو ہراساں کیا جارہا ہے جس کے غلط نتائج نکلیں گے۔ہمارا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ گستاخ رسول کی سزا موت ہے۔ہم اس کا اعادہ کرتے ہیں اور اس موقف اور مشن کیلئے جان بھی قربان کرنے کیلئے تیار ہیں۔انہوں نے کہا کہ ممتاز حسین قادری کی طرف سے گورنر کے قتل کو اپنا ذاتی فعل قرار دینے اور اسکے پیچھے کسی کا ہاتھ نہ ہونے کے اعتراف کے بعد یہ بات بلا جواز ہے کہ ممتاز حسین قادری نے میری اور شباب ملی کے مرکزی رہنما امتیاز شاہ کی تقاریر سے متاثر ہوکر گورنر کو قتل کیا۔ہمارے اہل خانہ کو ہراساں کرنا غیر قانونی اور غیر اخلاقی اقدام ہے ہمیں ٹارگٹ بنانے کا مقصد ممتاز قادری کو قانونی اور اخلاقی امداد فراہم کرنے کی تحریک کو کمزور کرنا ہے لیکن یہ تحریک کمزور نہیں ہوگی۔ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ 31 دسمبر کو ممتاز حسین قادری کے گھر کے قریب ہونے والی ریلی میں مقررین نے توہین رسالت کے قانون 295/C کی اہمیت اور قرآن و حدیث سے اس کے جواز کو ثابت کیا اور کہا کہ یہ بات

پاکستان کی بقاء اور سلامتی کا قانون ہے۔اسے ختم کرنے سے ہر شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لے گالیکن کسی مقرر نے یہ نہیں کہا کہ اٹھو گورنر سلمان تاثیر کو قتل کردو البتہ کانفرنس میں کہا گیا کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے لیکن کسی کو قتل کیلئے ٹارگٹ نہیں کیا گیا۔

(روزنامہ نوائے وقت 12 جنوری 2011ء)

گورنر سمیت کسی کو بھی قتل کرنے کی ترغیب نہیں دی۔مفتی محمد حنیف قریشی

میرے خلاف منفی پروپیگنڈہ ممتاز قادری کے حق میں نکالی گئی یکجہتی ریلی کا نتیجہ ہے

شباب اسلامی پاکستان کے سربراہ مفتی محمد حنیف قریشی نے کہا کہ 31 دسمبر 2010ء کو مسلم ٹاؤن میں ہونے والی ناموس رسالت کانفرنس میں ملک ممتاز حسین سمیت متعدد نوجوانوں نے سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ عقیدت پیش کیا اس کانفرنس میں ہزاروں افراد نے خطاب سنا ہم نے گورنر پنجاب سمیت کسی شخص کو قتل کرنے کی ترغیب نہیں دی میرے خلاف پروپیگنڈہ ہو رہا اور مجھے ہراساں کرنے کے غیر اخلاقی اور غیر قانونی ہتھکنڈے استعمال کئے جا رہے ہیں۔7 جنوری بروز جمعۃ المبارک کو ملک ممتاز حسین قادری کے ساتھ نکالی جانے والی اظہار یکجہتی ریلی کے بعد حکمرانوں کی بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے وہ شباب اسلامی ہزارہ ڈویژن کے نگران سید ضیاء حسین شاہ مفتی نذیر احمد قریشی اور زرداد احمد پر مشتمل وفد سے گفتگو کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ میں مقدمات سے گھبرانے والا نہیں ہوں۔

(روزنامہ جنگ 12 جنوری 2011ء)

سنی تحریک کے ممتاز قادری کی حمایت میں مظاہرے

سنی تحریک اور جمعیت علماء پاکستان کے زیر اہتمام لاہور فیصل آباد میں توہین رسالت ایکٹ میں مجوزہ ترمیم کے خلاف اور گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کے ملزم ملک ممتاز حسین قادری کی حمایت میں احتجاجی مظاہرے کئے گئے اور ریلی نکالی گئی۔لاہور پریس کلب کے باہر احتجاجی مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے سنی تحریک کے ڈویژنل کنوینر مجاہد الرسول نے کہا کہ ممتاز قادری کا ماورائے عدالت قتل ہوا تو حکمرانوں کا بھرپور محاسبہ کریں گے حکمران عوام

کو از خود فیصلے کرنے پر مجبور نہ کریں۔ سنی تحریک فیصل آباد نے گورنر پنجاب کے قتل کے ملزم ممتاز قادری کی حمایت میں ریلی نکالی جو ڈویژنل دفتر امین پور بازار سے شروع ہوئی اور چوک گھنٹہ گھر پہنچ کر اختتام پذیر ہوگئی۔ ریلی کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے سنی تحریک کے ڈویژنل صدر محمد ناصر نقشبندی نے کہا کہ انسانی حقوق کے چمپئن ممتاز قادری پر ہونے والے مبینہ تشدد پر کیوں خاموش ہیں؟

(10 جنوری 2011ء، روزنامہ جنگ)

سلمان تاثیر کا قتل ''فیس بک'' پر مخالفین اور حامیوں کی لفظوں کی جنگ

عالمی خبر رساں ادارے نے اپنی رپورٹ میں بتایا ہے کہ سلمان تاثیر کے قتل کے بعد فیس بک پر ان کے مخالفین نے ان کے قاتل ممتاز قادری کے نام سے ایک فین پیج بنایا۔ جس کے ارکان کی تعداد چند گھنٹوں میں 2 ہزار تک پہنچ گئی۔ اس پر مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے قتل سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا اور زیادہ تر لوگوں نے قاتل ممتاز قادری کے اس فعل کی تحسین کی۔ یہ فین پیجز بدھ کے روز ویب سائٹ سے ہٹا دیئے گئے ہیں تاہم اس بارے میں ویب سائٹ کی ترجمان رائے کیلئے دستیاب نہ ہوسکیں۔ اس دوران بہت سے افراد نے اپنے اکاؤنٹ کے اسٹیٹس میں ممتاز قادری کے لیے دعائیہ اور خیر کے کلمات لکھے۔ جبکہ دوسری طرف ایک ایسا پیج بنایا گیا ہے جس پر لکھا ہے قاتل ممتاز قادری ہم تم سے نفرت کرتے ہیں لیکن اس پر ابھی تک 70 افراد نے رکنیت ظاہر کی ہے۔

(7 جنوری 2011ء، الشرق)

پولیس چکموں کے باوجود لوگوں کی بڑی تعداد ممتاز قادری کے استقبال کے لئے راولپنڈی کچہری پہنچ گئی

گورنر سلمان تاثیر کو قتل کرنے والے ایلیٹ فورس کے اہلکار کی عدالت میں پیشی کے موقعہ پر اعلیٰ افسران کے احکامات پر عوام سمیت میڈیا کو پولیس سارا دن چکمہ دیتی رہی اس کے باوجود شہریوں کی بڑی تعداد پیشی کے وقت عدالت کے باہر اکٹھی ہوگئی وکلاء سمیت

شہریوں نے بکتر بند گاڑی پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں اور نعرے بھی لگائے۔ پولیس ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات کے مطابق سلمان تاثیر کے قاتل ملک ممتاز قادری کی عوام میں مقبولیت اور میڈیا کے ذریعے عوام تک رسائی ہونے کے باعث جب قادری کو انسداد دہشتگردی کی عدالت لے جایا گیا تو شہر بھر سے سینکڑوں کی تعداد میں شہری اور مذہبی تنظیموں سمیت وکلاء برادری ممتاز قادری کے استقبال کرنے کے لئے اکٹھے ہو گئے سینکڑوں افراد کو سنبھالنا بھی آسان نہ تھا جس پر فوری طور پر اعلیٰ افسران کو اطلاع دی گئی جس پر چیف کمشنر اسلام آباد طارق محمود پیرزادہ کے احکامات پر اقبال ہال جی سیون میں خصوصی عدالت کا اہتمام کیا گیا۔ پولیس کی بھاری نفری نے علاقے کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا جبکہ صحافیوں کو بھی آگے جانے سے روک دیا گیا۔ چار گھنٹوں کے دوران مختلف پولیس ذرائع سے معلوم ہوتا رہا کہ جج صاحبان کو بلایا جا رہا ہے مگر کوئی آنے کو تیار نہیں جبکہ ملزم کے دفعات میں سے انسداد دہشت گردی ایکٹ کی دفعہ 7ATA کو بھی حذف کرنے کا انکشاف ہوا تا کہ اس دفعہ کو ختم کر کے راولپنڈی دہشت گردی کی عدالت کا معاملہ ہی ختم کر دیا جائے اسی دوران اچانک اعلیٰ افسران کی جانب سے فیصلہ آ گیا کہ ممتاز قادری کو راولپنڈی کی عدالت میں پیش کیا جائے گا اور پولیس کی گاڑیاں نے حصار بنا کر بکتر بند گاڑی کو ایک بار پھر راولپنڈی کی عدالت میں پہنچا دیا لیکن شہریوں سمیت مذہبی تنظیموں اور وکلاء کی بڑی تعداد نے ممتاز قادری کا استقبال کیا اور عدالت عالیہ میں پہنچایا گیا۔ (7 جنوری 2011ء، جناح)

ممتاز قادری کو ساتھ لے جا کر جائے وقوعہ پر فرضی واردات دہرائی گئی

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو اسلام آباد میں جس مقام پر قتل کیا گیا وہاں قتل کی فرضی واردات کا سین دہرایا گیا جبکہ وقوعہ کی مختلف زاویوں سے تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے۔

تفصیلات کے مطابق گورنر پنجاب کو قتل کرنے کے واقعہ پر گزشتہ صبح ایف آئی اے کی خصوصی ٹیم ''ایس آئی یو'' سپیشل انوسٹی گیشن ٹیم نے جائے موقع پر جا کر تحقیقات کیں اور اس موقع پر صبح کے وقت اس علاقے کو سیل کر کے انتہائی ہائی سیکورٹی کے ساتھ ملزم کو جائے وقوعہ پر لے

جایا گیا اور اس سے تحقیقات کی گئیں، ذرائع کے مطابق اس موقع پر ممتاز قادری انتہائی پر سکون تھا اور اس نے تفتیشی ٹیم کے تمام سوالات کے جواب تفصیلاً دیئے۔ اس موقع پر ایس آئی یو نے ملزم سے اور جائے وقوعہ پر موجود عینی شاہدین سے بھی مختلف زاویوں سے سوال کیئے۔ ایس آئی یو کی ٹیم نے جائے وقوعہ سے گورنر پنجاب پر حملہ کے دوران استعمال کی جانے والی گولیوں کے مزید خول اور دیواروں پر لگنے والی گولیوں کے سکے بھی اکٹھے کیئے ہیں۔ ذرائع نے آئن لائن کو بتایا کہ ممتاز قادری کے بارے میں سابق ڈی آئی جی سپیشل برانچ ناصر خان درانی جنہیں پنجاب کی بننے والی تفتیشی ٹیم کا سربراہ بھی بنایا گیا ہے نے ممتاز قادری کا مذہبی فرقے سے تعلق کے باعث اس کی ڈیوٹی کسی بھی وی آئی پی کے ساتھ لگانے سے منع کرتے ہوئے باقاعدہ حکم نامہ بھی جاری کیا تھا، وقوعہ سے متعلق پولیس کی حراست میں موجود ایک ایلیٹ فورس کے عینی شاہد جوان نے آن لائن کو بتایا کہ ممتاز قادری ایک اچھا نشانہ باز سنائپر تھا جب اس نے گورنر پنجاب سلمان تاثیر پر حملہ کیا تو پہلے اس نے ایس ایم جی گن کو سنگل فائر پر رکھ کر ایک گولی سلمان تاثیر کی گردن جو شاید پہلے ان کی کنپٹی پر گولی مارنا چاہتا تھا سنگل فائر کیا اور اسی ایک گولی سے جو گورنر پنجاب کو چار سے چھ فٹ کے فاصلے سے ماری گئی تھی وہ جاں بحق ہو گئے تھے لیکن ممتاز قادری نے ان کی موت کے بعد ان کے جسم پر دیگر گولیاں ایس ایم جی کو برسٹ پر رکھ کر ماریں اور اس دوران اس کے ساتھ موجود دیگر کمانڈوز دم بخود رہ گئے اور انہوں نے اسے روکنے کے لئے ہوائی فائر بھی کیئے لیکن اس وقت تک وہ اپنا کام کر چکا تھا، ذرائع کے مطابق ممتاز قادری نے اپنی ایس ایم جی گن پر دو میگزین لگائے ہوئے تھے اور اس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا لیکن قبل اس کے وہ دوسری میگزین بھی لوڈ کرتا اس کے ساتھیوں نے اسے اسلحہ پھینکنے اور زمین پر اپنے دونوں ہاتھ پیچھے باندھ کر بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔

(6 جنوری 2001ء الشرق)

سلمان تاثیر کیس کی پیروی کرنے والے وکیل کی رکنیت معطل

بار داخلے پر پابندی ہوگی اسلام آباد بار کی قرارداد

اسلام آباد بار کا ممبر وکیل سابق گورنر سلمان تاثیر کے قتل کیس کی پیروی نہیں کرے گا جس نے کیس لیا اس کا محاسبہ کیا جائے گا

اسلام آباد ڈسٹرکٹ بار میں سلمان تاثیر کیس کی پیروی کرنے والے وکلاء کے محاسبے کی متفقہ قرارداد منظور کر لی گئی جو وکیل بھی حکومت کی طرف سے کیس لڑے گا اس کے بار میں داخلے پر پابندی اور رکنیت معطل کر دی جائے گی تفصیلات کے مطابق ناموس رسالت لائرز فورم کی تحریک پر جمعہ کے روز ڈسٹرکٹ بار اسلام آباد کی جنرل باڈی کا اجلاس منعقد ہوا سید واجد علی گیلانی ہال میں منعقد ہونے والے اس اجلاس میں ناموس رسالت کے حوالے سے قانون 295/C کے حق میں متفقہ طور پر قرارداد منظور کر لی گئی ہے جبکہ اس کے علاوہ قرارداد میں اس امر کی بھی متفقہ طور پر منظوری دی گئی کہ اسلام آباد ڈسٹرکٹ کورٹ کا کوئی ممبر وکیل سابق گورنر سلمان تاثیر کے قتل کیس کی پیروی نہیں کرے گا اور اگر کوئی وکیل پیروی کرے گا تو اس کی بار کی رکنیت معطل کر دی جائے گی جب کہ اس کے ساتھ اس پر ڈسٹرکٹ بار اسلام آباد میں داخلے پر بھی پابندی لگا دی جائے گی اجلاس میں پیش ہونے والی دونوں قراردادیں متفقہ طور پر منظور کر لی گئیں۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ صدر ڈسٹرکٹ بار اسلام آباد سید واجد علی گیلانی کی صدارت کے عرصہ کی یہ آخری قرارداد بھی جس کی انہوں نے بطور صدر منظوری دی۔

(15 جنوری 2011ء، روزنامہ جناح)

گجرات اور مانسہرہ میں ریلیاں، ملک ممتاز حسین کو خراج تحسین

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل پر گجرات اور مانسہرہ میں جماعت اہل سنت اور تحریک تحفظ ختم نبوت نے ریلیاں نکالیں اور گورنر کو قتل کرنے والے ملک ممتاز حسین قادری کو خراج تحسین پیش کیا۔ تفصیلات کے مطابق تحریک تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں نے منگل کو گورنر

پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کا جشن منانے کیلئے مانسہرہ میں ایک ریلی نکالی سو سے زائد افراد مرکزی چوراہے پر جمع ہو گئے اور مقتول گورنر کے خلاف نعرے لگائے۔ ریلی میں شریک افراد نے اپنے ہاتھوں میں پلے کارڈ اٹھا کر ایبٹ آباد روڈ پر مارچ کیا اور واقعے کی خوشی مناتے ہوئے مٹھائیاں بھی تقسیم کیں۔ تحریک تحفظ ختم نبوت مانسہرہ کے سربراہ عبدالرؤف روفی، سابق ناظم امجد سالار اور دیگر نے ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سلمان تاثیر کو توہین آمیز کلمات کی ادائیگی کے باعث قتل کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ جس شخص نے گورنر کا قتل کیا وہ ایک بہترین مسلمان ہے اور مسلمانوں کو اس بہادری پر اسے انعامات سے نوازنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ مرحوم سلمان تاثیر صہیونیوں کے ایجنٹ تھے اور ان کی لاش ان کے صہیونی آقاؤں کے حوالے کر دینی چاہیے۔ جبکہ گجرات میں عالمی تنظیم اہلسنت کے صدر پیر محمد افضل قادری کی زیر قیادت ریلی نکالی گئی جس میں زبردست ہوائی فائرنگ ہوئی۔ پیر محمد افضل قادری کا کہنا تھا کہ ملک ممتاز حسین قادری کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ حکومت اس کے خلاف کسی قسم کی کاروائی سے باز رہے اس کا مقدمہ ہم لڑیں گے۔ انہوں نے گورنر سلمان تاثیر کے قتل پر چالیس روزہ جشن منانے کا اعلان کیا۔ پیر افضل قادری نے کہا کہ گورنر پنجاب کو شہید نہیں بلکہ ملک ممتاز قادری کو غازی کے لقب سے پکارا جائے۔

(5 جنوری 2011ء، روزنامہ جنگ)

ممتاز قادری کے مقدمے کی پیروی کریں گے اسے انعام بھی دیا جائے گا۔
پیر محمد افضل قادری امیر عالمی تنظیم اہلسنّت

عالم تنظیم اہلسنّت کے امیر پیر محمد افضل قادری نے کہا ہے کہ گورنر سلمان تاثیر توہین رسالت کے مرتکب ہوئے تھے۔ پولیس اہلکار ممتاز قادری آج کی صدی کا غازی علم دین ہے ہم نہ صرف اس کے مقدمہ کی پیروی کریں گے بلکہ مالی مدد فراہم بھی کریں گے اور اسے انعام بھی دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ عالمی تنظیم اہلسنت کے زیر اہتمام گجرات میں ریلی نکالی گئی جس کی انہوں نے خود قیادت کی اور مٹھائیاں تقسیم کیں۔ (5 جنوری 2011ء، روزنامہ دن)

ممتاز قادری کو زبردستی جگا کر گورنر قتل کی تفتیش

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کے الزام میں گرفتار ایلیٹ فورس کے اہلکار ملک ممتاز حسین قادری سے تحقیقات کرنے والی ٹیم نے قتل کے پس منظر اور حقائق جاننے کے لئے مختلف قسم کے حربے استعمال کرنا شروع کر دیئے۔ ملزم تا حال اپنے اس موقف پر قائم ہے کہ یہ اس کا انفرادی فعل ہے۔ ہفتہ کو یہاں پولیس ذرائع کے مطابق تحقیقاتی ٹیم نے گزشتہ روز صرف سوال و جواب تک سلسلہ محدود رکھا جس کے باعث وہ اپنے من مانے جوابات حاصل نہ کر سکی، تاہم اب ملزم سے تفتیش کیلئے نیا حربہ استعمال کرنا شروع کیا گیا ہے جس کے تحت ممتاز حسین قادری کو رات کے وقت انتہائی مرغن کھانا زیادہ مقدار میں کھلایا جاتا ہے جس سے اس پر شدید غنودگی طاری ہو جاتی ہے اور پھر انتہائی روشن کمرے میں اسے زبردستی جگا کر سوال وجواب کئے جاتے ہیں۔ (9 جنوری 2011ء، روزنامہ جنگ)

تاثیر کو توہین رسالت پر قتل کیا، ندامت نہیں: ممتاز قادری

گورنر پنجاب کے قاتل ممتاز حسین قادری نے کہا ہے کہ اس نے سلمان تاثیر کو توہین رسالت پر قتل کیا ہے اور اپنے فعل پر اسے کوئی ندامت نہیں۔ ملزم ممتاز قادری سے راولپنڈی کے ایک ایس پی نے تفتیش کی ہے۔ پولیس کو دیئے گئے بیان میں ممتاز قادری نے کہا کہ اس نے دو تین دن پہلے فیصلہ کیا کہ سلمان تاثیر کو قتل کرے گا۔ ملزم کے مطابق سلمان تاثیر نے توہین رسالت کر کے گناہ کبیرہ کیا اور وہ سلمان تاثیر کو قتل کر کے مطمئن اور خوش ہے۔ سرکار بس اپنی غلامی میں قبول کر لیں۔ ملزم نے کہا کہ اسے دو مہینے کا بیٹے اور بیوی کا احساس ہے لیکن انہیں خدا کے حوالے کر دیا ہے۔ ممتاز قادری یکم جنوری 1985ء میں پیدا ہوئے 2003ء میں پنجاب کانسٹیبلری میں ملازمت اختیار کی اور 2008ء میں ایلیٹ فورس کی ٹریننگ کی۔ ملزم ممتاز قادری نماز کا پابند اور ایلیٹ ٹریننگ سنٹر میں نعتیں بھی سنایا کرتا تھا۔ نجی ٹی وی کے مطابق ملزم نے دوران تفتیش انکشاف کیا کہ کئی ساتھی اہلکار اس منصوبے سے آگاہ تھے اور

انہیں ہدایت کی تھی کہ مجھے زندہ گرفتار کیا جائے۔(5 جنوری 2011ء، روزنامہ وقت)

پشاور کے 300 وکلاء کا ملک ممتاز قادری کو قانونی معاونت فراہم کرنے کا اعلان

پشاور کی مختلف وکلاء تنظیموں نے گورنر سلمان تاثیر کے قاتل ملک ممتاز حسین قادری کو قانونی تحفظ اور معاونت فراہم کرنے کا اعلان کردیا ہے اور اس مقصد کیلئے 300 وکالت نامے پیش کردیئے ہیں جبکہ مزید 300 وکالت نامے پائپ لائن میں ہیں۔

(14 جنوری 2011ء، روزنامہ نوائے وقت)

ناموس رسالت قانون میں ترمیم نہ کرنے کے اعلان پر قادیانی جماعت کا پاکستان پر اندرونی، بیرونی دباؤ بڑھانے اور مخالف این جی اوز کی فنڈنگ کا فیصلہ

حکومت کی طرف سے ناموس رسالت ایکٹ کو ختم یا ترمیم نہ کرنے کے اعلان پر قادیانی جماعت نے امریکہ برطانیہ مغربی ممالک اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والی نامور شخصیات کو حکومتِ پاکستان پر دباؤ ڈالنے کیلئے استعمال کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جماعت احمدیہ کے اندرونی ذرائع کے مطابق حکومتی اعلان پر قادیانی قیادت شدید مایوس ہے ان کا کہنا ہے کہ پیپلز پارٹی جیسی سیکولر و روشن پارٹی سے ایسی توقع نہیں تھی لندن میں طلب کردہ اجلاس میں جماعت احمدیہ کی قیادت نے فیصلہ کیا ہے کہ پاکستان میں کام کرنے والی سیکولر این جی اوز کو ناموس رسالت قانون کے خلاف متحرک کیا جائے گا اور ان کی فنڈنگ کی جائے گی جبکہ ترقی پسند اور روشن خیال طبقوں سے بھی حکومت پر دباؤ کیلئے رابطے کئے جائیں۔

(14 جنوری 2011ء، روزنامہ نوائے وقت)

گورنر قتل کیس، حکومت ممتاز قادری کو دفاع کا حق نہیں دے رہی: قانونی ماہرین

گورنر سلمان تاثیر قتل کیس کے مبینہ ملزم ممتاز قادری کے وکیل و دیگر قانونی ماہرین نے کہا کہ حکومت ممتاز قادری کو دفاع کا حق نہیں دے رہی۔ 164 کے تحت ممتاز قادری کا

اعترافی بیان دلوا کر زیادتی کی۔ یہ غیر قانونی عمل ہے، پاکستان میں اعتراف جرم پر سزائے موت کی روایت موجود نہیں۔ ان خیالات کا اظہار ممتاز قادری کے وکیل و ڈسٹرکٹ بار راولپنڈی کے صدر ملک وحید انجم معروف آئینی ماہر حشمت حبیب اور تحفظ ناموس رسالت لائرز فورم کے رہنما جاوید سلیم شورش نے ممتاز قادری کے اعتراف جرم کرنے کے حوالے سے آنے والی میڈیا رپورٹس پر اپنے ردعمل میں کیا۔ ایک خصوصی رپورٹ کے مطابق ملک وحید انجم نے کہا ہے کہ اعترافی بیان وفاقی حکومت کے ماتحت مجسٹریٹ کے سامنے دلوایا گیا ہے در اصل دانستہ طور پر یہ کوشش کی جارہی ہے کہ ملزم کو دفاع کا حق نہ مل سکے، میڈیکل رپورٹس میں ممتاز پر پولیس تشدد ثابت ہوا ہے اور نجی ٹی وی چینلز نہ جانے کس کے دباؤ پر آ کر میڈیکل کی یہ کاپی نہیں دکھا رہے۔ ایسا دانستہ کیا جارہا ہے تا کہ ممتاز قادری کو جھوٹا ثابت کیا جاسکے۔ حشمت حبیب نے کہا ہے کہ اعترافی بیان دینے کے لئے ذہنی آزادی کی ضرورت ہوتی ہے لیکن یہاں یہ قانونی ضرورت پوری نہیں کی گئی اگر اس مقدمے میں سیاسی انتقام شامل ہوا تو خدشہ ہے کہ ملزم ممتاز قادری کو سزائے موت ہو جائے کیونکہ اعترافی بیان دینے والوں کو عدالت انتہائی سزا نہیں دیتی۔ جاوید سلیم شورش نے کہا ہے کہ پولیس نے اعترافی بیان کے وقت ملزم کو اپنے وکیل سے مشاورت کا حق نہیں دیا یہ عمل سراسر غیر قانونی ہے۔

(12 جنوری 2011ء، روزنامہ نوائے وقت)

گورنر کا جنازہ پڑھانے والے افضل چشتی غائب،
اختر قریشی، قاری یونس کا تجدید ایمان

مقتول گورنر سلمان تاثیر کی نماز جنازہ پڑھانے والے پیپلز پارٹی علماء ونگ پنجاب کے جنرل سیکرٹری علامہ محمد افضل چشتی گذشتہ کچھ دنوں سے منظر عام سے غائب ہیں جبکہ معروف نعت خواں اختر حسین قریشی اور نقیب محفل قاری محمد یونس قادری نے مقتول گورنر کے ایصال ثواب کیلئے ہونے والی تقریبات میں شرکت پر علماء کے فتوٰی کے بعد تجدید ایمان کر لیا اور کہا کہ ہم لاعلمی کے باعث تقریبات میں شریک ہوئے۔ تفصیلات کے مطابق علامہ افضل چشتی

کے قریبی ذرائع کا کہنا ہے کہ سلمان تاثیر کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد انہیں مسلسل سنگین نتائج کی دھمکیاں دی جا رہی تھیں جبکہ قاری محمد یونس نے گورنر ہاؤس میں سلمان تاثیر کی رسم قل جب کہ اختر قریشی نے تنویر الاسلام کی رہائش گاہ پر گورنر کے ایصال ثواب کی تقریب میں نعت گوئی کی تھی فتویٰ کی روشنی میں جامعہ رسولیہ شیرازیہ میں راغب نعیمی ڈاکٹر اشرف آصف جلالی اور دیگر علماء اور گواہان کی موجودگی میں تجدید ایمان کیا۔اختر حسین قریشی اور قاری یونس نے کہا کہ ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ شرعی اعتبار سے ہمارا فیصلہ غلط تھا۔

(7 جنوری 2011 نوائے وقت)

ممتاز قادری کا تعلق میانوالی کے گاؤں شہباز خیل سے ہے

گورنر پنجاب کے مبینہ قاتل ممتاز حسین قادری کا تعلق میانوالی کے گاؤں شہباز خیل سے ہے۔وہ محلہ پہاڑ خیل کے رہائشی غلام حسین ترکھان (لوہار) کے بیٹے ہیں۔ممتاز حسین قادری بہترین نعت خواں اور روحانی محفلوں کا دلدادہ ہے۔

(8 جنوری 2011 نوائے وقت)

فیس بک اور ٹویٹر کے صفحات ممتاز قادری کی تعریف سے بھر گئے جبکہ تنقید کرنے والوں کی تعداد انتہائی کم ہے

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل نے جہاں پاکستان میں وی آئی پی سیکورٹی، قتل کے سیاسی ہونے یا نہ ہونے کی بحث چھیڑ دی ہے وہیں مبصرین کے مطابق نوجوان نسل میں پائے جانے والے انتہا پسندر جحانات کو مزید اجاگر کر دیا ہے۔فیس بک اور ٹویٹر پر دیکھا جانے والا ردعمل تجزیہ نگاروں، حکومت اور معتدل خیالات رکھنے والوں کے لئے کافی حیران اور پریشان کن ہے۔قتل میں ملوث ممتاز قادری کی غازی اور ہیرو کے طور پر تعریف کی جارہی ہے جبکہ اس کے مقابلے میں ان پر تنقید کرنے والے صفحات بھی ہیں لیکن وہ آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔پاکستان میں پہلی مرتبہ کسی قتل کی حمایت میں بڑی تعداد میں نوجوان کھل کر سامنے آئے

ہیں۔فیس بک نے پاکستانی معاشرے میں بڑھتی ہوئی انتہا پسندی کو سامنے رکھ دیا ہے انگریزی روزنامے کے مدیر متفق ہیں کہ اس رجحان میں اضافہ دکھائی دے رہا ہے۔ایک طرف وہ اسامہ یا ممتاز قادری تو دوسری جانب مائکل جیکسن اور شکیرا کے دلدادہ ہیں۔

(7جنوری2011نوائے وقت)

ممتاز قادری کا پانچ روزہ جسمانی ریمانڈ،طبی معائنہ ملزم ذہنی طور پر درست قرار

صدر راولپنڈی بار سمیت پانچ سو وکلاء نے وکالت نامے جمع کرادیئے

راولپنڈی کی انسداد دہشت گردی کی عدالت نمبر ایک کے جج ملک اکرم اعوان نے سرکاری وکیل کی جانب سے دس دن کے ریمانڈ کی درخواست پر پانچ دن کے جسمانی ریمانڈ کی اجازت دیتے ہوئے ملزم ممتاز قادری کا طبی معائنہ کرانے کا بھی حکم دیا ہے سماعت کے دوران وکلاء کو ملزم سے پندرہ منٹ تک علیحدگی میں ملاقات کی اجازت بھی دی جس کے بعد سماعت کا سلسلہ ایک بار پھر جاری رکھا گیا قبل ازیں عدالت نے چیف کمشنر اسلام آباد کی طرف سے اسلام آباد میں مقدمہ کی سماعت کے نوٹیفکیشن کیخلاف ضلعی بار راولپنڈی کی درخواست سماعت کے بعد منظور کر لی۔ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن راولپنڈی کے صدر ملک وحید انجم اور دیگر عہدیداروں سمیت 500وکلاء نے بطور وکیل اپنے وکالت نامے جمع کرا دیے تھے۔اس موقع پر صبح سویرے ہی وکلاء اور مذہبی جماعتوں کے کارکنوں کی بڑی تعداد عدالت کے باہر جمع ہو گئی تھی۔مزید برآں ممتاز قادری کے اور اسلام آباد کے سول جج کی عدالت میں رہداری ریمانڈ کے دوران ممتاز قادری طبی معائنے کی استدعا کرتے ہوئے تشدد کیا جا رہا ہے بلکہ اسے دو دن سے بھوکا بھی رکھا گیا ہے جس پر ڈیوٹی مجسٹریٹ نے بھی طبی معائنے کا حکم دیا تھا۔عدالت کے باہر موجود وکلاء نے ملزم ممتاز قادری پر گلاب کی پتیاں نچھاور کیں اور اسے پھولوں کے ہار پہنائے اس موقع پر وکلاء اور شہریوں نے اللہ اکبر اور یا رسول اللہ اور قادری کے حق میں نعرے لگائے۔ممتاز قادری کو بکتر بند گاڑی کے ذریعے انسداد

دہشتگردی کی خصوصی عدالت کے احاطے میں پہنچایا گیا اس موقع پر سیکورٹی کے انتہائی سخت انتظامات تھے۔(7جنوری 2011روزنامہ خبریں)

میرے موکل کو کھانا نہیں دیا جارہا، تشدد کے ساتھ بجلی کے جھٹکے لگائے گئے ممتاز قادری کے وکیل کا بیان

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کے ملزم ممتاز قادری کے وکیل ملک وحید انجم نے عدالت کو بتایا ہے کہ میرے موکل نے مجھے بتایا ہے کہ اسے چار جنوری سے کھانے کیلئے کچھ نہیں دیا جارہا اور زبردست تشدد کیا جارہا ہے۔ وکیل صفائی نے عدالت کو اپنے موکل کے پیٹ اور کمر پر تشدد کے نشانات دکھائے۔ بجلی کے جھٹکے بھی لگائے گئے۔ بعدازاں عدالت سے باہر صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ممتاز قادری نے واضح کردیا ہے کہ میرے کسی رشتہ دار، بہن بھائی، ساتھی دوست یا پڑوسی کو میرے عزائم کا علم تھا اور نہ ہی میرا کسی سیاسی مذہبی یا کالعدم تنظیم سے تعلق ہے۔(7جنوری 2011روزنامہ جنگ)

سلمان تاثیر کیس، وکیل استغاثہ کے حصول میں مشکلات کا سامنا

معلوم ہوا ہے کہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر قتل کیس اسلام آباد، انتظامیہ وکیل استغاثہ کے حصول میں مشکلات سے دوچار ہے۔ اسلام آباد پولیس کے ذرائع کا کہنا ہے کہ انہیں اس مقدمے میں تنہا چھوڑ دیا گیا ہے۔ جمعرات کو ملزم ملک ممتاز قادری کی انسداد دہشت گردی عدالت میں پیشی کے موقع پر ڈپٹی پراسیکوٹر شیخ استجابت بھی خاموش رہے۔

(7جنوری 2011روزنامہ جنگ)

یارسول اللہ تیرے چاہنے والوں کی خیر............

مجھ کو کوئے مصطفیٰ کی چاندنی اچھی لگی

ممتاز قادری کی دوران حراست نعت خوانی کی ویڈیو منظر عام پر

دوران حراست وڈیو کیسے تیار ہوئی اور مارکیٹ میں کیسے آئی...... یہ ایک بڑا سوال ہے۔ ویڈیو

تیار کرنے والا اسلام آباد پولیس کا حوالدار بھی ویڈیو میں نظر آ رہا ہے۔ دوران حراست گورنر سلمان تاثیر کے قاتل ممتاز قادری سے ایک نعت ریکارڈ کی گئی جس کا عنوان ہے یا رسول اللہ تیرے چاہنے والوں کی خیر اور اس کا ایک شعر ہے۔

مہر و ماہ کی روشنی مانا کہ اچھی ہے مگر
مجھ کو کوئے مصطفٰی کی چاندنی اچھی لگی

دوران حراست یہ ویڈیو کیسے تیار ہوئی اور مارکیٹ میں کیسے آئی...... یہ ایک اہم اور بڑا سوال ہے کیونکہ ممتاز قادری کے وکلاء کا موقف یہ ہے کہ اسے بجلی کے جھٹکے دیئے جا رہے ہیں۔ جبکہ عملاً تھانے میں دوران تفتیش اس کی وڈیوز ریکارڈ ہو رہی ہیں۔ یہ ایک معمہ ہے جسے بہر حال حل کرنا ہوگا ویڈیو تیار کرانے والا اسلام آباد پولیس کا حوالدار بھی ویڈیو میں نظر آ رہا ہے۔(8 جنوری 2011 روزنامہ جناح)

جمعیت علمائے پاکستان کے رہنما نے ممتاز قادری کے کمسن بیٹے کی کفالت اور تعلیمی اخراجات اٹھانے کا اعلان کر دیا

جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی رہنما اور پتوکی سے قومی اسمبلی کے سابق امیدوار چوہدری محمد اشرف ضیاء نے گورنر قتل کیس کے ملزم ملک ممتاز حسین قادری کے کمسن بیٹے کی کفالت کرنے اور تعلیمی اخراجات برداشت کرنے کا اعلان کر دیا۔ اپنی رہائش گاہ پر صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وقت کا تقاضا ہے کہ بطور مسلمان کمسن بیٹے کی کفالت کی جائے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ وہ جلد راولپنڈی جا کر ان کے اہل خانہ سے ملاقات کریں گے۔(10 جنوری 2011 روزنامہ خبریں)

ممتاز قادری کے خاندان کی مالی مدد کیلئے اکاؤنٹ کھول دیا گیا

سابق ایم پی اے کنوینر انجمن فدایان ختم نبوت فیاض الحسن چوہان نے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو قتل کرنے والے ملزم ممتاز قادری کی اہلیہ کے نام اکاؤنٹ کھلوانے کا اعلان

کرتے ہوئے کہا ہے کہ اکاؤنٹ کھولنے کا مقصد ممتاز قادری اور اس کے بچے کی مخیر حضرات کی جانب سے کفالت ہے اکاؤنٹ ممتاز قادری کی اہلیہ کے نام پر ہوگا اور وہ خود ہی اس میں سے رقم نکلوا سکیں گی تا کہ کسی قسم کی کرپشن نہ ہو اور ممتاز قادری کا بچہ جوان ہو کر یہ نہ سمجھے کہ اس کے باپ نے کوئی ایسا کام کیا ہے جو اس کیلئے پریشانی کا باعث ہے انہوں نے کہا اس کے اکاؤنٹ میں سب سے پہلے میری اور میرے دوستوں کی جانب سے رقم جمع کرائی جائے گی۔

(9 جنوری 2011 روزنامہ اوصاف)

ممتاز قادری کے دعوت اسلامی سے رابطوں کی تحقیقات

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کی تحقیقات کرنے والی سکیورٹی ایجنسیاں ایک غیر سیاسی سنی بریلوی مذہبی تنظیم دعوت اسلامی کے ساتھ قاتل کے رابطوں کا کھوج لگانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ایجنسیاں یہ جاننا چاہتی ہیں کہ آیا یہ قاتل کا انفرادی فعل تھا یا کسی اور نے اس کا ساتھ دیا۔ معاملے سے واقف پولیس ذرائع کا کہنا ہے کہ ممتاز قادری جو اپنے قاتل ہونے کو تسلیم کر چکا ہے پہلے ہی دوران تفتیش اعتراف کر چکا ہے کہ وہ دعوت اسلامی کا ایک سرگرم رکن ہے تاہم وہ اس بات سے انکار کر چکا ہے کہ کسی مذہبی شخصیت نے اسے تاثیر کے قتل پر مائل کیا اور کہا کہ یہ اس کا ذاتی فعل تھا۔ ابتدائی تحقیقات سے ظاہر ہوتا ہے قادری دعوت اسلامی سے بہت متاثر تھا جس کی بنیاد مولانا الیاس قادری عطاری نے 1980ء میں کراچی میں رکھی۔ سلمان تاثیر کے قتل سے ایک ہفتہ قبل ممتاز قادری مبینہ طور پر اسلام آباد میں ایک احتجاجی مظاہرے میں شریک ہوا تھا جس کا اہتمام سنی تحریک نے کیا تھا تبصرے کے لئے رابطہ کرنے پر دعوت اسلامی کے ترجمان نے کہا کہ ”یہ مکمل طور پر تبلیغی جماعت ہے جو اپنے آپ کو قرآن وسنت کی تعلیمات کی تبلیغ تک محدود رکھتی ہے ہماری تنظیم انتہائی پر امن اور غیر متشدد ہے جو کسی بھی قسم کی انتہاپسندانہ سرگرمی پر یقین نہیں رکھتی۔“

(7 جنوری 2011 روزنامہ جنگ)

گورنرسلمان تاثیر کے بیانات واقعہ کا سبب ہیں
ممتاز قادری نے دینی حمیت کا ثبوت دیا۔علماء

مختلف مسالک کے علماء کرام نے کہا ہے مقتول گورنرسلمان تاثیر کے اپنے بیانات اس واقعہ کا حقیقی سبب ہیں، ممتاز قادری نے دینی غیرت اور حمیت کا ثبوت دیا۔ناموس ایکٹ میں تبدیلی کا مطالبہ کرنے والوں سے تفتیش کی جائے۔ایک خصوصی رپورٹ کے مطابق حافظ حسین احمد نے کہا ہے کہ سلمان تاثیر خود اس واقعہ کے ذمہ دار ہیں۔انہوں نے قانون اور عدلیہ کو پس پشت ڈالا اور تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کو کالا قانون قرار دیا۔مسجد مہابت خان پشاور کے خطیب مولانا یوسف قریشی نے کہا ہے کہ علماء کرام اور تمام مسلمان ممتاز قادری کا مقدمہ اپنا مقدمہ سمجھ کر لڑیں گے اتفاق مسجد لاہور کے خطیب سید ریاض حسین شاہ نے کہا ہے کہ سلمان تاثیر اور شیری رحمٰن کے بیان نے مسلمانوں کے جذبات مجروح کئے مظہر سعید کاظمی نے کہا ہے کہ سلمان تاثیر نے مسلمانوں کی غیرت ایمانی کو للکارا تھا،تمام علماء کی ہمدردیاں ممتاز قادری کے ساتھ ہیں۔ثروت اعجاز قادری نے کہا ہے کہ اگر گورنر قانون کی پاسداری کرتے اور سیشن جج کے فیصلے کا احترام کرتے تو یہ واقعہ رونما نہیں ہوتا۔دوسری جانب تحفظ ناموس رسالت لائرز فورم کے جاوید سلیم، اسلام آباد بار کے صدر واجد گیلانی اور راولپنڈی بار کے صدر ملک وحید انجم نے کہا ہے کہ ممتاز قادری کو موت کی سزا نہیں ہو سکتی۔

دوسری جانب لاہور اسلام آباد اور راولپنڈی کے وکلاء نے گورنرسلمان تاثیر کے جملوں کو انتہائی قابل اعتراض اور آسیہ کی حمایت کو اشتعال انگیز قرار دیا ہے۔علاوہ ازیں ایک خصوصی رپورٹ کے مطابق مقتول گورنرسلمان تاثیر کی میت کو بے حرمتی سے بچانے کے لئے فوجی قبرستان میں دفنایا گیا۔ذرائع کے مطابق خدشہ تھا کہ اگر کسی دوسری جگہ دفن کیا جاتا تو مشتعل لوگ ان کی قبر کی بے حرمتی کر سکتے ہیں۔ایک اہم سرکاری افسر نے انکشاف کیا ہے کہ سلمان تاثیر کا برطانوی خفیہ ایجنسی ایم آئی 6 سے تعلق تھا۔

(8 جنوری 2011 روزنامہ نوائے وقت)

بڈیانہ کے صحافی نے بیٹے کا نام ممتاز قادری رکھ دیا

قصبہ بڈیانہ کے صحافی خواجہ سعید احمد بٹ نے اپنے نومولود بیٹے کا نام گورنر پنجاب کو قتل کرنے والے گارڈ سے متاثر ہو کر ممتاز قادری رکھ دیا سابق ممبر ضلع کونسل غلام فرید نائیک، صحافی صاحبزادہ ظہور واصف، پروفیسر شہزاد بٹ اور دیگر نے خواجہ سعید احمد بٹ کے فیصلے پر اطمینان کا اظہار کیا ہے۔دریں اثناء پیپلز پارٹی کے رہنما حنیف رضا نے کہا ہے کہ خواجہ سعید احمد بٹ نے جذباتی فیصلہ کیا ہے۔(9 جنوری 2011 روزنامہ جناح)

راولپنڈی میں ممتاز قادری سے اظہار یکجہتی کیلئے ریلی، ہزاروں افراد کی شرکت

شباب اسلامی پاکستان، تحریک فدایان ختم نبوت اور سول سوسائٹی کے زیر اہتمام غازی ملک ممتاز حسین قادری اور ان کے اہل خانہ سے اظہار یکجہتی کیلئے گزشتہ سہ پہر ان کی اقامت گاہ واقع المسلم سٹریٹ سے بھرپور ریلی نکالی گئی جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی شباب اسلامی کے سربراہ مفتی محمد حنیف قریشی کی قیادت میں ریلی کا آغاز جامع مسجد آمنہ مری روڈ سے ہوا جس میں ٹرانفارم چوک میں سابق ایم پی اے فیاض الحسن چوہان اور مفتی عزیز الدین کوکب کی قیادت میں تحریک فدایان ختم نبوت کی ریلی شامل ہو گئی۔شرکاء ریلی غازی تیری جرات کو سلام ہو، غازی تیرے جان نثار بے شمار، جیوے جیوے غازی جیوے غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے کے نعروں کے علاوہ نعرہ تکبیر و رسالت بلند کر رہے تھے ریلی میں صدر زرداری کے خلاف بھی نعرے لگائے گئے غازی ممتاز قادری کے گھر کے باہر شرکاء جلوس کی پر جوش نعرہ بازی کے دوران رقت آمیز مناظر دیکھنے میں آئے۔اس موقع پر ممتاز قادری کے والد اور بھائیوں کو گلدستے پیش اور ہار پہنائے گئے اور گلپاشی کی گئی مفتی محمد حنیف قریشی، فیاض الحسن چوہان اور مفتی عزیز الدین کوکب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پوری قوم غازی ممتاز حسین اور انکے اہل خانہ کے ساتھ ہے۔اس موقع پر ممتاز قادری کے علیل والد ملک محمد بشیر کو کندھے پر اٹھا کر شرکاء ریلی کو زیارت کرائی گئی۔(8 جنوری 2011 روزنامہ نوائے وقت)

ممتاز قادری نے 2008ء سے 2011ء تک 509 مرتبہ سکیورٹی ڈیوٹی کی

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو قتل کرنے والے ایلیٹ فورس کے اہلکار ممتاز قادری نے 2008ء سے 2011ء تک مجموعی طور پر 509 مرتبہ سکیورٹی ڈیوٹی کی۔ صدر، وزیراعظم کی ائیر پورٹ آمد و روانگی کے دوران 18 مرتبہ، گورنر پنجاب کے ساتھ 10 مرتبہ، میاں نواز شریف کے ساتھ دس مرتبہ پنجاب ہاؤس میں وزیراعلیٰ کے ساتھ 19 مرتبہ اپوزیشن لیڈر کے ساتھ 8 مرتبہ، ڈی جی ایف آئی اے کے ساتھ 16 مرتبہ، سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ کے ساتھ 2008ء میں ایک مرتبہ آئی جی پنجاب کے ساتھ 2008ء میں وزیر داخلہ رحمان ملک کے ساتھ 2010ء میں ایک مرتبہ ایک مرتبہ، غیر ملکی دفود کے ساتھ 2010ء میں دو مرتبہ سکیورٹی ڈیوٹی انجام دی۔ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے ساتھ ممتاز قادری نے پہلی مرتبہ 15 اپریل 2010ء کو ڈیوٹی کی دوسری ڈیوٹی 26 مئی 2010ء کو کی تیسری ڈیوٹی تین ستمبر 2010ء کو کی تھی۔ (12 جنوری 2011 روزنامہ نوائے وقت)

ہم کو اللہ اور نبی سے پیار ہے، ان شاء اللہ اپنا بیڑا پار ہے
خواہش ہے توہین رسالت کے مرتکب تمام افراد کو اپنے ہاتھوں سے قتل کروں: ممتاز قادری

جج کی موجودگی کے باوجود وکلاء نے ''آیا آیا شیر آیا'' اور ''قادری زندہ باد'' کے نعرے لگائے، گورنر پنجاب کے قتل میں ملوث ملزم ممتاز قادری نے گزشتہ روز جوڈیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں پیشی کے موقع پر کہا کہ میری خواہش ہے کہ جس جس نے توہین رسالت کی ہے اسے میں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں اس موقع پر ملزم نے عدالت میں موجود افراد کے اصرار پر ایک نعتیہ شعر ''ہم کو اللہ اور نبی سے پیار ہے، ان شاء اللہ اپنا بیڑا پار ہے'' پڑھا۔ عدالت میں جج کی موجودگی کے باوجود وکلاء نے آیا آیا شیر آیا اور قادری زندہ باد کے نعرے لگائے اور ملزم پر کمرہ عدالت میں پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں۔ (6 جنوری 2011ء روزنامہ جناح)

ممتاز پانچ وقت کا نمازی، تعلق دعوت اسلامی سے ہے۔اہل محلّہ کا موقف

گورنر سلمان تاثیر کو قتل کرنے والے پولیس اہلکار ممتاز قادری کے محلہ داروں کا کہنا ہے کہ ممتاز قادری کا تعلق غیر سیاسی اور تشدد پر یقین نہ رکھنے والی جماعت دعوت اسلامی سے ہے جبکہ محلہ دار خواتین نے پولیس کو بتایا ممتاز قادری پانچ وقت کا نمازی ہے۔خصوصی رپورٹ کے مطابق پولیس کو تلاشی کے دوران ممتاز کے کمرے سے کئی مذہبی کتابیں برآمد ہوئی ہیں۔

(6 جنوری 2011 روزنامہ نوائے وقت)

ممتاز قادری کا ایک روزہ جسمانی ریمانڈ' عدالت آمد پر لوگوں نے پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں: اسلام آباد بار کا مقدمہ لڑنے کا اعلان

سینئر سول جج اسلام آباد نے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کے ملزم ممتاز قادری کا ایک روزہ جسمانی ریمانڈ دیتے ہوئے پولیس کے حوالے کر دیا۔جبکہ اسلام آباد ایسوسی ایشن نے ممتاز قادری کا مقدمہ لڑنے کا اعلان کیا ہے۔ممتاز قادری کی عدالت میں پیشی کے موقع پر سول سوسائٹی کے افسروں، وکلاء مذہبی جماعتوں کے کارکنوں نے ان پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں اور پھولوں کے ہار بھی پہنائے گئے۔ پولیس کی جانب سے پانچ روزہ جسمانی ریمانڈ کی درخواست کی گئی تھی تاہم اسے مسترد کر دیا گیا۔ملزم ملک ممتاز کو آج راولپنڈی کی انسداد دہشت گردی کی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ممتاز قادری کی عدالت میں پیشی کے موقع پر سکیورٹی کے سخت ترین انتظامات کئے گئے تھے۔کچہری کے داخلی اور خارجی راستوں پر لوگوں کی جامہ تلاشی لی گئی۔ملزم کو بکتر بند گاڑی میں سیاہ ٹوپ پہنا کر لایا گیا۔پولیس نے ملزم کا راہداری ریمانڈ طلب کیا۔فاضل عدالت نے ملزم کو ایک دن کے راہداری ریمانڈ پر پولیس کی حراست میں دے دیا۔اس موقع پر صرف وکلاء کو اندر جانے کی اجازت تھی جبکہ میڈیا کو بھی عدالت میں جانے سے روک دیا گیا۔عدالت نے ممتاز قادری کا طبی معائنہ کرانے کا حکم دیا۔ممتاز قادری کو عدالت میں پیش کیا گیا تو وکلاء، مذہبی جماعتوں کے کارکنوں، سول

سوسائٹی کے افراد نے ان پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں اور پھولوں کے ہار بھی پہنائے لوگوں کی کثیر تعداد ضلع کچہری اسلام آباد میں موجود تھی جنہوں نے ملزم کی آمد پر نعرہ تکبیر بلند کئے اور پھول نچھاور کئے۔ ملزم ممتاز قادری کے حق میں مذہبی جماعتوں کے کارکنوں اور وکلاء کے علاوہ لوگوں کی بڑی تعداد نے نعرے بازی بھی کی۔ وقت نیوز کے مطابق اسلام آباد بار ایسوسی ایشن کے وکلاء کا کہنا ہے کہ ممتاز قادری پر دہشت گردی کی دفعات نہیں لگائی جا سکتیں۔ فاروق سلہریا ایڈووکیٹ کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ سلمان تاثیر کا قتل ملزم ملک ممتاز قادری کا انفرادی فعل ہے۔ بی بی سی کے مطابق ایک وکیل خرم قریشی نے بتایا کہ ان سمیت تین سو وکلاء نے ممتاز قادری کے مقدمہ کی بلا معاوضہ پیروی کرنے کی درخواست دی ہے۔

(6 جنوری 2011 روزنامہ نوائے وقت)

قادری فیملی کا کسی مذہبی تنظیم سے تعلق نہیں با کردار لوگ ہیں کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا۔ ممتاز قادری پانچ وقت کا نمازی، والدہ دو سال قبل فوت ہوئی، والد مستری ایک بھائی دکاندار، ایک پی ٹی سی ایل ملازم اچھے کردار کے مالک ہیں

(اہل محلّہ کے تاثرات)

ملک ممتاز قادری نے توہین رسالت کے مرتکب گورنر سلمان تاثیر کے قتل بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے اہل محلّہ نے کہا کہ قادری فیملی کا کسی مذہبی تنظیم سے کوئی تعلق نہیں با کردار لوگ ہیں، کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا، ممتاز قادری کے اہل خانہ کو کوئی تکلیف پہنچائی گئی تو عوام سڑکوں پر نکل آئیں گے، امتیاز عالم، رشید خان، ساجد حسین نے بتایا کہ یہ لوگ یہاں 35 سال قبل آ کر آباد ہوئے اور انہوں نے اپنا مکان خریدا جس میں ملک ممتاز کے تینوں بھائی، ملک ولید، ملک سفیر، ملک عابد، ملک فضل اپنے فیملی کے ساتھ رہائش پذیر ہیں والد راج مستری کا کام کرتا ہے ایک بھائی پی ٹی سی ایل میں ملازم ہے جبکہ ایک بھائی کی مرغی اور سبزی کی دکان ہے طارق رحیم نے بتایا کہ ممتاز قادری کے گھرانے کے تمام لوگ

پانچوں وقت کے نمازی ہیں اور ممتاز قادری کو کبھی گلی میں فضول کھڑے نہیں دیکھا وہ باقاعدگی سے نماز پڑھتا تھا۔صابری کلچہ سنٹر کے مالک محمد مشکور نے بتایا کہ کبھی کبھار ہمارے تندور سے کلچے لینے آتا تھا اور ہمیں نماز کی تلقین کرتا تھا۔شریف الدین نے بتایا کہ محلے کی لڑکیاں کالج جاتی تھیں اگر وہ آرہا ہو تو محلے کے لڑکوں سے کہتا کہ ہٹ جاؤ نہایت شریف النفس لڑکا تھا صغیر نے بتایا کہ دو سال قبل اس کی والدہ فوت ہوئی۔وہ اپنے کام سے کام رکھنے والا لڑکا تھا مرزا زاہد نے بتایا کہ محلے میں ان لوگوں کی شہرت اچھی تھی محلے میں اگر کوئی پرابلم ہو جائے تو یہ لوگ سب سے پہلے مدد کرتے تھے۔ملزم کا کسی مذہبی تنظیم سے کوئی تعلق نہیں تھا اہل سنت ملک اعوان فیملی کے لوگ تھے محلے میں کبھی کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔

(6 جنوری 2011 روزنامہ جناح)

سلمان تاثیر کے قتل پر فاروق آباد کے تاجروں کا ہڑتال کرنے سے انکار

سلمان تاثیر کے قتل پر فاروق آباد تاجر برادری نے ہڑتال سے انکار کر دیا۔گورنر پنجاب سلمان تاثیر کی ہلاکت پر مقامی پیپلز پارٹی کی طرف سے ہڑتال کی کال دی گئی اور مساجد میں اعلانات کئے گئے۔دکانیں اور کاروباری مراکز کو زبردستی بند کروانے کی کوشش کی گئی تاہم مرکزی انجمن تاجران کے صدر محمد اعظم شیخ اور انجمن تاجراں اپروچ روڈ لاری اڈہ کے صدر محمد احمد مقبول نے ہڑتال کی مخالفت کرتے ہوئے ہڑتال نہ کرنے کا اعلان کیا اور تاجر برادری کو دکانیں کھلی رکھنے کا پیغام دیا جس پر کاروباری مراکز معمول کے مطابق کھلے رہے اور ٹریفک معمول کی طرح چلتی رہی۔اس سے پہلے منگل کو جیسے ہی سلمان تاثیر کے قتل کی خبر نشر ہوئی لاری اڈہ کے ایک دکاندار دلشاد نے یہ کہتے ہوئے مٹھائی تقسیم کی کہ گستاخ رسول کی حمایت کرنے والا گستاخ رسول گورنر اپنے انجام کو پہنچ گیا ہے عالم دین پیر سید مقدس سجاد بخاری نے کہا ہے کہ ایسا شخص جو ناموس رسالت ﷺ کے قانون کو کالا قرار دے اور علماء کرام کو جاہل کہے اس کا انجام یہی ہے۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ سلمان تاثیر کا جنازہ پڑھنے والوں کے نکاح ٹوٹ گئے ہیں پاکستان محمدی پارٹی کے سربراہ مہربان سائیں عبدالغفور میاں نے کہا ہے کہ

مسلمانوں کیلئے سلمان تاثیر کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔موبائل فون پر ایس ایم ایس کا تانتا بندھ گیا۔لوگ ایس ایم ایس کے ذریعے گورنر سلمان تاثیر کو گستاخ رسول اور ایلیٹ فورس کے کمانڈو ملزم ملک ممتاز قادری کو خراج تحسین پیش کرتے رہے۔

(6 جنوری 2011 روزنامہ جناح)

حبیب وہاب الخیری نے ممتاز قادری کا کیس لڑنے کی پیشکش کر دی

سینئر سپریم کورٹ وکلاء احمر بلال صوفی، احمد اویس ایڈووکیٹ اور اظہر صدیق ایڈووکیٹ نے کہا ہے کہ ناموس رسالت ﷺ کے خلاف بات کرنے والے شخص کو عدالت میں سزا میں رعایت دے سکتی ہے جبکہ سنیئر وکیل سپریم کورٹ حبیب الوہاب الخیری نے ملزم کی جانب سے بطور وکیل پیش ہونے کی پیشکش کر دی ہے اور کہا ہے کہ وہ ان سزا سے تو نہیں بچا سکیں گے تاہم ان کی سزا میں رعایت کے لئے ضرور کوشش کر سکتے ہیں کیونکہ ملزم نے نا صرف اعتراف جرم کر لیا ہے بلکہ اس حوالے سے اس نے با قاعدہ پلاننگ بھی کی ہے۔

(6 جنوری 2011 روزنامہ الشرق)

فاروق سلہریا کا پچاس ساتھیوں کے ساتھ ممتاز قادری کی مفت پیروی کرنے کا اعلان

اسلام آباد ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے رکن فاروق سلہریا ایڈووکیٹ نے اپنے پچاس ساتھیوں کے ساتھ گورنر کو قتل کرنے والے ایلیٹ فورس کے اہلکار ممتاز قادری کی مفت پیروی کرنے کا اعلان کیا ہے۔اور کہا ہے کہ میں اور میرے ساتھی ممتاز قادری کی مکمل قانونی پیروی کریں گے اور ہر عدالت میں اس کا مقدمہ لڑا جائے گا۔فاروق سلہریا ایڈووکیٹ نے کہا کہ ممتاز قادری کا جذبہ متاثر کن ہے اور اسی بناء پر میں نے اور میرے ساتھیوں نے اس کی قانونی معاونت کا فیصلہ کیا ہے۔

(6 جنوری 2011 روزنامہ جناح)

ممتاز قادری نے ساتھی اہلکاروں کو منصوبے سے آگاہ کیا اور کہا کہ اسے زندہ گرفتار کیا جائے

سلمان تاثیر کے قتل کے ملزم ملک ممتاز قادری نے دوران تفتیش انکشاف کیا ہے کہ اس نے کچھ ساتھی اہلکاروں کو اپنے منصوبے سے آگاہ کیا تھا جبکہ کچھ عرصہ پہلے اسے سیکورٹی رسک قرار دے کر اسپیشل برانچ سے نکال دیا گیا تھا۔ ذرائع کے مطابق ملک ممتاز نے تفتیشی اہلکاروں کو بتایا کہ اس نے اپنے کچھ ساتھی اہلکاروں کو گورنر پنجاب کے قتل کے منصوبے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ قتل کے بعد ہتھیار ڈال دے گا۔ ذرائع کے مطابق ملک ممتاز نے ساتھی اہلکاروں سے درخواست کی تھی کہ اگر وہ سلمان تاثیر کو قتل کر دے تو اس پر فائرنگ نہ کی جائے اور زندہ گرفتار کیا جائے۔ (6 جنوری 2011 روزنامہ جناح)

مری میں ہوں اس لئے سلمان تاثیر کا جنازہ نہ پڑھا سکا۔ عبدالخیر آزاد

بادشاہی مسجد کے امام مولانا ابوالخیر آزاد نے سلمان تاثیر کی نماز جنازہ پڑھانے کی دعوت ملی تھی لیکن میں بچوں کے ساتھ فیملی ٹور پر مری میں ہوں جس وجہ سے میں معذرت کر لی تھی۔

(6 جنوری 2011 روزنامہ ایکسپریس)

ممتاز قادری ہمارا سرگرم رکن نہیں رہا

دعوت اسلامی نے مشترکہ تحقیقاتی ٹیم کو بیان قلم بند کرادیا

ذرائع کے مطابق گورنر پنجاب قتل کیس میں گرفتار ممتاز قادری کے دعوت اسلامی سے تعلق کے بارے میں مشترکہ تحقیقاتی ٹیم نے جو بیان ریکارڈ کیا ہے اس میں دعوت اسلامی کی طرف سے بتایا گیا ہے کہ ہر مسلمان کا کسی نہ کسی مکتبہ فکر سے تعلق ضرور ہے۔ جس کی تقلید کرتے ہوئے وہ اپنے مذہبی فرائض سر انجام دیتا ہے اور یہ کوئی جرم نہیں۔ اس لئے اگر اس کی دعوت اسلامی سے عقیدت ہے تو یہ قابل اعتراض عمل نہیں۔ دعوت اسلامی قرآن وسنت کی تعلیمات کے فروغ کی ایک اسلامی تنظیم ہے۔ جس کسی قسم کے تشدد پر یقین نہیں رکھتی۔ ممتاز

قادری اس ادارے کا سرگرم رکن بھی نہیں رہا۔ ذرائع نے بتایا کہ تحقیقاتی ٹیم نے چند اسلامی کتب جو ممتاز قادری کے گھر پر چھاپہ کے دوران قبضہ میں لی تھیں وہ دعوت اسلامی کی شائع کردہ ہیں لیکن یہ خالصتاً اسلامی تعلیمات اور مسائل کی کتابیں ہیں۔

(8 جنوری 2011 روزنامہ جناح)

سلمان تاثیر کا کفن دفن جائز نہیں (پیر محمد افضل قادری)

عالمی تنظیم اہل سنت کے مرکزی امیر پیر محمد افضل قادری نے فتویٰ دیا ہے کہ سلمان تاثیر کی نماز جنازہ جائز نہیں اور نہ ہی انہیں غسل، کفن اور قبر بنا کر تدفین جائز ہے۔ شرعی حکم ہے کہ ایسے شخص کو مٹی ڈال کر گڑھا بند کر دیا جائے اور اوپر قبر کا نشان بھی نہ بنایا جائے۔

(6 جنوری 2011 روزنامہ جناح)

ممتاز قادری کی رہائی کے لئے ملک بھر میں مظاہرے

ملک بھر میں ممتاز قادری کی رہائی کے لئے مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے۔ چارسدہ میں نجی کالجوں کے طلباء نے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل میں گرفتار ملزم ملک ممتاز قادری کی رہائی کیلئے احتجاجی ریلی نکالی۔ ریلی مختلف بازاروں سے گزرتی ہوئی فاروق اعظم چوک میں جلسے کی شکل اختیار کر گئی۔ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے طلباء رہنماؤں عابد جان، کبیر اصغر علی اور احمد علی نے کہا کہ ملک ممتاز نے گستاخ رسول کو قتل کر کے مسلم امہ پر احسان عظیم کیا ہے۔ پاکستان کے آئین میں بھی گستاخ رسول کی سزا پھانسی ہے۔ مقررین نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ملک ممتاز قادری کو فوری طور پر رہائی دی جائے۔ مظاہرین نے ممتاز قادری کے حق میں زبردست نعرے لگائے۔ احتجاجی جلسے میں اس وقت سراسیمگی اور جوش و خروش پیدا ہوا جب ملک ممتاز قادری کے ہم شکل نے اچانک سٹیج پر آ کر تقریر شروع کی۔ مقررین نے کہا کہ ملک ممتاز قادری نے صحیح قدم اٹھا کر توہین رسالت کے مرتکب سلمان تاثیر کو کیفر کردار تک پہنچا دیا اور غازی کا درجہ حاصل کیا۔ انہوں نے کہا حکمران مغرب کی تقلید چھوڑ کر اللہ اور رسول سے

تعلق جوڑیں۔انہوں نے کہا کہ جب تک مسلمانوں کا جذبہ ایمان مضبوط نہیں ہوگا سلمان تاثیر اور آسیہ مسیح جیسے لوگ نبی آخرالزمان کی شان میں گستاخیاں کرتے رہیں گے۔

(9جنوری 2011روزنامہ الشرق)

امریکہ نے ناموس رسالت ایکٹ میں ترمیم کیلئے سلمان تاثیر سے رابطہ کیا تھا

سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو امریکیوں نے ناموس رسالت کے قانون میں ترمیم کرنے کے حوالے سے رابطہ کیا تھا۔قتل ہونے سے قبل سلمان تاثیر نے اسلام آباد میں سیاسی شخصیات سے ملاقات میں ناراضگی کا اظہار کیا کہ اس ایشو پر اسے اکیلا چھوڑ دیا گیا ہے۔ ذرائع کے مطابق پیپلز پارٹی،ناموس رسالت قانون میں ترمیم کرنا چاہتی تھی تاہم گورنر سلمان تاثیر کی موت کے بعد اس معاملے کو ٹھپ کر دیا گیا ہے کیونکہ پیپلز پارٹی سمجھتی ہے کہ آئندہ عام انتخابات میں وہ اپنے ووٹ بینک کو متاثر کر سکتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ پارٹی قیادت نے گورنر سلمان تاثیر کے قتل کو مذہبی کی بجائے سیاسی رنگ دینا شروع کر دیا ہے۔

(8جنوری 2011روزنامہ دن)

میرے سامنے کوئی توہین رسالت کرے تو گولی ماردوں گا: رحمٰن ملک

وفاقی وزیرداخلہ رحمٰن ملک نے کہا ہے کہ گورنر پنجاب کے قتل کی تحقیقات میرٹ پر ہوں گی۔ان کا کہنا تھا کہ ٹاپ کلاس کے انویسٹی گیٹرز کو تحقیقات پر مامور کیا گیا ہے اور تحقیقات جاری ہیں جلد آگاہ کیا جائے گا۔لاہور میں میڈیا کے نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے وفاقی وزیرداخلہ کا کہنا تھا کہ ناموس رسالت ﷺ قانون میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی،میرے سامنے شان رسول ﷺ میں گستاخی کرنے والے کو میں گولی ماردوں گا۔انہوں نے کہا کہ آنے والی نسلوں کو دہشتگردی کا سبق دینے سے گریز کیا جائے اور میری تمام طبقوں سے درخواست ہے کہ شدت پسندی کو ہوا نہ دیں،انسانی جان بچانے کے لئے سیاست سے بالاتر ہو کر سوچنا چاہیے۔(6جنوری 2011روزنامہ جناح)

گورنر کا قتل ذاتی فعل ہے۔کوئی جماعت ملوث نہیں: ممتاز قادری
میں نے کسی کا نام نہیں لیا پولیس فرضی کہانیاں بیان کر رہی ہے
وکیل سے گفتگو

ممتاز قادری کے وکیل ملک وحید انجم نے کہا کہ دوران ملاقات ممتاز قادری نے بتایا ہے کہ دوران حراست میرے پیٹ اور بائیں طرف بجلی کا کرنٹ لگایا جاتا رہا ہے اور مجھے سونے نہیں دیا گیا اور نہ ہی کھانے کو دیا جاتا ہے اس نے کہا کہ یہ فعل میرا ذاتی ہے اس میں کسی سیاسی و دینی جماعت یا میرے دوست واحباب اور عزیز رشتہ داروں میں سے کسی کا کوئی ہاتھ نہیں ہے اور اس ضمن میں جو بھی خبریں منظر عام پر لائی جا رہی ہیں وہ سب پولیس کی من مانیاں ہیں میں نے کسی کا کوئی نام نہیں لیا ہے اور نہ ہی ایسی خبروں میں کوئی صداقت ہے ملک وحید انجم ایڈووکیٹ نے مزید کہا کہ ممتاز قادری کے والد اور بھائیوں کو بغیر مقدمہ درج کئے حراست میں لیا گیا ہے اور نہ ہی انہیں ریمانڈ کیلئے عدالت میں پیش کیا گیا ہے جس پر ہم آج ہائی کورٹ میں حبس بے جا کی درخواست دائر کریں گے۔(7 جنوری 2011 روزنامہ جناح)

انٹرنیٹ پر ممتاز قادری کے دو ہزار حامی، 70 مخالف

دو ہزار سے زائد فیس بک صارفین سلمان تاثیر کے قاتل ممتاز قادری کی تعریف میں قائم کئے گئے ایک گروپ میں شامل ہو گئے ہیں اس کے ساتھ ساتھ درجنوں مزید افراد نے اس پیج کو جوائن کیا ہے۔ جو قادری کی فائرنگ کے فوری بعد ان کی تعریف میں بنایا گیا تھا۔ تاہم بدھ کے روز ممتاز قادری کے حوالے سے بک پر بنائے گئے تمام صفحات ختم کر دیے گئے ہیں۔ابھی تک اس حوالے سے فیس بک انتظامیہ کا کوئی بھی موقف سامنے نہیں آیا۔ فیس بک پر ممتاز قادری کے فعل کی مخالفت میں ایک پیج بنایا گیا ہے اس پیج کو ابھی تک صرف 70 افراد نے جوائن کیا ہے۔قادری کے مخالف فیس بک پیج پر کسی قسم کی بحث یا تبصرہ کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔(7 جنوری 2011 روزنامہ جناح)

علماء اور مدارس کے طلباء کی بڑی تعداد ممتاز قادری کے گھر پہنچ گئی درود پاک کا ورد کرتے رہے

گورنر پنجاب کے قتل میں ملوث ایلیٹ فورس کے جوان ملک ممتاز قادری کے اہل خانہ اور بالخصوص اس کے چار ماہ کے بیٹے سے ملاقات کیلئے جانے والے علماء کے مختلف وفود کو پولیس اور ڈیوٹی پر موجود حساس اداروں کے اہلکاروں نے روک دیا۔ ملاقات سے روکے جانے پر علماء کرام اور پولیس کے مابین تلخ جملوں کا بھی تبادلہ ہوا۔ جبکہ ممتاز قادری کی گلی میں درود پاک ورد اور نعرہ تکبیر ورسالت بھی لگائے گئے۔ بدھ کے روز جامعہ رضویہ ضیاء العلوم کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت علامہ ابوالخیر پیر سید حسین الدین شاہ کی قیادت میں درجنوں علماء اور مدارس کے طلباء کی بڑی تعداد ممتاز قادری کے اہل خانہ سے ملاقات کی کوشش کی تاہم ڈیوٹی پر موجود اہلکاروں نے انہیں روک دیا اور انہیں گھر کے اندر داخل ہونے یا اہل خانہ کے کسی بھی فرد سے ملاقات کی اجازت نہیں دی۔ ملاقت کے خواہشمند علماء کرام اور ڈیوٹی پور موجود اہلکاروں کے مابین اس موقع پر تلخ کلامی بھی ہوئی۔ تاہم پولیس اہلکار معذرت کرتے رہے۔ بعدازاں مدارس کے طلباء نے بھی اپنی کوشش کی۔ لیکن انہیں ہٹا دیا گیا۔ دوسری جانب مفتی حنیف قریشی اور مقامی مساجد کے مختلف علماء کرام کی جانب سے کی جانے والی کاوشیں بھی کامیاب نہیں ہوسکیں۔ جمعیت علماء اہلسنت راولپنڈی ڈویژن کے صدر قاری ظہور علی قادری کی وفد میں بھی علماء کرام کے وفد نے ممتاز قادری کے گھر میں موجود اہل خانہ سے ملاقات کیلئے تگ ودو کی مگر انہیں بھی روک دیا گیا۔ اس موقع پر موجود عام شہریوں اور مدارس کے طلباء نے درود پاک کا ورد اور اللہ اکبر اور نعرہ رسالت کے نعرے لگائے۔ کیپٹن ریاض مارکیٹ اور کرنل یوسف کالونی سے گزرنے والا ہر شخص ممتاز قادری کے گھر کے سامنے یا قریب کھڑے ہو جاتے ہیں اور تادیر خاموش رہتے ہیں اور گھر کا جائزہ لیتے ہیں اور پھر چل پڑتے ہیں۔ دریں اثناء جامعہ رضویہ ضیاء العلوم کے سربراہ شیخ الحدیث علامہ پیر سیّد حسین الدین شاہ نے

گورنر پنجاب سلمان تاثیر قتل میں ملوث ملزم ممتاز قادری کی اہلیہ اور بیٹے کی مکمل کفالت کرنے، اہل خانہ کی سرپرستی کرنے اور انکے لئے ہر ممکن مدد فراہم کرنے کا اعلان کیا ہے۔

(6 جنوری 2011 روزنامہ اوصاف)

معروف علماء کے ساتھ سرکاری خطیبوں کا بھی سلمان تاثیر کا جنازہ پڑھنے سے انکار

لاہور کے معروف علماء کرام کے ساتھ ساتھ سرکاری خطیبوں نے مذہبی حلقوں کے ردعمل سے بچنے کے ساتھ ساتھ قاتلانہ حملے میں اپنے محافظ کے ہاتھوں قتل ہونے والے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔ اعلان کیا گیا تھا کہ بادشاہی مسجد کے خطیب گورنر کا پنجاب کا جنازہ پڑھائیں گے۔ تاہم ان کی طرف سے یہ بیان سامنے آیا کہ وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ لاہور میں نہیں ہیں اس لئے وہ نماز جنازہ نہیں پڑھائیں گے تاہم ذرائع کے مطابق وہ نماز جنازہ پڑھانے سے بچنے کے لئے فوری طور پر لاہور سے باہر چلے گئے۔ بادشاہی مسجد کے خطیب کے علاوہ داتا دربار کی مسجد کے خطیب قاری رمضان سیالوی، جامع مسجد حنفیہ کے خطیب قاری عارف سیالوی کے علاوہ گورنر ہاؤس کی مسجد کے خطیب قاری اسماعیل نے بھی سلمان تاثیر کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔ مقتول گورنر پنجاب کی طرف سے توہین رسالت کی مبینہ طور پر مرتکب عیسائی خاتون کی حمایت پر گورنر پنجاب کے خلاف جو عوامی ردعمل پایا جاتا ہے اور خاص طور پر تمام مکاتب فکر کے علماء کرام اس معاملہ پر تحریک ناموس رسالت کے پلیٹ فارم پر اکٹھے ہیں اس لئے جنازہ پڑھانے پر تیار نہیں ہوئے۔ جنازہ پی پی پنجاب ونگ کے سیکرٹری جنرل علامہ افضل چشتی نے پڑھایا۔

(6 جنوری 2011 روزنامہ پاکستان)

نماز جنازہ انتہائی عجلت میں ادا کی گئی کوئی بھی دعائیں نہ پڑھ سکا

گورنر ہاؤس کے امام کا بھی جنازہ پڑھانے سے انکار

جنازہ پڑھانے والے کی تصویر نہیں دکھائی گئی

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کی نماز جنازہ انتہائی عجلت میں ادا کی گئی تکبیروں کے دوران

دورانیہ اتنا قلیل تھا کوئی بھی شخص اتنے تھوڑے وقت میں مسنونہ دعائیں بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اور اسکے ساتھ ساتھ جب مولانا افضل چشتی نماز جنازہ ادا کر رہے تھے تو ان کی تصویر چینلز کی طرف سے نہیں دکھائی گئی۔ تاہم جید علماء کرام بشمول گورنر ہاؤس کے امام نے بھی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا جس کے بعد پی پی پارٹی سے تعلق رکھنے والے افضل چشتی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ تقریباً ایک منٹ میں مکمل ہوگئی جس کے بعد وزیر اعظم اور دیگر وفاقی کابینہ کے ارکان انتہائی برق رفتاری سے گورنر ہاؤس کی گراؤنڈ میں چلے گئے۔

(6 جنوری 2011 روزنامہ دن)

گورنر کے قتل بارے ایس ایم ایس کا تانتا بندھا رہا

موبائل فون پر سلمان تاثیر کے قتل بارے ایس ایم ایس کا تانتا بندھ گیا لوگ اپنے ایس ایم ایس کے ذریعے گورنر سلمان تاثیر کو گستاخ رسول اور ایلیٹ فورس کے کمانڈو ملزم ملک ممتاز قادری کو خراج تحسین پیش کرتے رہے۔ (6 جنوری 2011 روزنامہ اوصاف)

سلمان تاثیر قتل کیس

قاری حنیف، امتیاز شاہ بے گناہ،

دونوں کو مقدمے سے فارغ کر دیا گیا، ای ایچ او سرکاری وکیل سکیورٹی خدشات کے باعث پیش نہ ہوئے۔

راولپنڈی (نوائے وقت رپورٹ، ریڈیو نیوز، وقت نیوز) انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالت نے سلمان تاثیر قتل کیس میں قاری حنیف اور امتیاز شاہ کو بے گناہ قرار دے کر مقدمے سے فارغ کر دیا ہے جبکہ آئندہ سماعت پر سلمان تاثیر کے قاتل ممتاز قادری پر فرد جرم عائد کر دی جائے گی۔ سماعت کے دوران سرکاری وکیل پھر پیش نہ ہوئے انہوں نے عدالت میں جمع کرائے تحریری موقف میں کہا ہے کہ سکیورٹی خدشات کے باعث نہیں آئے جیل ٹرائل میں پیش ہوں گے۔ عدالت میں ایس ایچ او تھانہ کوہسار حاکم خان نے اپنے بیان میں کہا قاری حنیف اور امتیاز شاہ کی گرفتاری مطلوب نہیں مزید سماعت چار فروری تک ملتوی کر دی گئی۔

ممتاز قادری کے سروس ریکارڈ کی باریک بینی سے چھان بین

سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر کیس کی پنجاب پولیس کی سطح کی تفتیش میں کئی پہلوؤں کا احاطہ کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے سابق گورنر کے قتل میں گرفتار ایلیٹ فورس کے کانسٹیبل ممتاز قادری کے سروس ریکارڈ کا ایکسرے کیا جارہا ہے جس میں ان ذمے دار افسران اور عملے کے اہلکاروں کے رول بھی چھان پھٹک کے جارہی ہے جو مختلف مراحل میں ممتاز قادری کی سروس میں اس کے ریکارڈ کو چیک کرتے رہے کانسٹیبل ممتاز قادری پیٹی نمبر 6990/ سی، 10 اپریل 2008ء کو ڈائریکٹر مانیٹرنگ احتشام انور کے دستخطوں سے ضلع پولیس سے ایلیٹ فورس میں ٹرانسفر کیا گیا، 28 اپریل 2008ء کو بٹالین نمبر 98 میں تعینات کیا گیا اور ایلیٹ فورس کے اہلکار کے طور پر ممتاز قادری کی خدمات ضلع پولیس راولپنڈی کو 30 اپریل 2008ء کو باضابطہ طور پر فراہم کی گئیں۔ پنجاب پولیس کی سطح کی تفتیش میں اس پہلو کو سامنے رکھا جارہا ہے کہ سابق ایس ایس پی اسپیشل برانچ ناصر خان درانی نے اپنے دستخطوں سے پانچ اگست 2004ء کو ایک حکم نامہ جاری کیا جس میں سپیشل برانچ میں کام کرنے والے گیارہ اہلکاروں کو جو پنجاب کانسٹیبلری سے سپیشل برانچ میں آئے تھے ان کو مختلف مذہبی تنظیموں سے تعلق کی بناء پر واپس بھجوانے کا حکم جاری کیا گیا ان گیارہ اہلکاروں میں ممتاز قادری کا نام اس فہرست میں گیارہویں نمبر پر تھا محکمانہ انکوائری میں اس بات کو مدنظر رکھا جارہا ہے کہ سپیشل برانچ راولپنڈی کے سابق سربراہ کے اس نوٹیفکیشن کے بعد ممتاز قادری کا چناؤ ایلیٹ فورس میں ہوا تو کیا اس وقت وہ رپورٹ کس طرح سے دیکھی گئی تھی۔

(17 جنوری 2011ء، روزنامہ نوائے وقت لاہور)

سلمان تاثیر کے قتل کو قتلِ ناحق قرار نہیں دیا جاسکتا
ظفر اعوان ایڈووکیٹ کی ہائی کورٹ میں درخواست

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قاتل ممتاز حسین قادری کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 302 کے تحت درج پرچہ کو اسلام آباد ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا گیا، ظفر

اعوان ایڈووکیٹ نے آئین کی دفعہ 199 کے تحت دائر درخواست میں ایس ایچ او تھانہ کوہسار کو فریق بناتے ہوئے موقف اختیا کیا ہے کہ سلمان تاثیر کے قتل کو قتل ناحق قرار نہیں دیا جاسکتا۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 302 کا اطلاق صرف قتل ناحق کی صورت میں ہوتا ہے۔ ممتاز قادری نے 17 کروڑ مسلمانوں پر عائد فرض کو ادا کیا ہے۔ جو کسی بھی لحاظ سے کسی جرم کا ارتکاب نہیں۔ حکومت نے سکیورٹی خدشات کے پیش نظر گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کی تحقیقات کے لئے آئندہ سماعت اڈیالہ جیل میں منتقل کر دی ہے۔ جس کا نوٹیفیکیشن بھی جاری کر دیا گیا ہے ذرائع کے مطابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل میں ملوث ایلیٹ فورس کے اہلکار ممتاز قادری کی سماعت 24 جنوری کو انسداد دہشت گردی راولپنڈی کی عدالت میں ہونا تھی تاہم سکیورٹی خدشات کے پیش نظر اس سماعت کو اڈیالہ جیل منتقل کر دیا گیا ہے۔

(18 جنوری 2011ء، روزنامہ اوصاف)

حکومت غازی ممتاز قادری کو رہا کرے ورنہ تحریک چلائیں گے' ارکان پنجاب اسمبلی سلمان تاثیر بارے قرارداد پر توبہ، جنازہ پڑھنے والے تجدید ایمان کریں: پیر محمد افضل قادری

عالمی تنظیم اہلسنت کے امیر پیر محمد افضل قادری نے کہا ہے کہ گستاخ رسول کو قتل کرنے والے کے لئے کوئی سزا نہیں ہے۔ ممتاز قادری غازی ہیں اور ان کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں حکومت ان کو فوری رہا کرے ورنہ ان کی رہائی کے لئے تحریک چلائیں گے گزشتہ روز یہاں لاہور پریس کلب میں پریس کانفرنس کے دوران انہوں نے سال 2001ء کو ممتاز حسین کا سال منانے کا اعلان بھی کیا اور کہا کہ 98 فیصد عوام نے ممتاز قادری کو غازی قرار دیا ہے وہ غازی اسلام ہیں انہوں نے کہا کہ اگر صوبائی اور وفاقی حکومت گورنر سلمان تاثیر کے خلاف مقدمہ درج سے متعلق ہماری درخواست پر کاروائی کرتی تو یہ نوبت نہ آتی انہوں نے کہا کہ جن لوگوں نے گورنر سلمان تاثیر کا جنازہ پڑھا ہے وہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح کریں انہوں نے کہا کہ گورنر سلمان تاثیر کی بیٹی نے جو حالیہ بیان دیا ہے وہ بھی کفر

کے زمرے میں آتا ہے انہوں نے کہا کہ پنجاب اسمبلی کے اراکین نے سلمان تاثیر کے بارے میں جو قرارداد منظور کی ہے وہ لادینیت ہے اور اس لادینیت عمل پر انہیں توبہ بھی کرنی چاہیے۔(17 جنوری 2011ء، روزنامہ جناح لاہور)

ممتاز قادری انتہا پسند نہیں، توقع ہے اسے سزا نہیں ملے گی، بھائی عدالت ہمارے ساتھ انصاف کرے گی، دلپذیر اعوان

سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو قتل کرنے والے ممتاز قادری کے بھائی نے توقع ظاہر کی ہے کہ ان کے بھائی کو سزا نہیں ملے گی، ہمارا بھائی انتہا پسند نہیں، پورا یقین ہے کہ عدالت انصاف کرے گی۔ سلمان تاثیر کو تحفظ ناموسِ رسالت قانون کے خلاف بیان پر قتل کرنیوالے ممتاز قادری کو بہت سے پاکستانیوں نے ہیرو کا درجہ دے دیا ہے۔ برطانوی خبر رساں ایجنسی کے مطابق سابق گورنر کا قتل ایک نیا سیاسی رخ اختیار کر گیا ہے اور قتل کے ملزم کو سزا ملنا مشکل کام ہے۔ ممتاز قادری کے بھائی دلپذیر اعوان نے رائٹر سے گفتگو میں کہا 17 مختلف ایجنسیاں اس وقت تحقیقات کر رہی ہیں کہ آیا اس کا کسی سیاسی یا مذہبی گروپ سے تعلق تھا یا نہیں۔ توقع ہے عدالت ان سے پورا انصاف کرے گی۔ رائٹر کے مطابق حکومت اس حوالے سے بہت محتاط ہے قادری کو سزا ہوتی ہے تو بہت سے لوگ گلیوں بازاروں سڑکوں پر نکل آئیں گے اس بات کا امکان ہے کہ لوئر کورٹ سے قادری کو سزا مل جائے گی مگر اس کے بہت سے حامیوں کے باہر سڑکوں پر آنے کا احتمال ہے۔

(16 جنوری 2011ء، روزنامہ نوائے وقت لاہور)

ممتاز قادری اپنے وقت کے ولی ملک دادن خان کا پڑپوتا نکلا

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو قتل کرنے والے پنجاب پولیس کے ملازم ملک ممتاز قادری بزرگ ملک دادن خان کے پڑپوتا نکلا۔ مزار جی سیون میں راجہ ظفر الحق کے گھر کے سامنے ہے۔ آبائی گاؤں پٹن باغ موجود آبپارہ، ستارہ مارکیٹ اور روز گارڈن پر مشتمل تھا، 1958ء میں جب سڑک کی تعمیر کے لئے ملک ممتاز قادری کے پڑدادا کے مزار کو توڑنے کی

کوشش کی گئی تو متعدد بار بلڈوزر کی چین ٹوٹ گئی۔ دوبارہ کوشش میں بلڈوزر کا پھل ڈرائیور کو لگ گیا ملک ممتاز قادری 2009ء کے وسط تک عام آدمی تھا، ایک رپورٹ میں انکشاف ہوا ہے کہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو قتل کرنے والا پنجاب پولیس کا ملازم ممتاز قادری ایک عام آدمی تھا اس کے مذہبی رجحانات کے حوالے سے جو باتیں سامنے آئیں ہیں ان میں کوء صداقت نہیں ہے۔ ملک دادن خان کے حوالے سے جو رپورٹ سامنے آئی ہے اس کے مطابق ملک دادن خان اپنے وقت کے ولی تھے اور خداترس بزرگ تھے اوران کا گھر گاؤں جانے والے راستے پر تھا اس لئے ہر آنے جانے والے کو کھانا کھلائے بغیر جانے نہیں دیتے تھے اس لئے پورے علاقے میں انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ان کے انتقال پر ان کو موجودہ کھڈا مارکیٹ راجہ ظفرالحق کے گھر کے سامنے دفن کیا گیا۔

(16 جنوری 2011ء، روزنامہ نوائے وقت لاہور)

گستاخ رسول کی سزائے موت...... چند ضروری وضاحتیں

علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ

مرکزی ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان

لوگوں کے ذہن میں سلمان تاثیر کے قتل سے کئی ایک سوال پیدا ہو گئے۔ جماعت اہل سنت پاکستان کے دارالافتا ”سے صادر ہونے والے فتویٰ“ نے ملت اسلامیہ کی مذہبی سوچوں کو ایک رخ دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ دینی مطالعہ نہ ہونے کی وجہ سے شکوک، ذہن میں بے چینی پیدا کرنے لگے وگرنہ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں جانی گئی ہے کہ افراد کی موت کوئی معنیٰ نہیں رکھتی ایمان اور عقیدے کی حیات قومی زندگی کا محور ہوا کرتا ہے۔ چونکہ فی نفسہٖ مسئلہ کا تعلق قانون، فقہ، عدالت اور اسلامی تاریخ کے ساتھ ہے اس لئے اسلامی قانون کے اصل مراجع کے بغیر صورت حال پوری طرح واضح نہیں کی جا سکتی۔

رسول زمین پر اللہ کے نائب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کا نفوذ نبی اور رسول ہی کرتے ہیں۔ رسولوں کی تعظیم اور تکریم دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم اور تکریم ہوتی ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں کہ رسولوں کی تکریم لازم کی گئی بلکہ رسولوں سے منسوب جملہ اشیاء کی تعظیم بھی ضروری قرار دی گئی ہے۔ قرآن مجید نے صاف طور پر کہا

”سو جوان پر ایمان لایا اور ان ﷺ کی خوب تعظیم کی اور ان کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ نازل ہوا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں“۔ (الاعراف:157)

حضور ﷺ کی بارگاہ میں آوازوں کو بلند کرنے سے منع کر دیا گیا۔ مزید یہ کہ رسول رحمت ﷺ کو عامیانہ انداز سے مخاطب کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے اور وہ لوگ جو اس تادیب کے باوجود باز نہ آئے ان کے اعمال اکارت چلے جانے کی خبر سنائی گئی۔

"اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے اونچا نہ ہونے دو اور ان کے سامنے اونچے نہ بولو جیسے تم ایک دوسرے کے ساتھ بلند آواز میں بولتے ہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتا بھی نہ چل سکے"۔(الحجرات۰۲)

ایسے الفاظ جن کے استعمال سے کوئی دوسرا شخص فائدہ اٹھا کر گستاخی کر سکتا ہے ان جائز الفاظ کا استعمال بھی ممنوع قرار دے دیا گیا۔

"اے ایمان والو" راعنا" مت کہو، کہنا ہی ہو کچھ تو عرض کرو" نظر میں رکھیے ہمیں" اور سنا کرو اور منکرین کے لئے دردناک عذاب ہے"۔(البقرہ ۱۰۴)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایمان کی ایک علامت یہ بیان فرمائی کہ مومن ایسے لوگوں سے قلبی روابط اور تعلقات رکھنے کو جائز نہیں سمجھتے جو حضور ﷺ کے گستاخ ہوں اور ان کی مخالفت کرتے ہوں۔ سورۃ مجادلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"آپ نہیں پائیں گے کوئی قوم جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو کہ پیار کریں ایسے لوگوں سے جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہوں اگرچہ وہ لوگ ان کے آباؤ اجداد یا آل اولاد یا بھائی برادر یا کنبے قبیلے سے ہوں، اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کو راسخ کر دیا ہے اور اپنی خصوصی توجہ سے ان کی مدد فرمائی ہے اور اللہ انہیں باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہوں گی وہ ہمیشہ انہی میں رہیں گے، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہی لوگ اللہ کی جماعت ہیں، سنتا ہے جو اللہ کی جماعت ہے وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں"۔(المجادلہ۰۲)

کتاب اللہ نے شاتمین رسول اور مخالفین انبیا کو ذلیل ترین مخلوق قرار دیا۔ ارشاد باری ہے:

"بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ لوگ انتہائی ذلیل لوگوں میں ہیں"۔(المجادلہ۰۲)

وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کو دکھ اور ایذا دیتے ہیں ان کے بارے میں قرآن

مجید نے فرمایا

"بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ بھی انہیں دنیا اور آخرت میں اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے اور اس نے ایسے لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے"۔ (الاحزاب ۵۷)

اس آیت کی تشریح میں جمہور مفسرین نے یہ بات نقل کی ہے۔

مدینہ میں کچھ اوباش آوارہ صفت، بدمزاج اور منافقین شاتمین حضور ﷺ کے گھر والوں کے لئے تشبیب بکتے۔ گھرانہ رسول کی توہین کرتے، افواہیں پھیلاتے، دکھ دینے والی باتیں کرتے۔ قرآن حکیم نے انہیں ملعون کہا اور صاف واشگاف اعلان کر دیا۔ یہ دھتکارے ہوئے ملعون لوگ جہاں ملیں گرفتار کر لیے جائیں اور انہیں قتل کر دیا جائے۔ اس گینگ کا سرغنہ کعب بن اشرف تھا۔ حضور ﷺ نے مسجد نبوی میں اعلان فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو مجھے کعب بن اشرف کے بارے میں سکون دے۔ محمد بن مسلمہ نے اجازت چاہی کہ اسے آئینہ میں اتارنے کے لئے مجھے کچھ کمزور باتیں کرنے کی بھی اجازت دی جائے۔ بارگاہِ نبوت سے اجازت ملی اب اگلا ماجرا بخاری کی روایت کردہ حدیث میں تفصیلاً ملاحظہ ہو۔ امام بخاری نے اپنی جامع کی دوسری جلد میں صفحہ پانچ سو چھہتر پر یہ حدیث بیان کی۔

رسول محتشم ﷺ نے فرمایا:

"کعب بن اشرف کا ذمہ کون لیتا ہے اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔ محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور عرض کی آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں آپ نے فرمایا۔ "جی ہاں" محمد بن مسلمہ نے کہا پھر آپ مجھے اجازت مرحمت فرما دیں کہ میں اسے کچھ تعریفی کلمات کہہ سکوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کے پاس گئے اور کہا یہ محمد ﷺ ہم سے صدقہ طلب کر رہے ہیں انہوں نے ہمیں تنگ کر رکھا ہے میں تجھ سے مقرر میعاد پر سودا کرنے آیا ہوں۔ کعب بن اشرف نے کہا آپ لوگ محمد سے ضرور کبیدہ ہوں گے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا ہم نے ان کی

اطاعت کی ہے لیکن اب چاہتے ہیں کہ چھوڑ دیں دیکھتے ہیں ان کی دعوت کا انجام کیا ہوتا ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ تو ایک یا دو وسق پر سودا ادھار دے۔کعب بن اشرف نے کہا کہ دے دوں گا لیکن اس شرط پر کہ تم اپنی عورتیں میرے پاس رہن رکھ دو جواباً کہا گیا کہ عورتیں تمہارے پاس کس طرح رہن رکھی جا سکتی ہیں فتنہ کا ڈر ہے اس لئے کہ تو عربوں میں حسین شخص ہے۔پھر کعب بن اشرف نے کہا کہ بیٹے رہن رکھ دو کہا گیا کہ تو اگر انہیں گالی دے گا تو یہ چیز باعث عار ہوگی لیکن اگر تم قبول کرو تو تم ہم اسلحہ رہن رکھ سکتے ہیں اس طرح سودا مکمل کرنے کے لئے محمد بن مسلمہ نے کعب کو رات کے وقت بلا لیا۔جب وہ قلعہ سے اتر کر ان کے پاس آیا تو محمد بن مسلمہ اور کعب کے رضاعی بھائی ابو نائلہ نے اسے ٹھکانے لگا دیا۔کعب بن اشرف کا قتل حضور ﷺ کی گستاخی کی سزا تھی'' (تلخیص)

گستاخ رسول ﷺ کی سزا پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ ایک دوسری حدیث ملاحظہ ہو۔اس حدیث کو حضرت برا ابن عازب نے روایت کیا۔

''حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے (کچھ حضرات کو) جو انصار تھے ابو رافع یہودی کی طرف بھیجا ان لوگوں کا قائد حضرت عبد اللہ بن عتیک کو بنایا یہ ابو رافع نبی علیہ السلام کو ایذا دیتا تھا اور آپ کے خلاف لوگوں کی مدد کیا کرتا تھا وہ سرزمین حجاز کے اپنے ایک قلعے میں رہتا تھا، جب وہ گروہ قلعہ کے قریب گیا تو سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے ٹھکانوں پر واپس آ رہے تھے، اب عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم حضرات اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ میں چلتا ہوں دربان کو نرم کرنے کی کوشش کروں گا شائد میں اس طرح قلعے میں داخل ہو جاؤں وہ آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ دروازے کے قریب پہنچ گئے پھر انہوں نے چادر لپیٹ لی گویا وہ رفع حاجت کر رہے ہیں،لوگ قلعے میں داخل ہو گئے دربان نے پکارا اے اللہ کے بندے! تو اندر داخل ہو کیونکہ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں،اب میں (عبد اللہ بن عتیک) اندر چلا گیا، میں چھپ گیا جب سب لوگ اندر آگئے تو اس (دربان) نے دروازہ بند کر دیا پھر اس نے چابیاں

اندر ایک میخ پر لٹکا دیں وہ اپنے ایک بالا خانے میں تھا جب اس کے پاس سے قصہ گو چلے گئے اب میں اوپر چڑھا میں جو دروازہ بھی کھولتا اندر سے اسے بند کر کے آگے بڑھتا تھا تا کہ اگر لوگوں کو پتہ بھی چل جائے تو مجھ تک نہ پہنچ پائیں تا کہ میں اسے قتل کر سکوں میں اب اس تک پہنچ گیا وہ ایک تاریک گھر (کمرہ) میں اپنے اہل خانہ کے در میان سو رہا تھا مجھے پتہ چل رہا تھا کہ وہ کس حصے میں ہے، میں نے پکارا اے ابو رافع! اس نے کہا یہ کون ہے؟ میں آواز کی طرف لپکا اور اسے تلوار کی ایک ضرب لگائی مجھ پر دہشت طاری تھی یہ ضرب کافی نہیں تھی، وہ چلایا میں کمرے سے نکل گیا میں کچھ فاصلے پر رک گیا پھر اندر داخل ہو کر کہا اے ابو رافع! یہ آواز کیا تھی وہ بولا تیری ماں مرے (اس نے اب اسے کوئی اپنا محافظ سمجھا ہو گا) ابھی ایک شخص نے کمرے میں مجھے تلوار ماری ہے، فرماتے ہیں پھر میں نے اسے شدید زخم بھری تلوار ماری مگر وہ تا حال مرا نہیں تھا پھر میں نے تلوار کا کنارا اسکے پیٹ میں اتار دیا تلوار پشت کی طرف سے نکل گئی مجھے یقین ہو گیا کہ وہ مر گیا ہے میں ایک ایک دروازہ کھول کر باہر نکل کر ایک سیڑھی سے اترا میں نے سمجھا کہ میں زمین پر پہنچ گیا ہوں مگر میں تو چاندنی رات میں گر چکا تھا میری پنڈلی ٹوٹ گئی میں نے پگڑی سے اسے باندھ دیا پھر چل کر میں گیٹ پر آ کر بیٹھ گیا اور اپنے طور پر کہا کہ میں رات کو باہر نہیں نکلوں گا جب تک مجھے پتہ نہ چل جائے کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے، جب (سحری کو) مرغ چلایا تو موت کی خبر دینے والا قلعے کی دیوار پر آیا اور کہا میں اہل حجاز کے تاجر ابو رافع کی موت کی خبر دے رہا ہوں اب میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہا نجات ہو گئی اللہ تعالیٰ نے ابو رافع کو مار دیا اب میں سید کل علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا سارا واقعہ آپ کو سنایا آپ نے فر مایا پاؤں پھیلا دے میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا آپ نے اس پر (ہاتھ مبارک) پھیرا ایسا معلوم ہوا کہ اسے کبھی کچھ بھی نہیں ہوا تھا“۔

عبداللہ ابن اخطل نبی کریم ﷺ کی ہجو کرتا تھا اور اس کی دو لونڈیاں بھی حضور ﷺ کی گستاخی کرتی تھیں فتح مکہ کے بعد جب وہ غلاف کعبہ میں چھپا ہوا تھا۔ رسول

کریم ﷺ نے فرمایا اسے قتل کردو کیوں نہ یہ کعبے کے پردے میں پناہ لیے ہو۔

ایک شخص بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ آپ کی گستاخی کیا کرتا تھا میں نے اسے قتل کر دیا یہ بات آپ پر گراں نہ گذری اور اس طرح اس کا خون ھدر رہا یہ روایت ابن قانع کی ہے۔

ہارون الرشید نے حضرت امام مالک سے مسئلہ پوچھا گستاخ رسول کی سزا کیا کوڑے سے مارنا کافی نہیں اس پر حضرت امام نے فرمایا:

"اے امیر المؤمنین! گستاخ رسول گستاخی کے بعد بھی زندہ رہے تو پھر امت کو زندہ رہنے کا حق نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے گستاخ کو فی الفور گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے"۔

ردالمختار میں امام محمد بن سحنون کی روایت ہے۔

"تمام علماء کا اس پر اجماع ہے حضور ﷺ کو گالی دینے والا آپ کی شان میں کمی کرنے والا کافر ہے اور تمام امت کے نزدیک وہ واجب القتل ہے"۔ (ردالمختار جلد سوئم ص 400)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت محمد رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک امام جس کا نام عبداللہ بن نواحہ تھا قرآن کی آیات کا مذاق اڑایا اور مفاہیم کے ردوبدل سے یہ الفاظ کہے:

"قسم ہے آٹا پیسنے والی عورتوں کی جو اچھی طرح گوندھتی ہیں پھر روٹی پکاتی ہیں پھر ثرید بناتی ہیں پھر خوب لقمے لیتی ہیں"۔

اس پر حضرت نے اسے قتل کا حکم سنایا اور لمحہ بھر بھی تاخیر نہ فرمائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ باب ارتداد)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے تاریخی الفاظ ملاحظہ ہوں:

"جو شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں گستاخی کرے اس کا خون حلال اور مباح ہے"۔

اس جملے کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے عدالتی کاروائی ہو تو فبہ ورنہ پورا معاشرہ سستی اور کوتاہی پر مجرم ہوگا۔ ان ہی خیالات کا اظہار بار ہا پنجاب ہائی کورٹ کے معزز جج میاں نذیر اختر فرما چکے ہیں۔

اب سنیئے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ نے ایک موقع پر شاتمین دین ورسول کو قتل کرنے کے بعد جلا دینے کا حکم صادر فرمایا یہ روایت بھی بخاری کی ہے۔

''حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں میرے والد گرامی کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی نبی کو سب کرے اسے قتل کردو اور جو کسی صحابی کو برا بھلا کہے اسے کوڑے مارو''۔

الاشباہ والنظائر میں ہے:۔

''کافر اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے لیکن اس کافر کی توبہ قبول نہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور گستاخیاں کرتا ہے''۔

نسائی شریف کی حدیث ہے کہ ایک شخص نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب کیا آپ کے ایک عقیدت مند نے اجازت چاہی کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حق صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ انہیں بکواس کرنے والے کو قتل کر دیا جائے۔ (نسائی جلد دوم ص 170)

ابن ماجہ نے روایت کیا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ایک مرتد کو قتل کی سزا دی اس پر فتح القدیر کا مؤلف لکھتا ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف غلیظ زبان استعمال کرے اس کی گردن اڑا دی جائے۔ (ابن ماجہ جلد ۲، ص ۱۸۲: بحوالہ طبرانی)

محدث عبدالرزاق روایت فرماتے ہیں:

''خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کچھ مرتدوں کو آگ میں جلا دیا''۔

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ نے خالد رضی اللہ عنہ کو کھلا چھوڑ دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ کی تلوار کو نیام میں نہیں ڈال

سکتا"۔ (مصنف جلد پنجم، حدیث ۹۴۱۲)

سنن ابی داؤد کی حدیث ہے۔

"حضرت عکرمہ روایت کرتے ہیں کہ یہ بات ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتائی ایک اندھے کی ام ولد تھی وہ حضور ﷺ کو گالیاں بکتی تھی اور اسلام کے خلاف اعتراض کرتی تھی وہ نابینا شخص اس کو روکتا لیکن وہ باز نہ آتی۔ ڈانٹ ڈپٹ کے باوجود وہ اپنے ہفوات سے باز نہ آئی ایک رات وہ حضور ﷺ کو سب وشتم کرنے لگی تو نابینا صحابی اٹھا اور خنجر لیا اس کے پیٹ میں اتار دیا اور اس عورت کو قتل کر دیا۔ صبح صبح یہ واقعہ رحمت عالم کو سنایا گیا۔ آپ ﷺ فرمانے لگے جس آدمی نے ایسا کیا ہے اس پر میرا حق ہے وہ کھڑا ہو جائے وہ شخص لڑکھڑاتے ہوئے آگے بڑھا اور حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور تسلیم کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اس عورت کا قاتل ہوں یہ آپ کو گالیاں دیا کرتی تھی اور اسلام پر اعتراض کیا کرتی تھی پس میں نے گذشتہ رات خنجر سے اسے قتل کر دیا حالانکہ میرے اس سے موتیوں جیسے دو بیٹے تھے"۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

"سنو! سنو! تم سب گواہ ہو کہ اس کا خون ھدر ہے"۔

اس حدیث میں غور وفکر کے لئے کافی مواد موجود ہے کہ اس عاشق رسول ﷺ نے ماورائے عدالت اس عورت کو قتل کیا لیکن حضور ﷺ نے اس کے خون کو ھدر قرار دیا۔

حضور انور ﷺ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو شہر نور میں ایک بوڑھا جس کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور نام اس کا ابو عفک تھا انتہائی دشمنی کا اظہار کیا لوگوں کو وہ حضور ﷺ کے خلاف بھڑکاتا، نظمیں لکھتا جن میں اپنی بدباطنی کا اظہار کرتا۔ جب حارث بن سوید کو موت کی سزا سنائی گئی تو اس ملعون نے ایک نظم لکھی جس میں حضور ﷺ کو گالیاں بکیں۔ حضور ﷺ نے جب اس کی گستاخیاں سنیں تو فرمایا:

"تم میں سے کون ہے جو اس غلیظ اور بدکردار آدمی کو ختم کر دے"

سالم بن عمیر نے اپنی خدمات پیش کیں وہ ابوعفک کے پاس گیا دراں حالیکہ وہ سو رہا تھا سالم نے اس کے جگر میں تلوار زور سے گھبو دی ابوعفک چیخا اور آنجہانی ہو گیا۔ (سیرت ابن ہشام، جلد دوم، ص 868)

حویرث بن نقیض رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیا کرتا ایک بار حضرت عباس مکہ سے مدینہ جا رہے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام مکتوم رضی اللہ عنہا مدینہ جانے کے لئے ان کے ساتھ نکلیں۔ ظالم حویرث نے سواری کو اس طرح ایڑھ لگائی کہ دونوں شہزادیاں سواری سے گر گئیں۔ رسول ﷺ نے اسے موت کی سزا سنائی۔ فتح مکہ کے موقع پر حویرث نے خود کو ایک مکان میں بند کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے تلاش کر لیا اور اپنے آقا ﷺ کے حکم پر اسے قتل کر دیا

بخاری شریف کی روایت ہے معاویہ بن مغیرہ نامی ایک گستاخ کو رسول اللہ ﷺ نے گرفتار کروا لیا اور فرمایا:

''ایک سچا مسلمان ایک ہی سانپ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا اے معاویہ بن مغیرہ! تم اب کسی صورت میں بھی واپس نہیں جا سکتے پھر فرمایا: اے زبیر! اے عاصم اس کا سر قلم کر دو''۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے اور یہ حنفی فقہ کی معروف کتاب ہے۔

''جب کوئی شخص حضور ﷺ یا انبیاء میں سے کسی بھی نبی کی توہین کرے اس کی شرعی سزا قتل ہے۔ اور اس کی توبہ یقیناً قبول نہیں ہوگی۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ منسوب کسی چیز میں عیب نکالنے والا شخص کافر اور واجب القتل ہوگا۔ جیسے کسی شخص نے حضور ﷺ کے بال مبارک کے بارے میں تصغیر کا صیغہ استعمال کر کے تنقیص کی۔ علامہ جصاص رازی لکھتے ہیں۔

''مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے والا جو شخص حضور ﷺ کی ذات پاک کے خلاف بے ادبی کی جسارت کرے وہ مرتد ہے اور قتل کا مستحق ہے''۔ (احکام القرآن)

عالمگیری میں ہے کہ جو شخص کہے حضور ﷺ کی چادر یا بٹن میلا کچیلا ہے اور اس قول سے مقصود عیب لگانا ہو اس شخص کو قتل کر دیا جائے گا۔

علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں اگر کسی شخص نے کسی شخص کے علم کو حضور ﷺ کے علم سے زیادہ جانا اس نے توہین کی اس لیے وہ واجب القتل ٹھہرا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں:

”یمن کے گورنر مہاجر بن امیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی وہاں ایک عورت مرتد ہو گئی اس نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی والا گیت گایا گورنر نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا اور سامنے والے دو دانت توڑ دیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے فرمایا اگر تو فیصلہ کر کے عمل نہ کرا چکا ہوتا تو میں اس عورت کے قتل کرنے کا حکم صادر کرتا اس لیے کہ نبیوں کے گستاخ قابل معافی نہیں ہوتے“۔ (شفا جلد دوم 222)

حضور ﷺ کے گستاخ کی سزا یہی ہے کہ وہ واجب القتل ہے۔ اس کی توبہ قبول نہیں چاروں مسالک یہی ہیں۔

علامہ زین الدین ابن نجیم البحر الرائق میں ارشاد فرماتے ہیں حضور ﷺ کو سب وشتم کرنے والے کی سزا قتل ہے اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں امت اس بات پر مجتمع ہے کہ کسی بھی نبی کی بے ادبی کفر ہے اور شاتم واجب القتل ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس حقیقت سے کسی نے انکار کیا ہو۔

مبسوط میں امام سرخسی فرماتے ہیں نبیوں کو گالی دینے والے کو قتل کیا جائے گا اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں ہو گا۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الخصائص الکبریٰ میں سفیان ہذلی کے بارے میں یہ روایت لکھی کہ حضور ﷺ نے اس گستاخ کی نشاندہی خود فرمائی اور کہا کہ اس وقت وہ وادئ نخلہ یا وادئ عرنہ میں ہے۔ تم جاؤ اور اسے قتل کرو رسول ﷺ نے عبداللہ بن انیس کو اپنا عصا مبارک بطور انعام عطا فرمایا۔ (خصائص الکبریٰ: سیوطی۔ جلد اول ص 325)

حضور ﷺ نے اپنے ایک گستاخ کو قتل کرنے والے کو یہ انعام عطا فرمایا تمہیں

کوئی فتنہ ضرر نہیں دے سکے گا۔

بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا حضور ﷺ کے خلاف بکنے والے کی سزا یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا فیصلہ قبول نہ کرنے والے منافق کی گردن اڑا دی۔

نصوص قرآن اور احادیث مبیضہ کی روشنی میں قاضی عیاض شفا شریف میں لکھتے ہیں۔ وہ سب لوگ جو نبی ﷺ کی گستاخی کریں،

سب وشتم کریں، عیب لگائیں یا آپ کی پاک ذات نسب مبارک، آپ کے دین یا آپ کی کسی عادت میں نقص نکالیں، تعریض کریں یا بطور سب آپ کو کسی سے تشبیہ دیں، شان میں کمی کریں یا آپ کی ذات اقدس میں اعتراض کریں یہ سب باتیں سب وشتم ہیں انکے مرتکب کو قتل کیا جائے گا۔ (شفا شریف۔ جلد دوم ص 217)

ابن حاتم طلیلی اندلسی نے ایک مناظرہ میں ازراہ استحقار حضور ﷺ کو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا سسر کہہ کر آپ کے زہد کو احتیاج کی بنا پر مجبوری قرار دیا تو اندلس کے تمام فقہاء نے اسے سولی پر لٹکانے کی سزا کا فتویٰ دیا۔

جسٹس میاں نذیر اختر اپنے ایک مقالے میں گراں قدر خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"یہ مسلمہ قانون ہے کہ توہین رسالت کی سزا موت ہے۔ عہد نبوی اور دور صحابہ میں بہت سے مجرموں کو اس جرم میں سزا دی گئی برطانوی اور مغلیہ دور میں بھی توہین رسالت کے مرتکب افراد کو موت کی سزا دی گئی اور کبھی حکومتی سطح پر قانون پر عمل نہ ہو سکا تو مسلمان غازی علم الدین کی پیروی کرتے ہوئے خود ہی توہین رسالت کے مرتکب افراد کو سزا دیتے رہے گویا اس قانون پر امت متفق ہے اس میں کوئی ابہام نہیں ہے"۔

(تقریر ایوان اقبال وسنی سیکرٹریٹ)

جسٹس میاں نذیر اختر کے یہ الفاظ مزید غور و فکر کا تقاضا کرتے ہیں۔

یہ قانون چودہ صدیوں سے مسلمانوں کے قلوب پر نقش ہے اگر سزا ختم کی گئی تو فرق یہ پڑے گا کہ غازی علم الدین کی طرح عشاق سزائیں خود نافذ کریں گے۔ سرکار کی عظمت ہے ہمیں سب سے مقدم پیغام یہ کفار کو سب مل کے سنائیں جو کوئی بھی مجرم ہے توہین رسالت کا عبرت کی اسے۔۔۔ تصویر بنائیں زندہ ہیں ابھی عالم اسلام کی مائیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک موقع پر کسی نے سوال کیا کہ حضور ﷺ کی طرف ایک مقرر نے تکبر کی نسبت کی اس پر آپ نے جواب دیا یہ صریح کفر ہے۔ ایسے شخص کا ایمان جاتا رہا۔ اس کی عورت اسکے نکاح سے نکل گئی۔ مسلمانوں کا اس سے سلام کلام حرام، اسکے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑے تو اسے پوچھنا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام، اسے غسل وکفن دینا حرام، مرنے کے بعد اسے کوئی ثواب پہنچانا حرام بلکہ اسکے کفر پر مطلع ہو کر جو اسے مسلمان سمجھتا رہا اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کرے بلکہ اسکے کفر میں شک بھی کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ ص ۶۴۶)

تاریخ بغداد میں یہ روایت موجود ہے:

حضور ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ کو گالی مت دو اس لیے کہ آخر زماں ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو میرے صحابہ کو گالی دے گی اگر وہ بیمار ہو جائیں تو بیمار پرسی نہ کرنا اور اگر وہ مرجائیں تو ان پر نماز جنازہ نہ پڑھنا۔ ان سے نکاح کے رشتے نہ قائم کرنا۔ انہیں وراثت میں حصہ نہ دینا اور انہیں سلام بھی نہ دینا اور اسکے لیے دعائے رحمت بھی نہ کرنا۔ (تاریخ بغداد جلد 8 ص 139)

اس حدیث سے حضور ﷺ کی توہین کرنے والے کے لیے نرم دل رکھنے والے کا حکم آپ خود معلوم کرسکتے ہیں۔

اب میں چاہوں گا کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-C کی طرف آؤں لیکن قبل اس کے کہ اس پر تشریحاتی گفتگو کی جائے اس پر دی گئی آئینی توضیح ملاحظہ ہو۔

"The following is the text of 295C PPC which provides for the death penalty or life imprisonment

for blasphemy.In 1992,by order of the Federal Shariat Court, 295-C PPC was amended to make death the only possible penalty for blasphemy. The National Assembly did not amend the PPC or appeal the decision of the Court in the time allowed by the decision. By order of the Court, failure to amend or appeal the decision in the allotted time resulted in the allowance for life imprisonment to be deemed struck. While the wording has not changed, death is now the mandatory penalty"

''مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-C توہین رسالت پر عمر قید یا سزائے موت دیتی ہے 1992 میں وفاقی شرعی عدالت کے حکم کے ذریعے 295-C میں توہین رسالت کی سزائے طور پر صرف موت ہی کو ممکنہ سزا بنانے کی ترمیم کردی گئی۔قومی اسمبلی نے عدالت کی جانب سے مقررہ معیاد میں نہ تو قانون میں ترمیم کی اور نہ ہی عدالتی فیصلے کے خلاف اپیل کی گئی۔عدالتی حکم کے مطابق دیئے گئے وقت میں ترمیم یا اپیل نہ کرنے کی صورت میں نتیجۃً عمر قید کی سزا خود بخود کالعدم متصور ہوگی باوجود یکہ عبارت میں تبدیلی نہیں کی گئی۔اب موت ہی لازمی سزا ہے''۔(مجموعہ تعزیرات پاکستان توضیحی نوٹ 295-C) آئین پاکستان کی یہ شق ملاحظہ کرنے کے بعد یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوگئی کہ یہ قانون انسانی ذہن کی پیداوار نہیں اور یہ خیرات میں بھی نہیں دیا گیا۔اس قانون کے عقب میں اسلامی تحریکات کے اربوں جذبے،قربانیاں اور شہادتیں موجود ہیں جن کے نتیجے میں قرآن وسنت کا نفوذ شرعی عدالت کے ذریعے عمل میں آیا ہے اور آئینی سطح پر اس کی توثیق کی گئی اب یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہیے کہ توہین رسالت کی سزا قتل صرف آئین پاکستان کی تجویز نہیں بلکہ یہ کتاب وسنت کا سپریم لاء جس کا انکار کفر ہے۔اسے کالا قانون کہنا رسالت

مآب ﷺ کی توہین ہے۔اسے دقیانوسیت سے تعبیر کرنا جہالت ہے۔اسے بدلنے کی کوشش احکام رسالت سے بغاوت ہے اوراسے غیر موزوں، غیر صحیح اور نامناسب کہنا مغرب پرستی ہے۔وہ شخص جو خواہ مخواہ اس میں کیڑے نکالے گا وہ ریاست کا دشمن اور شرعی عدالت کی توہین کا مجرم ٹھہرے گا۔اس پر دینی حلقے اگر جذباتی ہیں تو وہ 295-C کے الفاظ کے لئے نہیں، قرآن وحدیث کے سینکڑوں شواہد پر جان چھڑکنے کے لئے تیار ہیں اور یہ باتیں اگر کسی کو پسند نہیں تو اس کا کیا کیا جا سکتا ہے۔

یہ بات درست ہے کہ سوچنا، سمجھنا اور فیصلہ کرنا انسان کا حق ہے مگر سچائی کو قبول کرنا اس کا فرض ہے۔مغربی استعمار کی سوچوں کا رخ اپنا ہے لیکن مسلمان اپنی مدنی سوچوں اور افکار کو کسی کی غلامی کی بھینٹ نہیں چڑھا سکتے اور یہ بھی صحیح ہے کہ انسان کو صیاد نہیں ہونا چاہیے جو جان وجسم، مال واسباب اور انسانی وقار کو خواہشات کو نشانہ بنائے لیکن وقار و احترام کے محور انبیاء اور مرسلین کی عزت اور ناموس کو نشانہ بنانے کی وحشت کی اجازت بھی نہیں دی جا سکتی۔روشن خیالات کے نام پر انسانی زندگی کے سمندر میں حضور ﷺ ہی نہیں تمام انبیاء کے ناموس کو مقدس جاننے والی چھوٹی مچھلیاں بڑے وحشی ناگوں کی خوراک نہیں بن سکتیں۔

پروفیسر لاسکی کا کہنا ہے آزادی اس فضا کا نام جسے حقوق پیدا کرتے ہیں۔اس حوالے سے ممالک کے اندر دو قسم کے قوانین اس وقت رائج ہیں "پبلک لاء" جس کی پابندی سے طاقتور عناصر فرد کی آزادی میں مداخلت سے باز رہتے ہیں دوسرا "پرائیویٹ لاء" جس کی رو سے ریاست کے باشندے ایک دوسرے کی آزادی میں مداخلت نہیں کرتے اسلامی ریاست کا قانونی مزاج یہی ہے لیکن اسلام اٹل قانون ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور حضور ﷺ کی ذات پر بحث نہیں کی جا سکتی اللہ تعالیٰ کا منزہ عن العیوب ہونا اور حضور ﷺ نہ صرف آپ بلکہ تمام انبیاء معصوم عن الخطاء ہونا تسلیم کیا جاتا ہے۔اگر کوئی نقص وعیب کی طرف بڑھے تو اس کا یہ اقدام اس کے اسلام کی چادر کو پھاڑ دیتا ہے۔اگر کسی معاشرے میں کوئی شخص حضور ﷺ کی توہین کرتا ہے تو پورا معاشرا ایک دوراہے پر کھڑا ہوتا ہے یا وہ

اسلام، اسلام کی اعلیٰ اقدار، روشن تاریخ، فقہا کے عدالتی فیصلے، عصمت انبیاء اور اپنے ایمان کے ساتھ چلنا اختیار کرے یا وہ اپنے اسلام سے دستکش ہو جائے دوسری صورت نا ممکن، قطعی مشکل، ازبس دشوار ہے یہ ہے وہ وجہ کہ اسلامی معاشرے میں گستاخ رسول، رسول کے دامن پر حملہ کر کے عزت نہیں پا سکتا۔ اس گھناؤنے فعل کے ارتکاب کے بعد اس کا جنازہ پڑھنا، اس سے تعلق رکھنا چہ معنیٰ دارد گل سڑ جانے والا عضو بدن بھی جسم سے جدا کر دینا ناگزیر ہوتا ہے۔

مغرب کے روشن خیال لوگوں کی خدمت میں بھی ہم گذارش کریں گے کہ وہ تورات اور انجیل ہی کا مطالعہ کر لیں۔ کتاب مقدس ص 198 احبار باب 24 آیت 10 تا 17 میں لکھا ہے:۔

''یہ واقعہ ہے کہ دبری کی بیٹی سلومیت کے بیٹے نے پاک نام پر کفر بکا اور لعنت کی اسے حوالات میں ڈال دیا گیا تا کہ اللہ فیصلہ فرمائے اب موسیٰ کی طرف سے حکم ملا اس لعنت کرنے والے کو لشکر گاہ کے باہر نکال کر لے جا اور جتنوں نے اسے لعنت کرتے سنا وہ سب اپنے اپنے ہاتھ اس کے سر پر رکھیں اور ساری جماعت اسے سنگسار کر دے''۔

سلاطین باب اکیس میں ہے:۔ ''اللہ اور بادشاہ کی توہین کرنے والے کی سزا سزائے موت ہے''۔

''دو شریر آدمیوں کو اس مجرم کے سامنے کرو کہ وہ اس کے خلاف گواہی دیں تو نے خدا پر اور بادشاہ پر لعنت کی ہے پھر اسے باہر لے جا کر سنگسار کرو تا کہ وہ مر جائے''۔

بات اصل میں یہ ہے کہ کسی جرم پر مجرم کو سزا دینا اس لئے ضروری سمجھا جاتا ہے کہ یہ عمل اس شخص کی سوزش قلبی کا علاج ہو جس پر جرم کے ارتکاب سے زیادتی کی گئی ہے۔ جدید قوانین نے بھی اپنی توجہ اس طرف پھیری ہے کہ وہ جرم جو اجتماعی ناموس کو مجروح کرنے والے ہوں ان کی سزا کڑی رکھی جائے تا کہ معاشرتی بگاڑ کا کلیۃً ازالہ ہو جائے۔ وہ شخص جو توہین رسالت کرتا ہے وہ دراصل رسول کو ماننے والے ہر غلامِ رسول کے گھر میں داخل ہو کر گویا ڈکیتی کا ارتکاب کرتا ہے۔ وہ مفسد فی الارض ہوتا ہے اور یقیناً اس کی

سزا قتل ہوتی ہے۔

پاکستان ایک آزاد مملکت ہے۔اس کے آئین میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کی بات کی گئی ہے۔یہ آزاد ریاست آئینی قدروں کے سائے میں پرسکون آگے بڑھ رہی تھی کہ ایک شیری رحمٰن نامی عورت نے 295-C کے خلاف ترمیمی بل پیش کر کے معاشرتی پرامن اور پرسکون فضا کو درہم برہم کر دیا۔بحیثیت رکن اسمبلی ان کو اندازہ کرنا چاہئے تھا کہ ملک میں بسنے والے کروڑوں لوگ جس ہستی پر ایمان رکھتے ہیں اور انہیں آزاد شہری کی حیثیت سے تمام حقوق حاصل ہیں ان کے دل پر کیا گزری ہوگی۔جلتی پر تیل سلمان تاثیر نامی ایک شخص کا سیاہ کردار ثابت ہوا۔عدالت میں حضور ﷺ کی توہین کرنے والی آسیہ نامی ایک عورت کو آزادی دلوانے کے لئے تاثیر نے جس سیاہ کرتوت کا ارتکاب کیا۔اپنی بیٹی اور بیوی کی معیت میں پاکستان کا عدالتی سسٹم تباہ کر کے ایک گستاخ رسول کا محسن بنا۔نہ صرف محسن بنا بلکہ توہین رسالت کے قانون کو کالا قانون قرار دیا اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اپنی موت سے تین چار دن پہلے جو انٹرویو دیا اسمیں اصرار، ڈھٹائی اور ضد کے ساتھ ایک بار پھر توہین رسالت پر تاریخی اعتبار سے جو فیصلے کتاب وسنت کی روشنی میں ہوئے اور مجرموں کو سزائے موت سنائی گئی انکا مذاق اڑایا۔شرعی عدالت کے فیصلے کو ناموزوں، غیر صحیح اور کالا قرار دیا۔اس پر حملہ کر کے قتل کرنے والے ممتاز حسین قادری کا بیان ہے کہ صرف اتنا ہی نہیں یہ شخص اپنی عمومی زندگی میں بھی اسلام کا مذاق اڑاتا رہتا تھا۔اسلام کا ایک عام طالب علم اگر تھوڑی دیر کے لئے سلمان تاثیر کی گورنری کا غلاف اتار دے اور غور وفکر کرے تو بات کو واضح کرنے کے لئے میں اسے کربلا لے جاؤں گا۔اور اس ماحول میں انسانی ضمیر سے فتویٰ لینا چاہوں گا کہ ایک ایسا شخص ہو جس نے ہندو عورت کے پیٹ سے بچے پیدا کئے ہوں۔اسکا لخت جگر لکھتا ہو کہ میرا ابا سور کا گوشت حلال سمجھ کر کھاتا ہے۔اور اس کی بیٹی کہتی ہو کہ میرا والد نہ صرف یہ کہ ناموس رسالت کے قانون میں ترمیم چاہتا تھا بلکہ وہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیے جانے والی قانون کی شق کا بھی مخالف تھا۔اور وہ شراب بھی جائز سمجھ کر پیتا ہو اور

دھت رہتا ہو۔ اور اسے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہنے میں شرم محسوس نہ ہوتی ہو۔ اور وہ مسلمان کا نکاح مشرکہ عورت سے جائز سمجھتا ہو اور نہ صرف جائز سمجھتا ہو بلکہ اس نے تجربہ عملی طور پر نبھایا ہو وہ توہین رسالت کے جرم پر قتل کی سزا دینے کے شرعی قوانین کو کالا اور سیاہ قرار دیتا ہو نہ صرف یہ بلکہ ایک مجرمہ شاتمہ بدکردار عورت کو رہائی دلوانے کی اپنی سی کوشش بھی کی ہو۔ اب میں پوچھنا چاہوں گا کہ آپ اگر کربلا میں حسین کے پرچم تلے کھڑے ہو جائیں تو لگے گا یہ ساری صفات رکھنے والا یزید ہی ہوسکتا ہے۔ سلمان تاثیر کے بارے میں جو کچھ اس کے بیٹے نے لکھا اور جو کچھ انہوں نے خود بیان کیا وہ کافی ہے۔ ایسے عالم میں یہ کیسے ممکن تھا کہ پاکستان میں یزید کی شناخت غیر ممکن رہتی۔

میرا خیال ہے علمائے اہلسنت کا فتویٰ پورے تدبر تاریخی مطالعہ عمیق تجزیے اور آئینی دائرے میں رہ کر دیا گیا ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ علمائے اہلسنت کو سلمان تاثیر کے خلاف سخت فتویٰ دینے کی بجائے 295-c کے تحت مقدمہ درج کروانا چاہئے تھا۔ یہ مشکل اپنی جگہ کہ کسی منصب پر فائز شخصیت کے خلاف مقدمہ دائر کرنا پاکستان میں کتنا مشکل اور کتنے مالی وسائل کا تقاضا کرتا ہے لیکن چلئے اس کو تھوڑی دیر کے لئے کوتاہی سمجھ لیا جائے تو بھی سپریم کورٹ جو اللہ کے فضل سے اتنی زیرک اور چابکدست ہے کہ اشیائے خوردونوش کے نرخ میں اضافہ ہو جائے تو سوموٹو ایکشن لے لیتی ہے تعجب ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کے صریح اقدامات کے باوجود نہ عدالت نے سوموٹو ایکشن لیا اور نہ ہی وزارت قانون نے خود مقدمہ درج کروایا۔ حالانکہ آئینی دفعات کے تحفظ کی ذمہ داری تو حکومت کی ہوتی ہے۔ اگر یہ ضروری ہے کہ فتویٰ دینے والے، مسجدوں میں جلسے کرنے والے، سڑکوں پر ریلیاں نکالنے والے لاکھوں کو شامل تفتیش کیا جائے تو کیا یہ ضروری نہیں کہ صدر، وزیراعظم، شیری رحمٰن، وزارتوں، اسمبلیوں اور عدالتوں میں بیٹھے ہوئے تمام افراد شامل تفتیش کر لئے جائیں کہ گستاخ گورنر چلو اس پر تھوڑی دیر کے لیے تسلیم کر لیتے ہیں کہ گستاخی کا محض الزام تھا مقدمہ قائم کرنے میں کیوں سستی کی گئی۔۔۔ جہاں تک ممتاز حسین

قادری کا تعلق ہے اس کے ساتھ ہمارے تعلق کی بنیاد محض دین اسلام کا رشتہ ہے۔ دنیوی اعتبار سے تو ممتاز حسین قادری ہماری نسبت گورنر سے زیادہ قریب تھا۔ جیسے روشنی کو مٹھی میں بند نہیں کیا جا سکتا ایمان کو زنجیریں نہیں پہنائی جا سکتیں۔ ممتاز حسین قادری نے جو کچھ کیا اس پر ہم اگر جذباتی نہ بھی ہوں تو رحمان ملک نے جو کہا کہ میرے سامنے بھی اگر کوئی حضور ﷺ کی گستاخی کرے میں بھی اسے گولی مار دوں گا۔ تو جناب! رحمان ملک صاحب کا تو ممتاز حسین قادری سے کوئی تعلق نہیں۔ کچہریوں میں ممتاز حسین قادری کو چومنے والے سینکڑوں وکلاء علمائے اہلسنت کے فتوے پر تو اسے چوم نہیں رہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ جس ملک میں قانون کو ویران کرنے کی کوشش کی جائے، قادری ایسے لوگ خود بخود مختلف اقدامات کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

"باقی رہا نماز جنازہ پڑھنا اس معاملے میں جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں جنازے مسلمانوں کے پڑھے جاتے ہیں جنازے اللہ کو ماننے والوں کے پڑھے جاتے ہیں جنازے رسول معظم کو رسول جان کر انکی عزت کرنے والوں کے پڑھے جاتے ہیں جنازے اسلام پر دل و جان سے یقین رکھنے والوں کے پڑھے جاتے ہیں بلاشبہ گناہ گار لوگوں کو بھی جنازوں کے بغیر پھینک نہیں دیا جاتا لیکن وہ اپنی سرکشیوں پر ڈٹتے نہیں اللہ توبہ کرتے رہتے ہیں نماز جنازہ تو دعا ہے، مومن کا اعزاز ہے مسلمان کے لیے تقریب وداع ہے جسمیں اللہ کی کبریائی کا اظہار ہوتا ہے اور امام کے سامنے پڑی مسلمان کی میت کی آنر ہوتی ہے کہ مسلمان اسے دعائے مغفرت سے الوداع کرتے ہیں۔ جنازے کی نماز میں حضور ﷺ پر درود و سلام پڑھا جاتا ہے۔ درود و سلام تو عاشقوں کا وظیفہ محبت ہے قرآن حکیم میں درود والی آیت کے معا بعد حضور ﷺ کو دکھ دینے والوں کو لعنتی کہا گیا ہے۔ سو اصحاب لعنت پر نماز جنازہ کی خوشبوئیں کیسے چھڑکی جا سکتی ہیں۔ اے کاش جتنے سلمان تاثیر کے چاہنے والے انکی نماز جنازہ کے لیے تڑپ رہے ہیں وہ خود بھی اس وقت کو یاد رکھ لیتے۔ تاثیر نے تو پنجاب یونیورسٹی میں توہین رسالت کے قانون پر اظہار ضد کرتے ہوئے

ایک طالب علم جس نے آیت پڑھی تھی انا کفینٰک المستھزئین "مذاق کرنے والوں کے لئے ہم کافی ہیں" بڑے تکبر سے کہہ دیا تھا کہ میں مانتا ہوں وہی کافی ہے ہمیں قانون توہین بنانے کی کیا ضرورت ہے پھر اللہ نے تاثیر صاحب کو بتا دیا کہ وہ کافی ہے۔

ایک بات ضروری سمجھتا ہوں کہ علماء کو منظور ہوگا عدالت ممتاز حسین قادری کو بیل آؤٹ کر کے سلیمان تاثیر کے گستاخانہ لفظوں کا جائزہ لے کہ وہ توہین رسالت بنتی ہے یا نہیں۔ اگر سلیمان تاثیر مجرم ثابت ہو جائے تو جنہوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ وہ سب توبہ کریں کہ گستاخ رسول کے ساتھ یہ عقیدت کیسی؟ اور یہ بھی کہ ممتاز حسین قادری کو بری کر دیا جائے یقیناً عدالتوں کے جج جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کی پسند کدو کے مقابلے میں کدو کو پسند نہ کرنے والے کو امام ابو یوسف نے کافر اور مرتد قرار دیا تھا۔ علماء کے نزدیک سلیمان تاثیر کا مجرم ہونا بھی مسلمہ ہے۔

یہ بھی کہہ دوں کہ فتویٰ تلوار نہیں، لڑائی نہیں، جھگڑا نہیں کسی کی حق تلفی نہیں یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے صادر ہونے والے احکام اور ہدایات کی ترسیل کا دوسرا نام ہے فتویٰ نسل انسانی کو الوہی ہدایات کے معاملے میں احتیاط سکھانے کا منہاج قویم ہے۔ فتویٰ کتاب وسنت کو معیار زندگی قرار دینے کی جرأت ہے۔ صاحب فتویٰ دراصل عظمتوں کے ہمالہ پر فائز ہوتا ہے اس کے لئے مشکل ہوتا ہے کہ وہ رسول پیوستگی کے مقام محمود کو چھوڑ کر قعر مذلت میں جا گرے۔ فتویٰ چھری نہیں، چاقو نہیں، بندوق نہیں اور دھماکہ خیز مواد بھی نہیں لیکن علم ودانش اور عقل وبصیرت روایت ودرایت اور آیات واحادیث کے تاریخی ریکارڈ کے ساتھ حق وحقیقت سے ملحق رہنے کا نام فتویٰ ہے۔ جماعت اہل سنت پاکستان کے پانچ سو مفتیان کرام صرف عدد بیانی ہے وگرنہ ہزاروں ائمہ اور مفتیان متین رسول کریم ﷺ کے گستاخ کے بارے میں نرمی کا سوچ بھی نہیں سکتے رہ گئے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے بلکیے تو ان سب کا معاملہ ہم اللہ پر چھوڑتے ہیں اور قارئین کو رسول کریم ﷺ کے ناموس کے معاملے میں اللہ یاد کرانے کے لئے قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے

ہیں۔اللہ کی کتاب میں ایک سورت سورہ لہب نام کی بھی اتری ہے جو ہمیں سکھاتی ہے کہ وہ رشتہ داریاں اور تعلق جن میں ایمان وعقیدہ نہ ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی مردان خدا ہمیشہ منحرف، جبار اور سرکش لوگوں کی بدتمیزیوں کے خلاف برسرِ پیکار رہتے ہیں کیوں نہ وہ لوگ ان کے رشتہ دار ہی ہوں سورہ لہب اعلان کرتی ہے ابولہب کے ہاتھ توڑ دیئے گئے ہیں۔کفر، گستاخی اور بدی دریا کی جھاگ کی طرح ابھرتے ہیں لیکن انکا منطقی انجام قعر مذلت ہوتا ہے۔قرآن کریم کا یہ حصہ ہمیں یہ بھی سکھاتا ہے کہ گستاخوں کے ساتھ مداہنت برتنے کی تمام رسیاں کاٹ دی گئی ہیں

سورہ لہب گستاخ رسول ﷺ کے لئے ایک سنگین تعزیر بھی ہے اور عشق رسول ﷺ رکھنے والوں کے لئے درود وسلام کا ایک آہنگ بھی۔آؤ سورہ لہب پڑھکر اس بات کا اظہار کریں کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں کی جانے والی تمام گستاخیاں، بے باکیاں اور بد تمیزیاں قعر مذلت میں پٹخ دی گئی ہیں اب ہم قرآن مجید کا یہ اعلان سمع واطاعت کے جذبے سے سنتے ہیں کیوں نہ کوئی ملت فروش، چشمہ پوش اور شیدائے ناؤنوش اسکو برا جانے۔

''ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں اور وہ ہلاک ہو ہی گیا۔اسے اسکا مال کچھ کام نہ آیا اور نہ ہی وہ جو اس نے کمایا وہ جلد ہی اس آگ میں جا ملے گا جس کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔اور اس کی وہ بیوی بھی جو لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے والی ہے۔اس کے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ہے۔اے میرے الہ!

تو نے جیسے ابولہب کو گستاخیوں کی وجہ سے بھڑکتی آگ میں جھونکا
آج بھی ہر رشدی ملعون کے لئے آگ کے شعلے بھڑکا
وہ قوم جو تیرے نبی کے خاکے بنا کر تیری قدرت کا مذاق اڑائے
اس پر آگ برسا
شعلے بپا کر
انہیں دوزخ کا ایندھن بنا۔

یا عشاق کے بازوؤں میں توانائی پیدا کر

کہ

وہ گندی قوم کا احتساب خود کر سکیں

ہمارے رب!

تو نے ام جمیل کی گندی گردن میں رسے ڈالے

تیرے جلال کا تجھے عظیم واسطہ

ہر تسلیمہ نسرین کی گردن میں بٹے ہوئے رسے ڈال

مسلمانوں کو شعور عطا فرما

کہ

وہ سمجھیں۔

وہ جانیں۔

انکا عقیدہ ہو۔

محکم ایمان مضبوط نظریہ

ناقابل شکست تصدیق

آبروئے ما زنام مصطفےٰ است"۔

...------...------...

محبت رسول ﷺ ہی ہماری زندگی کا ماحصل

پیر طریقت رہبر شریعت پیر سید محمد کبیر علی شاہ گیلانی

(سجادہ نشین چورہ شریف' اٹک)

کائنات اسلام میں مدینہ طیبہ کے بعد دو قومی نظریے کی بنیاد پر معرض وجود میں آنے والی دوسری بڑی نظریاتی وفکری ریاست اسلامی جمہوریہ پاکستان ہر لحظہ، ہر لمحہ، ہر گام قادیانیت نواز گماشتوں کو کانٹے کی طرح کھٹکتی رہتی ہے اور ہر گھڑی اور ہر آن گندے گٹر میں رینگنے والے گندے کیڑے کی طرح ان کے کثیف وغلیظ اذہان میں ہلچل مچائے رکھتی ہے قادیانیت نواز گماشتے اپنے ''تھینک ٹینکس'' کے ذریعے ڈالروں اور پاؤنڈز کی جھنکار میں تفرقہ وانتشار کا بیج بونے اور اس کو تن آور درخت کی شکل دینے کے لئے آئے روز گھناؤنے منصوبے بناتے رہتے ہیں اور افراق وانتشار کے اس گھناؤنے منصوبے کی ابتدا ہمارے ازلی دشمن بھارت کے ہائی کمشنر کی صدارت میں منعقدہ اس اجلاس میں کی گئی تھی جو 1974ء میں لندن کی زمستانی ہواؤں اور پراگندہ فضاؤں میں ہوا تھا جس کے انتظام وانصرام میں وہ لوگ پیش پیش تھے جن کو 7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر غیر مسلم قرار دیا تھا۔ پاکستان کو فرقہ واریت کی دلدل میں زبردستی دھکیلنے والے اس گروہ کے اکابرین نے اول اول اس منصوبے کے لئے دس کروڑ روپے کی خطیر رقم مختص کر کے ایک مخصوص فنڈ قائم کیا تھا اور پھر ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہر سال اپنے گھناؤنے نیٹ ورک کو پھیلانے کے لئے اس رقم میں اضافہ ہوتا رہا اور باخبر ذرائع کے مطابق کم وبیش پچاس ارب روپیہ سالانہ خرچ کیا جا رہا ہے اور اب اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہمارا ازلی دشمن بھارت،

ہمارے حکمرانوں کا آقا امریکہ، اسرائیل اور برطانیہ بھی اپنے اپنے حصے کا فنڈ جمع کرا رہا ہے اور گاہے گاہے وطن میں شوشے چھوڑتا رہتا ہے اور سرحد پار بیٹھا ہمارا دشمن اسلامی جمہوریہ پاکستان کو مذہبی لسانی اور علاقائی اور صوبائی بنیادوں پر حصے بخروں میں تقسیم کرنا چاہتا ہے اور اس مقصد کے لئے وہ ڈالروں کی ہوس کے طبلے کی تھاپ پر رقص کرنے والی این جی اوز کو بھی زرِ خطیر دریا دلی سے فراہم کر رہا ہے۔ مغربی ٹکڑوں پر پلنے والی ان این جی اوز کا فقط ایک ہی ایجنڈہ ہے کہ جیسے تیسے ہو سکے اس ملک کو بنیادوں سے کھوکھلا کر کے ان کو اسلام سے برانگیختہ کردے، آج یہی مغربی راتب اور امریکی بھاڑے پر پلنے والی این جی اوز کی شکل میں گائیں اور بھینسیں توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والی آسیہ بی بی کے جیل جانے پر سیخ پا ہو رہی ہیں اور ہمیں انسانیت کا درس دینے پر تلی ہوئی ہیں کہ انسانیت کے ناطے آسیہ کو معاف کر دیا جائے بلکہ اب تو ان کے پاپ بینڈ کٹ نے بھی بینڈز کی دھنوں میں یہ راگ الاپتے ہوئے کہا ہے کہ ''توہین رسالت کا قانون ختم اور آسیہ مسیح کو رہا کیا جائے'' مگر انہی ڈالر نائزڈ اور پاؤنڈز این جی اوز کی ''بیگمات'' اور ان کے پاپوں بینڈ کٹوں کو بے گناہ اور معصوم پاکستانی قوم کی مسلم بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی نظر نہیں آئی جن کو نام نہاد تحفظ انسانی حقوق کے علمبردار امریکہ کی گماشتہ عدالت نے 80 سال کی قید با مشقت سزا سنا دی ہے اور امریکہ کی تاریخ میں کسی کو سنائی جانے والی یہ سب سے زیادہ سزا ہے اس پر تو نام نہاد دانشوروں کے کسی گروہ، دینی تعلیمات سے نابلد کسی اینکر پرسنز اور انسانی حقوق کی چیمپئن این جی اوز کے کسی کونے کھدرے سے ذرا سی بھی آواز بلند نہیں ہوئی اور نہ ہی پاپ بینڈ کٹ جی کو خیال آیا کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو بھی رہا کیا جائے حالانکہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی نے کسی دھرم، کسی مذہب اور کسی شخصیت کی توہین نہیں کی تھی پھر بھی ان کو اتنی بڑی سزا سنا دی گئی، کیا ڈاکٹر عافیہ کسی کی ماں، بہن اور بیٹی نہیں تھی؟ عیسائیوں کے پاپ بینڈ کٹ نے یہ بیان دے کر دنیا بھر میں بسنے والے مسلمانوں کی دل آزاری کی ہے اور دنیا میں امن و سلامتی کے عمل کو سبوتاژ کرنے کی گھناؤنی کوشش کی ہے ناموس رسالت ﷺ کے لئے مسلمانوں کا بچہ بچہ کٹ مرے گا لیکن توہین رسالت کے

قانون کو ختم نہیں ہونے دے گا۔ مغربی ٹکڑوں پر پلنے والے سن لیں کہ ’’کائنات کی تمام تر سلطنتیں رسول رحمت ﷺ کے نعلین مقدس کی نوک پر قربان کی جاسکتی ہیں‘‘۔

گورنر سلمان تاثیر کے قتل کے بعد ہمارے بہت سارے دینی تعلیمات سے بالکل کورے دانشورانِ قوم بھی چینلز پر یہ کہتے ہوئے تھکتے نہیں کہ رسالت مآب ﷺ نے تو فتح مکہ کے موقع پر اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف فرمادیا تھا اور مکہ کی جو عورت آپ ﷺ پر کوڑا پھینکتی تھی اس کو بھی معاف فرمادیا تھا تو ہمیں بھی چاہئے کہ ایسے لوگوں کو معاف کردیں جو (معاذ اللہ، معاذ اللہ) آپ کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے نبی محتشم ﷺ رحمۃ اللعالمین تھے اور آپ ﷺ ہمیشہ معاف فرماتے رہے لیکن اس معافی کا اختیار فقط آپ ﷺ ہی کے پاس تھا، عام مسلمانوں کو اس کا اختیار نہیں ہے کہ توہین کا مرتکب ہو اور ہم اس کو معاف کردیں، پھر اس واقعہ کا حوالہ دینے والے یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ یہ سب کچھ اسلام کے اولین دور کی بات ہے جب مسلمان صرف مکہ میں انگلیوں پر گنے جاتے تھے۔ شہر پر کفار مکہ کی حکومت تھی نہ تو جہاد ابھی فرض ہوا اور نہ ہی قوانین کا نفاذ ہوا تھا وہ تو مسلمانوں پر ابتلاء و آزمائش کا دور تھا، جلیل القدر صحابہ کرام پر سارا سارا دن مشرکین مکہ ظلم و ستم کے پہاڑ توڑا کرتے تھے اور گرمیوں کے سخت ترین دنوں میں تپتی ریت پر لٹا کر ننگی پشت پر کوڑے برسا کر اس قدر بہیمانہ تشدد کرتے تھے کہ زمین بھی تڑپ جاتی تھی حتی کہ صحابیہ حضرت سمیہ کو تو مشرکین مکہ نے اپنے ظلم و تشدد کا نشانہ بنا کر شہید ہی کردیا۔

مکہ کے ابتدائی دور کا حوالہ دینے والے دانشورانِ قوم اور قلم قبیلے کے بزرجمہر یہ بات ذہن میں کیوں نہیں لاتے اور اس حقیقت کو کیوں دانستہ طور پر بھول جاتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آزمائش کی بھٹی میں سے گزار کر آزمالیا اور ان کے ہاتھ میں فتح و نصرت کا جھنڈا دے دیا اور ان کو ایک اسلامی حکومت کا وارث بنادیا تو پھر اگر کسی نے بھی رسالت مآب کی بارگاہ قدسیت میں ذرا برابر بھی توہین کی جسارت کی تو پھر احادیث کی پاکیزہ کتابوں کے صفحات گواہی دیں گے کہ اس گستاخ رسول ﷺ کی سزا سر قلم ہی ٹھہری، اس کی سب

سے واضح اور بڑی مثال تو یہ ہے کہ نظم عدل کے پیکر اور منبع وجود و سخا رسول رحمت پیغمبر انسانیت حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ عدل وانصاف سے فیصلہ کرانے کے بعد ایک شخص جو مسلمان تھا اپنا معاملہ مرادِ رسول ﷺ یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں لے گیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دوسرے فریق یعنی یہودی نے آگاہ کیا کہ اس معاملے کا فیصلہ آپ کے رسول ﷺ میرے حق میں فرما چکے ہیں، یہ جملہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اندر گئے اور ننگی تلوار لے کر آئے اور آتے ہی اس منافق مسلمان کا سر قلم کر دیا اور فرمایا جو بد بخت میرے کریم آقا ﷺ کا فیصلہ قبول نہیں کرتا ہے عمر پھر اس کا فیصلہ اپنی تلوار سے کرتا ہے، حالانکہ اس شخص نے بظاہر ایسا کوئی جملہ نہیں بولا تھا کہ جس سے توہین کا پہلو نکلتا ہو، بلکہ صرف نبی کریم ﷺ کا فیصلہ ماننے سے انکار کیا تھا جس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی نے موت کی سزا دی اور اس وقت میرے آقا کریم ﷺ بھی ظاہری حالت میں حیات تھے اور آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق کے اس اقدام پر کوئی ردعمل ظاہر نہ فرمایا، جس سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ درست تھا اور آپ ﷺ کی خاموشی آپ ﷺ کی رضا پر دلالت کرتی ہے اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ غیر مسلم تو کجا اگر کوئی مسلمان بھی حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ قدسیت میں ادنیٰ سی بھی توہین کا مرتکب ہوگا تو اس کی بھی سزا موت ہی ہے۔

توہین رسالت کے قانون اور توہین رسالت کرنے والے شخص کے بارے میں حکومتی حلقوں اور ادبی ہتھکنڈوں سے یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ یہ معاملہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہئے یہ اللہ اور بندے کا معاملہ ہے۔ اگر ان جاہل اُجڈ، گنوار اور بہرو پیوں کو ذرا بھی قرآن اور صاحب قرآن کی حقیقت اور فہم کا ادراک ہوتا تو یہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیتے کہ قرآن کی ایک سو گیارہویں سورۃ اللھب جو آپ ﷺ کے سگے چچا ابولہب اور ان کی بیوی ام جمیل کے وعید سزا میں نازل ہوئی اس کا ترجمہ درج کئے دیتے ہیں۔ "تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا، اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا، اب دھنستا ہے لپٹ مارتی

آگ میں وہ اور اس کی جورو، لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا“۔

اور چھبیسویں پارے میں موجود سورۃ الحجرات جو کہ خالصتاً حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ نبوت و رسالت میں حاضری کے آداب سکھانے کے لئے نازل ہوئی ہے اور اس سورہ کی آیات نمبر تین اور چار کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔

”اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو، بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے چن لیا ہے، ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے“۔

جس میں صرف بارگاہ رسالت کا ادب و احترام سکھایا جا رہا ہے اگر بارگاہ رسالت ﷺ میں ذرا سا بھی اپنی آواز کو اونچا کر لیا تو یوں سمجھو ساری زندگی کے اعمال سے ہاتھ دھونا پڑ گئے اور اعمال بھی ایسے ضائع ہوتے ہیں کہ ان کے ضیاع کا شعور بھی ہمارے اذہان و افکار سے محو ہو چکا ہوتا ہے۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ معروف دانشور اور صحافی ڈاکٹر شاہد مسعود نے اپنے ایک پروگرام میں صدر پاکستان کی سندھی ٹوپی پر اپنے الفاظ میں تنقید کی تھی، تو اس وقت حکومتی حلقوں اور جیالوں نے صدر کی سندھی ٹوپی پر تنقید کو سندھی ثقافت کی توہین قرار دے کر پورے سندھ میں بالخصوص اور پورے پاکستان میں بالعموم ”تقدس سندھی کلچر“ مہم چلا ڈالی تھی اور اس دن سے لے کر آج تک اب ہر سال باقاعدگی سے اپنے کلچر کی پاسداری اور حفاظت کا یوم تقدس سندھی کلچر منایا جاتا ہے، سوچنے والی بات ہے کہ جو لوگ اپنے سیاسی قائد کی سندھی ٹوپی پر تنقید کو برداشت نہیں کر سکتے عام مسلمان یہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ دنیائے کائنات کے عظیم ترین قائد، کمانڈر انچیف امت کے غم خوار آقا، رسول رحمت، حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں کوئی

توہین کرے اور وہ برداشت کر لی جائے؟

ڈاکٹر علامہ اقبال نے مسلمانوں کے اسی والہانہ بے ریا اور بے لوث جذبے کی اپنے کریم آقا ﷺ سے محبت کی تصویر یوں کھینچی کہ

"یہ مسلمان فاقہ کشی کی بدولت تو زندہ رہ سکتا ہے مگر اس کے قلوب واذہان سے اگر روح محمد ﷺ نکال لی جائے تو یہ فوراً مر جائے گا۔ کیونکہ ایک مسلمان کی زندگی کی سانسیں گنبدِ خضریٰ سے وابستہ ہیں اگر اس کو گنبدِ خضریٰ کی روحانی تسکین اور ٹھنڈک سے الگ کر لیا جائے تو زمانے کی گرمی اسے جھلسا کے رکھ دیتی ہے مسلمانوں کا مرنا جینا غلامی رسول ﷺ سے وابستہ ہے۔

(15 جنوری 2011ء، روزنامہ الشرق لاہور)

•••-----•••---•••

غازی ممتاز قادری! ہر عاشقِ رسول تمہارے ساتھ ہے

حافظ شفیق الرحمٰن (سینئر کالم نگار روزنامہ دن)

وطن عزیز میں غازی ملک ممتاز حسین قادری کے ہاتھوں سلمان تاثیر کی ہلاکت کے بعد دین، تاریخ، تہذیب، ادب، صحافت، اخلاقیات اور انسانی نفسیات سے ناواقف، بے بہرہ، نابلد، جاہل بلکہ اجہل کالم نگار خرافات و ہذیانات کا چوراہا سجا کر بازاری لب ولہجہ میں عاشقانِ ناموس رسالت مآب پر وادیٔ طائف کے آوارہ اور لوفر اوباشوں کی طرح ''کنکریاں'' پھینک رہے، خشت پاشی، سنگباری اور کلوخ اندازی کر رہے ہیں۔ یہ لوگ نفسیاتی طور پر غیر معتدل اور غیر متوازن ہیں۔ ان کی تحریروں میں سوائے ژاژ خائی۔ ہرزہ سرائی، یاوہ گوئی، بیہودگی، سطحیت، بڑھک بازی، ابتذال، رکاکت اور خباثت کے کچھ نہیں ہوتا۔ جاہلانہ، اُجڈ اور گنوار لب ولہجہ کے مالک یہ الکحل زدہ نرگسیت کے مریض سراسیمہ اور حواس باختہ ہو چکے ہیں۔ انکے وجود نامسعود کے شجر خبیث کو ''ولایتی ٹھرے'' کی دیمک نے چاٹ لیا ہے۔ اب تو ان کے اوسان خطا اور عقلیں ماؤف ہو چکی ہیں۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت تو انہیں کب کی داغِ مفارقت دے چکی۔ ان کی 75 فیصد مت کا تو ''بول رام'' پہلے ہی الکحل نے کر دیا تھا اور رہی سہی دِق زدہ مت کا ''کریا کرم'' 4 جنوری 2011ء کی سہ پہر غازی ملک ممتاز حسین قادری کی مشین گن سے نکلنے والے اس ایک ''چھٹے'' نے کر دیا، جس نے قانون امتناع توہین رسالت کو کالا قانون کہنے والے گورنر کو نتھو رام، راجپال اور شردھانند کی طرح نشانِ عبرت بنا کر ہاویہ میں ان کے پاس پہنچا دیا۔ سلمان رشدی بننے کے شوق میں سلمان تاثیر بھی اب

ہاویہ میں مرزا غلام احمد، مرزا بشیر الدین، مرزا ناصر، نتھورام، راجپال اور شردھانند کے کرب ہمسائیگی سے دوچار ہے۔ قانون امتناع توہین رسالت کو بلیک لاء کہنے والی ایک بلیک شپ تو فنا کے بلیک ہول میں پہنچ چکی۔ لیکن میڈیا کی چراگاہ کی چند بلیک شیپس بوکھلاہٹ اور خوف و ہراس کے عالم میں مطالبہ کر رہی ہیں کہ فدائیانِ ناموس رسالت کو الٹا لٹکا دیا جائے۔ ایک صاحب کے پیٹ میں اس پر بھی مروڑ اٹھے ہیں کہ گلپاشی کیوں کی؟ صاحب آپ میں اخلاقی جرأت ہے تو راولپنڈی پہنچیں، جب ملک ممتاز حسین قادری پولیس وین سے نیچے اترے تو پھول کی بجائے پتھر پھینکنا تو دور کی بات ہے، آپ بآواز بلند اظہار رائے کی آزادی کا استعمال کرتے ہوئے اس کی ذات بارے زیادہ نہیں، ایک دو ریمارکس ہی فضا میں اچھال دیجئے گا۔ آپ کو ہر سوال کا نقد جواب ایک نینو اور فیمو سیکنڈ سے بھی کم مدت میں مل جائے گا۔ کم از کم وکلائے حق سے اتنا ضرور پوچھ لیجئے گا کہ ایلیٹ فورس کے نورانی چہرے والے اس کمانڈو کی پیشانی آپ کیوں چوم رہے ہیں؟ غازی کے پرتپاک اور گرمجوش استقبال پر آپ کا بلڈ پریشر کیوں ہائی ہو رہا ہے؟ گل پاشی پر آپ کیوں آگ بگولا ہو رہے ہیں؟ ممتاز قادری تو ابھی محض ایک ملزم ہے۔ اس پر جرم ثابت نہیں ہوا، ابھی تو کسی چھوٹی بڑی عدالت میں اس کے خلاف کسی کیس کی سماعت کا بھی آغاز نہیں ہوا۔ سلمان تاثیر نے جب توہین رسالت کی ایک عدالت سے سزا یافتہ مجرمہ سے جیل جا کر ملاقات کی تو اس نے اس کو بے گناہ قرار دے کر توہین عدالت کی تھی۔ جب تک اعلیٰ عدالتوں میں اس کی بے گناہی ثابت نہ ہو جاتی، سلمان تاثیر کو وہ کونسا قانون اور آئین تھا، جس نے یہ حق دیا تھا کہ وہ عدالتی فیصلے کو غلط قرار دے؟ وہ تو صوبے کے آئینی سربراہ تھا، اسے تو کسی بھی چھوٹی بڑی عدالت کے فیصلے کے خلاف بیان داغنے سے قبل ہزار بار سوچنا چاہیے تھا۔ جب عاصیہ کے حق اور اس کی سزا سنانے والی عدالت کے خلاف اس کا بیان منظر عام پر آیا تو ایک شہری نے تھانے میں توہین عدالت کے حوالے سے اس کے خلاف درخواست دی۔ مجاز افسران نے یہ کہہ کر اس کی درخواست واپس کر دی کہ صوبے کے آئینی سربراہ کی حیثیت سے اسے امیونٹی Amunity حاصل ہے۔

غازی ممتاز قادری کے حق میں تہنیتی و تحسینی نعرے جنات یا فرشتے تو نہیں لگا رہے، عشق رسالت مآب ﷺ سے سرشار شہری ہی لگا رہے ہیں، یہ نعرے کراچی سے خیبر تک گونج رہے ہیں۔ قوم اسے یقین دلا رہی ہے کہ ممتاز قادری تم تنہا نہیں، ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہمارے یہ بوزنے دانشور ڈارون کے جدامجد کی زوجہ کی طرح آتش زیر پا کیوں ہو رہے ہیں؟ حسینی قافلے کے غازی حلقہ ارادت جوں جوں بڑھ رہا ہے، کوفۂ صحافت میں صف ماتم بچھ رہی ہے۔ کوفہ صحافت کے ان باسیوں کا اعتراض یہ بھی ہے کہ صرف اسلام آباد کے سینکڑوں وکیلوں نے اس کا کیس لڑنے کیلئے وکالت نامے پر دستخط کیوں کئے؟ مجھے معلوم نہیں کہ پاکستان بھر میں رجسٹرڈ وکلاء کی تعداد کتنی ہے۔ ایک لمحہ کیلئے فرض کر لیتے ہیں کہ رجسٹرڈ وکلاء کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ یقین کیجئے ان ایک لاکھ وکلاء میں سے 99 ہزار وکیل غازی ملک ممتاز قادری کے وکلائے صفائی بننے کو اپنے لئے سرمایۂ اعزاز اور دولتِ افتخار سمجھتے ہیں۔ ایک لاکھ وکلاء میں سے باقی رہے ایک ہزار وکیل، جن کے بارے شبہ ہے کہ وہ غازی ملک ممتاز حسین کے وکالت نامے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیں گے تو ان میں سے آدھے قادیانی ہوں گے اور باقی غیر ملکی این جی اوز کے ڈالرخور۔ یہ بڑھک باز تجزیہ کار ٹی وی ٹاک شوز کے سرکس میں بازیگروں کی طرح اچھل کود کر رہے ہیں اور کالموں کے اکھاڑے میں زور آزمائی کر رہے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ وہ اسلام آباد کے اُن سینکڑوں وکلاء سے ملیں، جو غازی ملک ممتاز قادری کا کیس مفت لڑنے کیلئے اعلان کر چکے ہیں۔ ممتاز قادری اسلام کا ایک عام اور غریب سپاہی ہے اور اس کا کیس مفت لڑنے کیلئے ہزاروں وکیل صف بہ صف میدان عمل میں موجود ہیں اور گورنر، سیاسی رہنماء حتیٰ کہ بزنس ٹائیکون کی طرف سے ایک بھی وکیل، بطور وکیل استغاثہ وکالت نامے پر دستخط نہیں کر رہا۔ عابد حسن منٹو، سابق وزیر قانون اقبال حیدر، افراسیاب خٹک، حنا جیلانی، عاصمہ جہانگیر یا کوئی اور مسیلمہ پنجاب کا پیروکار کل کلاں اٹھے تو وہ سلمان تاثیر کا مردہ ہی خراب کریں گے۔ سلمان تاثیر امریکیوں کی جھانسے میں آ گیا اور ان کی ڈکٹیشن پر توہین رسالت کی مجرمہ عاصیہ المعروف آسیہ بی بی کو ملنے جیل چلا گیا اور وہاں اسے ساتھ بٹھا

کر لاہوری زبان میں ایک پریس کانفرنس بھی کھڑکا دی۔ یوں اس نے قانون تکریم وتعظیم رسالت کو کالا قانون کہنے کی کالک سے اپنا چہرہ اور نامہ اعمال سیاہ کرلیا۔ وقتی طور پر تو وہ امریکہ کا محبوب بن گیا لیکن اسلامیان عالم کا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے معتوب ہو گیا۔ یہ ظلم، بے حسی، بے حمیتی، انصاف دشمنی اور دین بیزاری نہیں تو اور کیا ہے کہ عدالت نے آسیہ مسیح کو توہین رسالت پر موت کی سزا سنائی مگر سزا تسلیم نہیں کی گئی اور اقلیتی رکن کی سربراہی میں کمیٹی قائم کر دی گئی۔

سلمان تاثیر نے بداحتیاطی کی، اس کا منطقی انجام یہی ہونا تھا، جو ہوا۔ بس ایک دو دن وہ موضوع کلام بنا اور پھر ہمیشہ کیلئے ایک دشنام بن گیا۔ آج موئے کل، دوسرا دن! دو جا، دسواں، اور پھر چالیسواں احباب اکٹھے ہوں گے، گپ شپ لگائیں گے پلاؤ اڑائیں گے قورمہ ڈکاریں گے اور دیگر ماکولات ومشروبات پر ہاتھ صاف کرنے کے بعد رسماً دعا کیلئے ہاتھ اٹھائیں گے اور سلمان تاثیر کا تصور کر کے کہیں گے: کامریڈ ہم یہی کر سکتے تھے، سو کر دیا، آگے آپ کے اعمال جانیں۔

ریاستی مشینری نے پہلے دن تو اس کی قبر نما ڈھیری پر سرکاری خزانے سے پھولوں کی چادریں چڑھادیں، بعد ازاں ایک بھی عام شہری وہاں نہیں گیا۔ البتہ پاک افواج کے شہداء کی ارواح اس پر مضطرب ہیں کہ انہوں نے تکریم رسالت کے تحفظ کیلئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے والوں کے قبرستان میں ایک ایسے شخص کا تابوت زمین دوز کر دیا گیا جو قانون تکریم رسالت کو ایک سے زائد بار کالا قانون کہنے کے جرم کا مرتکب ہو چکا تھا۔ یہ قانون کسی ایک انسان یا انسانی ادارے کا بنایا ہوا قانون نہیں، یہ اللہ اور اس کے محبوب نبی اکرم ﷺ کا بنایا قانون ہے۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب سرکار دو عالم ﷺ کے فیصلے پر اظہار ناگواری کرنے والے منافق کا سر اس کے شانوں سے جدا کر دیا اور اس کی خبر آقائے کائنات، خلاصہ موجودات ﷺ کو پہنچی تو آپ کی خاموشی نے یہ قانون وضع کر دیا کہ جو منصف اعظم، ہادی عالم، اور نبی محتشم کے فیصلے کی بھی اہانت کرے گا، اس کا ٹھکانہ زمین

کی پیٹھ نہیں زمیں کا پیٹ ہوگا۔ عشق رسول ﷺ میں فنا شخصیات آج بھی موجود ہیں۔ ان کا موقف ہے کہ پاک افواج کے قبرستان شہداء میں کسی ایسے شخص کی تدفین نہیں ہونا چاہئے، جس کے قتل پر مسجد شہداء میں تو قرآن خوانی نہیں ہوئی البتہ عاصیہ المعروف آسیہ بی بی کے بھائی بندوں کی جانب سے یوم دعا کے اعلان پر ملک بھر کے گرجا گھروں میں خصوصی دعائیہ پروگرام منعقد ہوئے۔ کہاں پاک افواج کے قبرستان شہداء کے حیات جاودانی کے حامل عظیم مکین اور کہاں کیتھیڈرل چرچ کے دعا گو۔ عام شہری تو مطالبہ کر رہا ہے کہ اس کے تابوت کو کیولری کے پاک افواج کے قبرستانِ شہداء سے نکال کر کہیں اور گاڑا جائے۔ اسے گورا قبرستان جیل روڈ یا گورا قبرستان نزد ٹیکسالی یا چناب نگر کے مرزا بشیر الدین کے بہشتی مقبرے میں گاڑ دیا جائے تا کہ بعد از مرگ بھی اسے اقلیتوں سے اظہار یکجہتی کے مواقع اور سہولیات مہیا رہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی دن بریکنگ نیوز آئے: پاک افواج کے قبرستان شہداء میں سلمان تاثیر کی ڈھیری کو نامعلوم افراد نے دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیا۔

(روزنامہ دن 11 جنوری 2011ء)

•••-----•••-----•••

عقل قرباں کن بہ پیش مصطفیٰ ﷺ

علامہ احمد علی قصوری

(صدر مرکزِ اہل سنت پاکستان' چیئر مین قرآن بورڈ پنجاب)

2010ء کے آخری روز، 31 دسمبر، جمعۃ المبارک کو چشم فلک نے سرزمین پاکستان پر کروڑوں تڑپتے دلوں، رنج و الم میں لتھڑے چہروں، غم و غصے سے بھپرے جذبوں اور طوفانوں میں ڈھل جانے والی اضطرابی کے کئی مناظر دیکھے۔ چھوٹے بڑے شہروں کی طرح بلکہ حسب روایت آگے بڑھ کر زندہ دلانِ لاہور ریلیوں کی صورت میں سڑکوں پر آ گئے، تاجروں نے احتجاجاً شٹر ڈاؤن اور تالہ بند ہڑتال کر کے کاروبار بند کر دیے اور جملہ عاشقانِ رسول اپنے اپنے رنگ و آہنگ کے ساتھ سراپا احتجاج بن گئے۔ علماء و خطباء نے آج خطبات جمعہ میں قرآن و سنت اور تاریخ اسلام کی روشنی میں دیگر احکامِ اسلام اور دینی حکمتوں کے ساتھ اس مرکزی ایمانی نکتے کو بطور خاص اجاگر کیا، جسے حکیم الامت، مفکر پاکستان حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس رنگ میں بھی بیان فرمایا ہے:

مغزِ قرآں، روحِ ایماں، جانِ دین
ہست حب رحمۃ للعالمین

ان سارے احتجاجی مناظر اور مطالبات کے پس منظر میں عالمی، ابلیسی، طاغوتی، سامراجی، متحد و منظم قوتوں کی تائید و سرپرستی میں ہمارے وطن عزیز میں آباد لادین عناصر، غیر مسلم محدود اقلیتی ایجنٹوں اور مختلف شعبہ ہائے حیات سے وابستہ اخلاق باختہ مرد و زن اور اپنی پروردہ این۔ جی اوز کے ذریعے عالم اسلام کی اب تک کی واحد ایٹمی طاقت پاکستان کے اندر

چند پرانے فتنوں کو نئے حربوں سے لیس کر کے شورش بپا کرنے اور اس کی نظریاتی بنیادوں کو تہس نہس کرنے کی سازش کارفرما ہے۔

اہل بصیرت سے یہ امور مخفی نہیں ہیں کہ کچھ عرصہ سے مختلف حیلے حربے استعمال کرتے ہوئے پاکستان میں آباد سیکولرازم کی آڑ میں اپنی شعوری یا غیر شعوری لادینیت کو چھپانے والے عناصر نے اپنے دیگر مذموم عزائم کے ساتھ ساتھ پاکستان کی بعض دستوری اور قانونی شقوں کو بطور خاص نشانہ بنایا ہوا ہے۔ انہیں نہ تو ریاست کا نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' میں اسلام کا لفظ پسند ہے اور نہ اس کے آئین میں یہ الفاظ پسند ہیں کہ یہاں ''قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا''۔ ان مادر پدر آزادی کے علم برداروں کی سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ برصغیر ہند میں ریاست مدینہ کی پیروی میں نظریہ اسلام کی بنیاد پر مسلمانوں کیلئے الگ مملکت کی تشکیل دینے کی فکر سے لے کر عملی جامہ پہنانے کی منزل تک مفکرین، قائدین، مجاہدین، علماء وشہداء اور عامۃ المسلمین نے اتنے ٹھوس اور گہرے نقوش ثبت کر رکھے ہیں کہ ان کے مٹائے نہیں مٹتے۔ متذکرہ بالا عناصر کو اپنے بیرونی آقاؤں کی ہمہ پہلو اشیر باد اور ہمہ نوع اعانت وسرپرستی بھی حاصل ہوتی ہے۔ یہ کج رو دانش ور اور احمق فلسفی خود بھی بڑی چالیں چلتے ہیں اور روپ بہروپ کا کھیل بھی کھیلتے رہتے ہیں۔ یہ تاریخ میں موجود و مذکور کس طبقے کی معنوی اولاد ہیں، یہ قرآنی الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں کہ ان کا کردار وانجام کیا ہے۔

''و اذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا امنا و اذا خلوا الی شیاطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزؤن'' (التوبۃ:۱۴)

(مفہوم) اور جب (یہ دوغلے بہروپئے پلپلے) ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے۔ (دین ہمارا اسلام ہے، ہم بھی کلمہ پڑھتے ہیں، ہم بھی مسلمان ہیں) اور جب اپنے شیطان ساتھیوں کے ساتھ خلوتوں میں ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ (جو کچھ وہاں پہلے کہا تھا وہ کیا تھا؟ بس یونہی وہ جو سچے مخلص مسلمان ہیں) انہیں ہم بے وقوف بنا رہے

تھے''۔

''اللّٰہ یستھزئ بھم و یمدھم فی طغیانھم یعمھون ○اولئك الذین
اشتروا الضلالۃ بالھدی فما ربحت تجارتھم و ما کانوا مھتدین''
(البقرۃ:۱۱،۱۵)

(مفہوم) اللہ ان کی مت ماردیتا ہے (انہیں رسوا کر دیتا ہے) اوران کی رسی دراز کرتا ہے (ڈھیل دیتا ہے کہ سنبھل جائیں مگر وہ) سرکشی میں اندھے ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی ہے، ان کے دھندے نے نفع نہیں دیا اور نہ ہی وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

یہ تو خدائے علیم وبصیر کی شان ہے، وہ تو اپنے حبیب ﷺ کی رحمت کے صدقے ان کے غلاموں کو ایسا نور عطا فرما دیتا ہے کہ جس کے ذریعے منافقوں کی چالیں بے نقاب ہو کر ناکام ہو جاتی ہیں۔

''اتقوا فراسۃ المؤمن، فانہ ینظر بنوُر اللّٰہ'' (حدیث مبارکہ)

(مفہوم) مومن کی فراستِ (ایمانی بصیرت) سے ڈرو کہ وہ اللہ کے (عطا کردہ) نور سے دیکھتا ہے۔

بہر رنگے کہ جامہ خواہی مے پوش
من انداز قدت را می شناسم

''(اے دشمن دین منافق) تو جس رنگ کا مرضی لبادہ اوڑھ لے میں
تیرے قد کاٹھ (حرکات وسکنات) سے ہی تجھے تاڑ لیتا ہوں۔''

سب کو معلوم ہے کہ پاکستان میں موجود ان عناصر نے اپنی اخلاقی خباثتِ نفسی، گمراہی پر مبنی بدعقیدگی اور فکری ژولیدگی کی بناء پر تین قانونی شقوں کو بطور خاص ٹارگٹ کیا ہوا ہے اور انہیں وہ مختلف تقریروں، تحریروں، مذاکروں، مباحثوں اور بیانات و مطالبات کی صورت میں زیر بحث لا کر اونچے نیچے سُر الاپتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

☆ قادیانیوں، مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ غلط ہے، اسے بدل دینا چاہئے۔

☆ شناختی کارڈ بنوانے کے لئے پر کئے جانے والے درخواست فارم میں سے وہ کالم حذف کر دیا جائے جس میں حلفاً ختم نبوت کا اقرار اور مرزائیت کا انکار کرنا ہوتا ہے۔

☆ بیرون ملک جانے کے لئے پاکستانی پاسپورٹ میں جو مذہب کے خانہ میں مرزائیوں کو بطور غیر مسلم لکھا جاتا ہے وہ غلط اور واجب التبدیل ہے۔

ان امور میں اپنے بیرونی آقاؤں کی مکمل تائید وحمایت رکھنے کے باوجود مذکورہ عناصر اب تک اپنے مذموم عزائم کو عملی جامہ پہنانے اور اپنے غلیظ مقاصد کے حصول میں ناکام و نامراد ہیں اور نہ ہی اب تک کسی حکومت کو یہ جرات ہوئی ہے کہ وہ ان لغو مطالبات کو منظور کرے۔

اس اظہار میں یہ امر خصوصی طور پر ملحوظ خاطر رہے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کا ایمان افروز فیصلہ 1974ء کے اندر ''پاکستان پیپلز پارٹی'' کے بانی جناب ذوالفقار علی بھٹو کی وزارت عظمیٰ کے دور میں عوام کی دیرینہ آرزو کی تکمیل اور پرزور مطالبے کی تائید پر قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی قومی اسمبلی میں پیش کردہ ایک قرارداد کے متفقہ طور پر پاس ہونے کے نتیجے میں آئین پاکستان کا حصہ بنا تھا جو کہ اب تک موجود ہے اور آئندہ بھی ان شاء اللہ العزیز برقرار رہے گا۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

تمام عالمی، طاغوتی، ابلیسی، سامراجی، صہیونی، صلیبی اور دیگر لادینی قوتیں اس حقیقت کو اچھی طرح اور درست طور پر سمجھتی ہیں کہ جب تک امت مسلمہ کا قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کے ساتھ عقیدہ وایمان اور عشق ومحبت کا رشتہ رہے گا، اس وقت تک اسے تباہ و برباد نہیں کیا جا سکتا۔ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ شروع سے مسلمان اپنے آقا و مولیٰ حبیب خدا، احمد مجتبیٰ ﷺ کے مقام ومنصب اور عزت وناموس کے تحفظ کے حوالے سے بڑے حساس اور جذباتی واقع ہوئے ہیں۔ مفکر پاکستان، عاشق مصطفیٰ اس عقیدے اور والہانہ طرز عمل کی یہ کہتے ہوئے تائید وحمایت کرتے ہیں کہ:

عقل قرباں کن بہ پیش مصطفیٰ ﷺ

یعنی اے امتی! تیرے آقا و مولا ﷺ کی عزت و ناموس پر اگر کوئی بدبخت زبان درازی کرے اور ابلیسی دانش برہانی استعمال کرنے لگے تو جواباً دیوانہ ہو جا، کہ تیرے ایمان کے تحفظ کا تقاضا یہی ہے، اگر کوئی وسوسہ اندازی کرے تو جواباً نظام مصطفیٰ ﷺ یعنی اسلام کے نظام رحمت کیلئے عقل دلائل سے اس کی برتری ثابت کی جائے، لیکن اگر مقام مصطفیٰ ﷺ کی بات کی جائے تو عقل کو قربان کر دو کہ اس کے کثیر پہلو عقل انسانی سے ماورا اور اس کی رسائی سے باہر ہیں اور وہاں عقل کی فرزانگی نہیں بلکہ عشق کی دیوانگی کام آتی ہے، جیسا کہ تاریخ میں موجود دیگر عشقان مصطفیٰ کی طرح ملک ممتاز حسین قادری نے روایت عشق ومستی کو دہرایا ہے۔ علامہ محمد اقبال کی یہ دعا قابل ملاحظہ ہے۔

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
مرے مولا! مجھے صاحب جنوں کر
صد کتاب و صد ورق در نار کن
روئے دل را جانب دل دار کن

اسلام، کفر اور حق وباطل کے پہلے معرکے غزوہ بدر کا صرف ایک منظر ذہن میں لائیں کہ جب دو نو عمر لڑکے (ننھے صحابی حضرت معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما) ایک بزرگ صحابی

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھ رہے تھے کہ بابا! ذرا یہ تو بتائیں کفار میں وہ ابوجہل کون سا ہے؟

کہا بچو! تم اس کو کیوں ڈھونڈ رہے ہو؟ ننھے عاشقوں اور مجاہدوں نے جواب پاکستان کے قومی ترانے کے خالق جناب حفیظ جالندھری کے زیر قلم آیا کہ وہ یوں بولے

قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری ﷺ کو

بس ہر سچے مسلمان کا شروع دن سے آج تک یہی عقیدہ ہے اور یہی عمل ہے اور چاہے کسی کو کتنا ہی ناگوار گزرے، عشق مصطفیٰ ﷺ کے اسی انداز و اظہار کا نام ہی ایمان اور اسلام ہے، یہی اللہ کی مشیت و رضا ہے، یہی امت کی شہ رگ ہے کہ جس کی بقا میں امت کی بقا ہے اور اگر یہ شہ رگ کٹتی ہے تو یقیناً امت کی مکمل فنا ہے۔ رہا معاملہ ان نام نہاد مسلمان کہلانے والے دانش وروں (درحقیقت پرلے درجے کے احمقوں) کالٹر پٹر بیگمات اور ان کی این جی اوز، کا بے حیائی پھیلانے والے ٹی وی چینلز کے مالکان اور ان کے زبان دراز بے غیرت اینکر پرسنز کا تحفظ ناموس رسالت کے مسئلہ پر کھوکھلا، دوغلہ، منافقانہ اور بودا موقف اختیار کرنے والے بے شرم حکمرانوں، سیاست دانوں اور ان کے ہم نواؤں کا، صحافت، تجارت کے عنوان سے حرام دولت جمع کرنے اور گمراہی پھیلانے والے اخبارات و رسائل کے مالکان اور ان کے ملازمین کا، تو ان میں سے ہر ایک اور کچھ نہیں تو کم از کم اتنا ہی سوچ لے کہ فی الوقت وہ زمین کے سینے پر اگر "خوفِ خدا اور شرم نبی، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں" کا مرقع بنا پھرتا ہے، مگر آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں، آخر ایک نہ ایک دن یقیناً مرنا اور زمین کے پیٹ میں جانا ہے۔ عقائد اسلام کے مطابق قبر کے سوالات میں جب حضور ﷺ کی ذات و منصب کے بارے میں وہاں پوچھا جائے گا تو کیا کہو گے؟

چند خوانی حکمت یونانیاں حکمت ایمانیاں راہم بخواں

"یونانیوں کی (احمقانہ و سفیہانہ) حکمت تو پڑھتے ہی رہتے ہو، اہل ایمان کی (حقیقی)

حکمت بھی پڑھو"۔

علاج آتشِ رومی کے سوز میں ہے ترا
تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں

(علامہ اقبال)

پیشتر اس کے کہ ملکی اور عالمی سطح پر رونما ہونے والے حالیہ دو واقعات کا ذکر کیا جائے، تحفظ قرآن اور تحفظ ناموس رسالت سے تعزیرات پاکستان کی ان شقوں پر ایک نظر ڈال لی جائے، جنہیں آج کل "تمام پاگل بکاؤلیاں اور تمام بقل بتورے"۔(ا) مل کر تبدیل کرانے کے لئے شور و غوغا اور غل غپاڑہ کر رہے ہیں۔

اپنے چرچ میں 26۔ مارچ کو قرآن پر مقدمہ چلا کر ثابت کروں گا کہ دُنیا میں دہشت گردی کا منبع اور سرچشمہ یہی کتاب ہے۔ دوسری طرف مسیحی دنیا کا سب سے بڑا پوپ بینڈکٹ، وینی کٹ سٹی میں 117 ملکوں کے سفیروں کے سامنے یہ بھاشن دے کہ پاکستان کے قوانین میں دفعہ 295/C غلط ہے۔ اسے تبدیل کیا جانا چاہئے، کیوں کہ غیر مسلموں کے خلاف غلط طور پر استعمال ہوتی ہے۔ بالخصوص مسیحی اقلیت پر اس قانون کے ذریعے بہت ظلم کئے جاتے ہیں اور تحکمانہ لہجے میں یہ بھی کہے کہ آسیہ نامی مسیحی عورت کو رہا کیا جائے، تو اس سے زیادہ ہمارے اندرونی معاملات میں بیرونی مداخلت کو ثبوت کیا ہو سکتا ہے۔ اب آگے بڑھنے سے پہلے تصویر کے دوسرے رخ کے طور پر "تعزیرات پاکستان" کی متعدد دفعات میں سے صرف تین کے الفاظ قابل ملاحظہ ہوں۔

دفعہ 193 بابت جھوٹی شہادت کی سزا

"جو فرد عدالتی کاروائی کے کسی مرحلہ میں ارادۃً جھوٹی گواہی دے یا اس غرض سے جھوٹی شہادت گھڑے کہ وہ عدالتی کاروائی کے کسی مرحلہ میں کام لائی جائے تو اس کو دونوں قسموں میں

(ا) (بیل رے بیل، تجھے چور لے جا رہے ہیں، ہمیں کیا، ہم نے تو چارہ کھانا جہاں سے بھی مل جائے۔ بابا بھلے شاہ کی ذاتی وضع کردہ لغوی اصطلاح میں "بقل بتورا" انسانی شکل میں وہ دو ٹانگوں والا جانور ہے جو اپنی سفلی حیوانی خواہشات کی تکمیل اور پاپی پیٹ کی خاطر سب کچھ کہنے اور سب کچھ کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار ملتا ہے۔)

سے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائے گی، جس کی میعاد سات برس تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہو گا"۔

دفعہ 194 سنگین جرم میں سزا دلانے کی نیت سے جھوٹی شہادت دینا یا گھڑنا

"جو فرد اس نیت سے جھوٹی گواہی دے یا گھڑے کہ اس سے وہ کسی شخص کو (جرم کبیرہ) کی سزا دلوائے تو اس صورت میں غلط شہادت دینے والے کو عمر قید یا دس سال قید با مشقت اور جرمانے کی سزا دی جائے گی۔ اور اگر کوئی بے گناہ شخص اس جھوٹ کی وجہ سے سزایاب ہو کر پھانسی چڑھ جائے تو اس شخص کو جس نے ایسی جھوٹی گواہی دی ہو یا تو سزائے موت دی جائے گی یا اوپر بیان شدہ کوئی بھی سزا دی جائے سکے گی"۔

دفعہ 195

"کسی ایسے مقدمہ میں جھوٹی شہادت دینا یا گھڑنا جس کی سزا عمر قید یا سات سال قید یا اس سے زیادہ ہو تو اس صورت میں جھوٹی شہادت دینے اور گھڑنے والا اسی سزا کا مستحق ہو گا جو متعلقہ دفعہ کے تحت ملزم کو (جرم ثابت ہونے پر) مل سکتی ہو"۔

قارئین گرامی! ملکی سے لے کر عالمی سطح تک یہ چھوٹے چھوٹے، بڑے بڑے، کافر، مشرک، منافق، بے ادب، گستاخ، پڑھے لکھے گمراہ، شیطان، شتونگڑے، پاپی، پوپ اور ان کے چیلے سادہ لوحی میں یا اپنی شہوات وخواہشات نفسانی کی تکمیل کیلئے جان بوجھ کر ان کی ہاں میں ہاں ملانے اور پیروی کرنے والے/والیاں جو کچھ کرتے کراتے پھر رہے/رہی ہیں، ان سے گھبرانے کی ضرورت نہیں، کہ یہ ہمارے لئے نیا سلسلہ نہیں ہے۔

ایک چینی کہاوت کچھ یوں ہے کہ ایک جنگل کے درختوں پر ٹھکا ٹھک کلہاڑے چل رہے تھے اور وہ کٹ کٹ کر دھڑ دھڑ گر رہے تھے، یہ درخت اپنے جنگل کے سب سے بوڑھے درخت سے فریاد کرتے ہیں کہ ہمیں اس تباہی و بربادی سے بچنے کے لئے کچھ بتایئے! بوڑھے نے کہا کہ جن کلہاڑوں سے تمہیں کاٹا جا رہا ہے، ان کے دستے دیکھو، سب لکڑی کے ہیں، اپنی لکڑیوں کو سمجھاؤ کہ وہ دشمن کے آہنی کلہاڑوں کے دستے کے طور پر استعمال نہ ہوں، وگرنہ ہم سب تباہ ہوتے رہیں گے۔

آگ ہے، اولاد ابراہیم ہے، نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے
مسلمان لاکھ بودے ہوں مگر نام محمد ﷺ پر
خوشی سے اب بھی حاضر ہیں وہ اپنے سر کٹانے کو

(مولانا ظفر علی خان)

دشمنانِ اسلام شروع سے لے کر آج تک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اپنے اپنے گمان کے مطابق ''لا الٰہ الا اللہ'' مانتے ہیں اور محمد بن عبداللہ بھی مانتے ہیں، جھگڑا اور اختلاف تو ''محمد رسول اللہ'' پر ہے، جو اہل ایمان کے نزدیک خاتم الانبیاء بھی ہیں اور سید الانبیاء بھی ہیں۔ آیئے ٹھیک 1432 سال پیچھے نبوت کے تیرہویں اور مکی زندگی کے آخری سال مکہ مکرمہ کے پارلیمنٹ ہاؤس (دارالندوہ) میں ایک خصوصی اور ہنگامی اجلاس کا منظر دیکھیں۔ یہ بنو مخزوم سے ابوالحکم عمرو بن ہشام (تاریخ کا ابو جہل)، بنو نوفل کا طعیمہ بن عدی، بنو عبد شمس کا عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ابو سفیان بن حرب، بن جمح سے امیہ بن خلف، بنو سہم سے بنیہ بن حجاج اور منبہ بن حجاج، بنو عبدالدار سے نضر بن حارث، غرضیکہ قریش سمیت بڑے بڑے قبائل کے سرکردہ سردار اور رؤسا، مکے کی غیر مسلم اکثریت کے نمائندگان کی حیثیت سے شریک اجلاس ہیں۔ بھانت بھانت کی تجویزیں اور قرار دادیں حضور ﷺ کے خاتمے اور روز بروز پھیلتے ہوئے نور اسلام کو بجھانے کے لیے پیش ہو رہی ہیں، مثلاً یہ کہ آپ کو زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیا جائے، جلا وطن کر دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ اسی میٹنگ میں ایک ابلیس ایک بوڑھے نجدی کی صورت میں موجود ہے، جو پیش کی گئی تجاویز کی خامیاں بتا کر مسترد کر دیتا ہے، بالآخر ابو جہل کی پیش کردہ یہ تجویز ابلیس نجدی کی تائید سے پاس ہو جاتی ہے کہ تمام قبائل سے چند تجربہ کار تیغ زن نوجوان چن لیے جائیں اور وہ یک بارگی اس وقت حضور پر ٹوٹ پڑیں جب وہ تہجد کے وقت عبادت کے لئے خانہ کعبہ جانے کے لئے گھر سے نکلیں۔ اس متحدہ قتل کا بدلہ اگر حضور ﷺ کے خاندان والے لینا بھی چاہیں تو کس کس سے لیں گے۔

سوال یہ ہے کہ کیا ان اولین دشمنوں کی متحدہ قوت حضور ﷺ کو مٹا سکی؟ نور اسلام کی اشاعت رک گئی یا اس کے بعد کئی گنا بڑھ گئی؟

مکہ کے دار الندوہ سے امریکہ کے وائٹ ہاؤس (قصر صدارت) اور پینٹا گون (امریکی عسکری ہیڈ کوارٹر) تک، ابلیس و ابو جہل سے پوپ بینڈکٹ اور پادری ٹیری جونز تک، عراق و افغانستان میں امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، اٹلی سمیت 57 ممالک کی متحدہ فوجیں مکمل فتح حاصل کر سکی ہیں؟ کیا اسلام کا جادو سر چڑھ کر نہیں بول رہا کہ ان کے اپنے ذرائع کے مطابق پورے یورپ، امریکہ، برطانیہ وغیرہ میں تمام تر رکاوٹوں کے باوجود سب سے زیادہ تیزی کے ساتھ پھیلنے والا مذہب اسلام ہے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

اتنا ڈر غیروں سے نہیں، جتنا افسوس اپنے احمقوں پر ہے، جو کبھی لالچ، کبھی خوف، کبھی فریب، کبھی دباؤ میں آ کر اپنا ضمیر، اپنا دین، اپنا وطن، اپنی عزت و غیرت سب کچھ لٹا دیتے ہیں۔ ''زبانی زبانی مسلمان'' کہلائے جانے کے خواہش مند سلمان رشدی اور سلمان تاثیر جیسے رویوں میں نمودار اور غائب ہوتے ہیں:

جعفر از بنگالہ و میر از دکن
ننگ ایماں، ننگ دیں، ننگ وطن

قانونی موشگافیوں کی آڑ میں اپنی ژولیدہ فکری آوارگی اور گمراہی چھپانے کی سرتوڑ کوشش کرنے والے وسوسہ اندازی کے لئے کبھی کہتے ہیں کہ تحفظ ناموس رسالت کے قانون کو بدلیں کیوں کہ یہ جنرل ضیاء الحق نے بنایا تھا اور یہ کہ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین میں ردوبدل تو ہوتا رہتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ ضابطہ تو خالق کائنات نے بنایا ہے اور سرزمین پاکستان میں جنرل ضیاء الحق نے انفرادی طور پر نہیں بنایا بلکہ قومی اسمبلی نے بحث و تمحیص کے بعد اس کی منظوری دی ہے۔ بعد میں ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں ڈیڑھ سال تک زیر سماعت رہ کر تصدیق ہوا ہے۔ دانش وری کے کچھ ٹھیکیدار یہ فرماتے ہیں کہ قانون نہیں بدلنا تو

اس کا طریقہ کار بدل دیں، کیوں کہ اس کے غلط استعمال کے امکانات بلکہ واقعات پائے جاتے ہیں۔ چونکہ گستاخ رسول کو سب سے بڑی سزا یعنی سزائے موت ملتی ہے، اس لئے اسے بدل دینا چاہیے۔

محبان دین و وطن کا موقف یہ ہے کہ ہاں قانون کا غلط استعمال واقعی غلط ہوتا ہے مگر اس کا عمل یہ ہے کہ قانون کے غلط استعمال کرنے والے کو سزا دی جائے، نہ کہ قانون ہی بدل دیا جائے۔ ناک پر اگر مکھی بیٹھی ہے تو مکھی کو اڑانا چاہیے نہ کہ ناک ہی اڑا دی جائے۔ کتا اگر مسجد میں گھس گیا تو اس کو باہر نکالیں گے نہ مسجد ہی گرا دیں گے۔ پھر پاکستان میں بد قسمتی کی متعدد وجوہ کی بناء پر واقعاتی حقیقت یہ ہے کہ کون سا قانون ایسا ہے جس کی خلاف ورزی نہیں ہو رہی؟ کیا ہماری جیلوں میں جھوٹے مقدمات میں پھنسائے گئے کثیر تعداد میں بے گناہ عورتوں اور بچوں سمیت بہت سے قیدی موجود نہیں ہیں؟ تو پھر تبدیلی صرف اور صرف تحفظ ناموس رسالت کے قانون میں کیوں؟ سطور بالا میں تعزیرات پاکستان کی محولہ ان شقوں کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیں کہ جن میں من گھڑت جھوٹا الزام لگانے والے اور جھوٹی شہادت دینے والوں کے لئے جرم کی نوعیت کے اعتبار سے سات سال قید، دس سال قید با مشقت، مالی جرمانہ، عمر قید سے لے کر سزائے موت تک کا قانون موجود ہے تو پھر صرف تحفظ ناموس رسالت کو ڈیل کرنے والی دفعہ ہی کیوں تبدیل کی جائے؟ اس حق میں کہ جو احمق اور بد بخت جان بوجھ کر کسی پر توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگائے، اسے حسب قانون و انصاف سزا ضرور ملنی چاہیے۔

از پاکستان تا امریکہ و انگلستان، مسئلہ تحفظ ناموس رسالت پر از سر نو بحث مباحث کا آغاز آسیہ مسیحہ کو توہین رسالت کے جرم میں ایک پاکستانی عدالت نے سزائے موت سنائے جانے کے بعد ہوا۔ زیادہ تیزی اس وقت آئی جب پاکستان پیپلز پارٹی کے ایک پرانے جیالے اور صوبہ پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر نے جیل میں جا کر مجرمہ سے نہ صرف خصوصی ملاقات کی بلکہ اس کی رہائی کے لئے پیپلز پارٹی کے چیئرپرسن اور صدر مملکت آصف علی زرداری سے سفارش کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ اس سے آگے بڑھ کر یہ کہ ایک سے زیادہ مرتبہ تحفظ ناموس رسالت کے لئے بنائے گئے، قانون کو معاذ اللہ ''کالا قانون'' قرار دیا، جس

سے پورے ملک میں سخت اشتعال پھیلا، جلسے، جلوس، ریلیاں، خطبے، شٹر ڈاون ہڑتالیں ہوئیں۔ بعد میں 2011ء کے پہلے ہفتے 4 جنوری کو گورنر کی سیکیورٹی پر متعین ملک ممتاز اعوان قادری نامی سرکاری گارڈ نے اسے گستاخ رسول سمجھ کر سرکاری رائفل سے قتل کر دیا۔ اب تک جاری اور قیامت تک ختم نہ ہونے والی بحث اور محاذ آرائی میں بنیادی سوال صرف ایک ہے جو اپنے ظہور کے اعتبار سے بالکل تازہ، لیکن اپنی اصلیت کے و نوعیت کے اعتبار سے اتنا ہی پرانا ہے جتنی کہ انسانی تاریخ ہے۔

سوال یہ ہے کہ ملک ممتاز قادری درست ہے یا سلمان تاثیر؟

سلمان کو شہید ٹھہرانے والے روشن خیال، ترقی پسند، جیالے جیالیاں، انسانی حقوق کے چیمپئن بی بے، بی بیاں، قانونی موشگافیوں کی آڑ میں ابلیسانہ استدلال والحاد کا کھیل پسند کرنے والوں (غیر مسلم اقلیتوں میں سے بیرونی طاقتوں کی بوجوہ خاص دلالی کرنے والے افراد) کا کہنا ہے، (جو کہ مختلف شعبہ ہائے حیات میں بڑی موثر حیثیتوں اور وافر مالی وسائل کے حامل، عالمی الحادی قوتوں کی مہیا کردہ ہمہ پہلو سرپرستی سے مالا مال و خوش حال ہونے کے باوجود تعداد میں ابھی تک تھوڑے ہیں)، کہ ملک ممتاز قادری نے نہ صرف اپنے سروس رولز کی خلاف ورزی کی ہے اور ملکی قانون کو توڑا ہے، بلکہ ایک انسان کے قتل ناحق کی صورت میں گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے۔ اسے یہ حق کیسے اور کہاں سے حاصل ہو گیا کہ خود ہی کسی کو گستاخ رسول قرار دے کر قتل کر ڈالے؟ اس کے مدمقابل پاکستان میں موجود تمام اسلامی مکاتب فکر کے جید علماء کرام، مفتیان عظام، مذہبی اداروں اور تنظیمات کے ذمہ داران اور ان کی حمایت و پیروی میں محبان دین وکلاء عاشقان مصطفیٰ، تاجران، طلبہ وطالبات اور کروڑوں عوام یہ پوچھتے ہیں کہ سلمان تاثیر کو یہ حق کس نے دیا تھا کہ وہ عدالت کی طرف سے سزا یافتہ مجرمہ سے جیل میں جا کر خصوصی ملاقات کرے اور اسے خود ہی بے گناہ قرار دے ڈالے؟ کیا اس نے اپنی گورنری کا حلف نہیں اٹھایا تھا، وہ نہیں توڑا؟ کیا اس نے عدالت سے سزا یافتہ) اور وہ بھی گستاخی رسول کے جرم کی) مجرمہ کو بے گناہ قرار دے کر توہین عدالت نہیں کی؟ یہ اور اسی قبیل کے دیگر متعدد سوالات ہیں جنہیں ہم نے سطور بالا میں انسانی تاریخ جتنے قدیم اور ہمیشہ

ممتاز عدر ہنے والے قرار دیا ہے۔ دیکھ لیں قرآن میں پہلے انسان کو عزت وفضیلت عطا کر کے جب خالق کائنات نے اپنی قریب ترین نوری مخلوق اور ناری مخلوق کی اہم ترین نمائندہ شخصیت عزازیل کو آدم علیہ السلام کی عزت وفضیلت تسلیم کر کے ان کے سامنے جھکنے کا حکم دیا، تو تسلیم وانکار اور احترام وگستاخی کے دو رویے سامنے آئے۔ فرماں بردار اور ادب والے جھک گئے اور گستاخ ونافرمان اکڑ گیا۔ قرآن کریم نے بتایا کہ ''اَبیٰ'' اس ابلیس نے انکار کیا ''واستکبر'' اس نے تکبر کا اظہار کیا، ''و کان من الکافرین'' اور وہ کافروں میں ہو گیا۔

اس پہلے گستاخ نبی اور گستاخ خدا سے، اللہ تعالیٰ نے سوال کیا: ''ما منعك ان لا تجسد اذ امرتك'' ''جب میں نے تجھے (آدم کی عزت وناموس تسلیم کرنے کا) حکم دیا تھا تو تجھے کس (سوچ یا) چیز نے روکا کہ تو نے سجدہ نہیں کیا۔'' اس کے جواب و استدلال کے دو پہلو انتہائی اہمیت کے حامل ہیں، جو کہ نہ صرف سمجھے جانے بلکہ مستقلاً ملحوظ خاطر رکھنے لازم ہیں اور اسی لیے ہمیں ان صفحات میں معمول کی گنجائش نہ ہونے کے باوجود یہ طوالت اختیار کرنا پڑی ہے وہ جواب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ:

''خلقتنی من نار و خلقته من طین''

''اے اللہ! مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس (آدم) کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے''۔

یہ دونوں باتیں صداقت اور حقیقت پر مبنی ہیں اور ان کے حسن اور کشش کا انکار ممکن نہیں ہے لیکن فیصلہ کن جملہ اس سے اگلا ہے، جب وہ کہتا ہے کہ ''انا خیر منه'' میں اس (آدم) سے بہتر ہوں۔ اس مکالمہ ومباحثہ میں غلط اور صحیح عقیدے کا معیار اور اصول عطا کرنے والا اور ہمیشہ لازماً ملحوظ رکھنے جانے والا اہم ترین نقطہ یہ ہے کہ جزوی صداقتیں اس وقت ہی درست قرار پا سکتی ہیں جب ان سے آخری نتیجہ بھی درست اور سچا نکالا جائے۔ ادھورے سچ ہمیشہ جھوٹ ہوتے ہیں۔ عمارت میں استعمال ہونے والا میٹریل اینٹیں، ریت، سیمنٹ سریا وغیرہ ایک ہی ہوتا ہے لیکن بنائی گئی عمارت کی آخری شکل دیکھ کر ہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ کوٹھی ہے یا شراب خانہ، یہ مسجد ہے کہ مندر یا گوردوارہ یا گرجا۔ دوسرا نکتہ اس میں یہ ہے کہ شیطان مردود کی طرف سے دیے گئے جواب میں پہلے دونوں جملے اس لئے سچے ہیں

کہ وہ اللہ کی مشیت وصنعت کی مطابقت اور متابعت میں کیے گئے ہیں لیکن اس سے آگے بڑھ کر جب اس نے صرف عقل وفلسفہ پر انحصار کر کے غلط رائے قائم کر لی اور پھر اس کا اظہار بھی کر دیا تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملعون ومردود قرار پا گیا۔ قرآن کریم کے عطا کردہ اس اعتقادی رہنما اصول کے اس اظہار میں رقم کرنے کی غرض وغایت یہ واضح کرنا ہے کہ آج بھی گمراہی کا سب سے بڑا سبب اور ذریعہ یہی عقل محض اور مجرد فلسفہ ہے۔ اس کا یہ مخفی مطلب نہ نکالا جائے کہ عقل کو ہی خدانخواستہ کوئی بے کار چیز قرار دے رہے ہیں، ہمارا موقف یہ ہے کہ عقل، انسان کو اللہ احکم الحاکمین کا عطا کردہ وہ امتیازی وصف ہے جو باقی ساری مخلوقات سے اسے ممیّز وممتاز بنا دیتا ہے اور اسی کے ذریعے تسخیر کائنات اور غلبہ بر دیگر مخلوقات قائم ہوتا ہے۔ لیکن خالق کی ساری حکمتوں اور کائنات کی ساری حقیقتیں محض عقل کی گرفت میں نہیں آسکتیں۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے
عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ
بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی
عرش پہ جا کے مرغ عقل تھک کے گرا غش آ گیا
اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آستان ہے

عقل محض کے خیالی گھوڑے دوڑانے والے گمراہ موجود ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ابلیس نے انکار کیا تو ٹھیک کیا، کیونکہ غیر اللہ کے سامنے جھکنا غلط ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے نمرودی آتش میں چھلانگ لگا کر غلط کیا کہ یہ تو اقدام خودکشی تھا۔ فاتح مکہ ﷺ نے خانہ کعبہ کے اندر اور گردونواح سے بتوں کو ہٹا کر، گرا کر غلط کیا، کہ یہ تو عربوں کی ثقافت تھی، یہ ان کی قدیم نشانیاں تھیں اور یہ عمل ان کی مذہبی آزادی میں بے جا مداخلت اور بنیادی انسانی حقوق کے خلاف اقدام تھا۔ یزید نے کربلا کے اندر جو کچھ کیا وہ سب درست تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ

نے ریاست میں شورش برپا کرنے کی کوشش کی تھی اور آئینی و قانونی بغاوت کی تھی اور بغاوت کی سزا ہر جگہ موت ہے۔ غازی علم الدین شہید نے راجپال کو قتل کر کے غیر قانونی، غیر آئینی، غیر اخلاقی اور غیر انسانی اقدام کیا تھا۔ مزید برآں قائداعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال جیسے قانون دانوں اور میر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور لاکھوں مسلمانوں نے اس ترکھان بچے کو غازی اور شہید قرار دے کر سخت غلطی کی۔ یہ محض جذباتیت اور جنون ہے۔ اب یہ عقلوں والے کہہ رہے ہیں کہ ملک ممتاز حسین قادری قانون شکن مجرم اور سلمان تاثیر مظلوم شہید ہے اور ہم اس جیالے کی یاد میں موم بتیاں روشن کرتے رہیں گے کیونکہ وہ ہمارا ہیرو ہے۔ جبکہ حکیم الامت مفکر پاکستان، علامہ اقبال یوں بھی فریاد کناں ہیں:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

ادھر راولپنڈی و اسلام آباد کے پانچ صد اور پشاور کے تین صد وکلاء نے ملک ممتاز قادری کو غازی اور اس کے اقدام کو درست قرار دے کر اس کا مقدمہ مفت لڑنے کا اعلان کر دیا ہے۔ پاکستان کے تمام مسالک کے علماء جن کے اختلافات پر پھبتیاں کسی جاتی ہیں وہ سب تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے مسئلے پر یکجا و متفق ہیں جو کہ گمراہ حلقوں کو اب برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ پاکستان کے کروڑوں عاشقانِ مصطفیٰ مستانہ وار یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ:

مسلماں لاکھ بودے ہوں مگر نام محمد ﷺ پر
خوشی سے اب بھی حاضر ہیں وہ اپنے سر کٹانے کو

جاتے جاتے ملک ممتاز حسین اعوان کے پرسکون اور پرعزم چہرے پر ایک نظر ڈالتے جایئے جو یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں فدا دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

•••-----•••-----•••

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو

نذیر احمد غازی (سابق جج لاہور ہائی کورٹ)

پاکستان میں اس وقت اہم ترین مسئلہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت ہے۔گذشتہ چند سالوں سے توہین رسالت کی مغربی مہم نے اب نئے انداز سے اپنی کاروائی کو بڑھاتے ہوئے پاکستانی دانش وروں کو بہت ہی گہری چال میں پھنسا لیا ہے۔ سازش کے اس پیچیدہ جال میں ہمارا میڈیا اور بہت سے دانشور اس بری طرح سے پھنس گئے ہیں کہ اب وہ مغربی طاغوت کا ذہن اور زبان استعمال کر رہے ہیں۔ دوسری جانب مذہبی و سیاسی جماعتوں نے حسب سابق احتجاج اور روایتی اظہار بیان کا طریقہ اپنایا ہے۔ مغربی پریس اور مغرب کے زیر اثر ملکی میڈیا احتجاج کو محض جذباتیت قرار دے کر عام سادہ مسلمانوں کو بزعم خویش عقل کا راستہ اختیار کرنے کی تلقین کر رہا ہے۔

توہین رسالت کا مسئلہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر نہایت دانشمندی اور ملی غیرت کے فکری توازن کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

بین الاقوامی سطح پر یہودی فکری قوت علمی سطح پر اپنے مذموم دل خراش عقائد کو اہل دانش کے ذہن میں اس مکاری سے منتقل کرتی ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی عقائد کے خلاف ایک منظم فکری طبقہ پیدا ہو جاتا ہے۔

عارضی احتجاج اور روایتی جذباتیت اگرچہ ایک مزاحمتی انداز ہے لیکن دشمن قومیں جامع منصوبہ بندی سے کام کرتی ہیں۔ ان کے داخلی اور خارجی محاذ اتنے مستحکم ہیں کہ وہ اپنے

مقاصد میں کامیاب رہتے ہیں، اسی لئے ایک مسلمہ عقیدہ اور مسلمہ فطری قانون کو متنازعہ بنانے میں انہیں زیادہ مشکل پیش نہیں آتی۔

قارئین! مسلمانوں کے بنیادی اور امتیازی عقائد میں جناب رسالت پناہ حضرت محمد ﷺ سے قلبی اور روحانی تعلق ایک اہم ترین عقیدہ ہے۔ قرآن کی نص قطعی "النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم" کہ نبی کریم ﷺ تو مومنین کی جانوں سے بھی قریب ترین ہیں۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ کی الفت و محبت اہل ایمان کے دلوں میں ہر وقت اور ہر جگہ موجود رہتی ہے۔ یہی الفت و محبت انکے ایمان کا جوہر اور امتیاز ہے۔ مسلمانوں کے کلمے میں بھی موجود ان کی موجودگی کو دستوری اور معاشرتی ہدایت کا سبق دیتا ہے۔ وہ حضور ﷺ کی مقدس و بے عیب ذات ہے اس لئے مسلمان اپنی زندگی، قبر اور حشر میں بھی اسؐ تعلق محبت سے بے نیاز نہیں رہ سکتے اور رسول کریم ﷺ سے غیر مشروط محبت اور لامحدود وفاداری ان کے عقیدے کی بنیادی ضرورت ہے۔ قبر اور حشر کے مراحل تو تب پیش آتے ہیں جب بدن سے روح جدا ہو جائے اور بدن پر موت وارد ہو جائے۔ یعنی کوئی مسلمان اپنی جان سے گزر جائے وہ جان سے گزر کر قبر اور حشر کے مراحل تک تو پہنچ جاتا ہے لیکن الفت رسول ﷺ اور جان سے بھی قریب ترین تعلق رسول اللہ ﷺ کا عقیدہ ختم نہیں ہوتا۔ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کا عقیدہ بھی اپنے انبیاء کے بارے میں اسی طرح کا ہے لہٰذا ایمان اور محبت کو زندگی پر فوقیت حاصل ہے۔ ایمان اور قلبی جذباتیت ایک فطری حقیقت ہے۔ ماں بچے کو بچانے کیلئے اپنی زندگی کی پروا نہیں کرتی۔ یہ جبلت ہے کہ کوئی جاندار اپنے بچے کی حفاظت کیلئے آمادہ بہ جنگ ہو جاتا ہے۔ امریکہ کا خیال ہے کہ نائن الیون کے حملوں میں نہ صرف اس کے شہریوں کی جانیں تلف ہوئی ہیں بلکہ اس کی ریاست کی توہین بھی ہوئی ہے اس لئے اس نے گزشتہ کئی سالوں سے قاتل کی تلاش میں کئی ہزار افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

امریکہ کو شک تھا کہ عراق میں اس کے خلاف اسلحہ جمع کیا جا رہا ہے۔ اس نے محض شک کی بنیاد پر کئی لاکھ افراد کو قتل کر دیا ہے۔ اب مقام غور یہ ہے کہ امریکہ نے اپنی مادی زندگی اور مصنوعی ملی

عزت ووقار کی خاطر انسانی جانوں کو جس طرح گاجر مولی سمجھ کر قتل کیا ہے وہ اس فعل میں حق بجانب ہے۔ ان کی دلیل یہی ہوگی کہ ہمارے شہریوں کی جان بہت قیمتی تھی اور اس سے بڑھ کر ہمارا ملی وقار برباد ہوا۔ امریکہ ایک خطہ زمین اور اسکے باشندے دنیا کی آبادی میں محض چند فیصد، جبکہ مسلمان ڈیڑھ ارب ہیں اور دنیا کا ہر خطہ ان کا وطن ہے اس لحاظ سے ان کے حقوق کا معاملہ بھی نہایت ہی اہم ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک ان کے عقائد کو ان کی مادی زندگی پر برتری اور ترجیح حاصل ہے، اس لئے ان کے عقائد کا تحفظ انسانی حقوق کے اولین اور اہم دائرے میں آتا ہے۔ مسلمانوں نے ہر دور میں اپنے عقائد کا تحفظ آئینی اور قانونی ضابطوں کے تحت کیا ہے۔ یہ ایک طویل اور وقت طلب موضوع ہے لیکن جب لوگ از خود آئین اور قانون کو مردہ سمجھ کر کھلی جارحیت پر اتر آئیں تو اہل دانش جواب دیں کہ فطرت کونسا راستہ فراہم کرتی ہے؟ جذباتیت اور عقل کا توازن بہر حال ایک محفوظ راستہ ہے۔ اس محفوظ راستے کو چھوڑ کر اگر کوئی فرد یا طبقہ اپنے لئے نئے راستے تلاش کرتا ہے تو یقیناً ایک فطری اور معاشرتی شدید ناہمواری جنم لے گی۔

ہم پاکستان کی ریاستی اور آئینی حیثیتوں سے بھی ذرا دیر کیلئے اگر صرف نظر کریں تو تب بھی انسانی حقوق کا مسئلہ کسی بھی بین الاقوامی پہلو سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کسی بھی شخص اور معاشرے کی زندگی اور اس کی عزت نفس کا احترام اس کے داخلی اور مروجہ طریقوں سے کیا جانا نہایت ضروری ہے۔ ڈیڑھ ارب مسلمان کی زندگی اور عزت نفس جناب رسالت مآب ﷺ کی عظمت وحرمت سے وابستہ ہے۔ یہاں پر بین الاقوامی معاشرتی اخلاقیات کے تقاضے یہی تلقین کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے جذبات کا احترام نہایت ضروری ہے اور اگر کوئی فرد یا معاشرہ اس احترام کو پیش نظر نہیں رکھتا تو پھر معاشرتی بے چینی اور شدید بے چینی جو بالآخر تصادم کی طرف بڑھتی ہے وہ کسی بھی سطح کی معاشرت کیلئے نقصان دہ ہے اسی لئے پاکستان میں اسی بنیادی فکر کو مدنظر رکھتے ہوئے قانونی ضابطہ 295 سی مرتب ہوا۔ اس ضابطہ قانون میں کسی بھی اقلیت کی جان، مال، عزت اور عقیدہ قطعاً متاثر نہیں ہوتا۔ یہ ضابطہ

معاشرے کو اعتدال کی راہ پر گامزن رکھتا ہے۔

1986ء میں یہ قانون بنایا گیا جو کوئی شخص رسول کریم ﷺ کی گستاخی کا مرتکب ہوگا (چاہے وہ بالواسطہ یا بلا واسطہ) اس شخص کو عمر قید یا سزائے موت دی جائے گی۔ پھر 30 اکتوبر 1990ء کو وفاقی شرعی عدالت کے فل بنچ نے کئی مہینوں تک وکلاء اور ماہرین اسلامی قانون کو سننے کے بعد یہ فیصلہ دیا کہ گستاخ رسول کی سزا صرف اور صرف موت ہے۔ اس لئے عمر قید کے لفظ حذف کر دیے جائیں۔ راقم بھی اسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کی حیثیت سے عدالت کی معاونت کرتا رہا تھا۔

پھر اگلا مرحلہ یہ پیش آیا کہ 1994ء میں ایک مقدمے کے سلسلے میں لاہور ہائی کورٹ کے فل بنچ نے بھی اس قانونی دفعہ کو جائز قرار دیا اور کہا کہ اس دفعہ کے الفاظ آئین پاکستان سے قطعاً متصادم نہیں ہیں۔ خاص طور پر جسٹس میاں نذیر اختر نے ایک نوٹ لکھا۔ جس میں انہوں نے یہ وضاحت کی کہ اگر اس قانون کو ختم کر دیا جائے تو پھر توہین رسالت کے ملزمان کو لوگ موقع پر ہی کیفر کردار تک پہنچا دیں گے اور یہی طریقہ قدیم سے رائج ہے۔

ہمارے اہل دانش اس ایمانی حقیقت کو کیوں پس پشت ڈالتے ہیں کہ مسلمانوں کی ایمانی حقیقت کا وجود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کی محبت سے وابستہ ہے۔ بقول ظفر علی خان مرحوم

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہے
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہی تو ہو

آجکل ٹی وی چینلز پر آنے والے چند معترضین اس بات کو مسلسل دہرا رہے ہیں کہ 295 سی کے غلط استعمال کو روکنے کا کوئی طریقہ موجود نہیں ہے اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ عام سادہ ذہن پڑھے لکھے لوگ بھی ان کی اس غیر حقیقی بات کو نہ صرف تسلیم کرتے ہیں بلکہ اپنے حلقوں میں اس کی تائید بھی کرتے ہیں اور افسوسناک پہلو تو یہ ہے اپنے بہت سے دینی حلقے بھی اس خیانت بھرے جاہلانہ پروپیگنڈے کا شکار ہیں جبکہ قانون نے واضح طور پر تعزیرات پاکستان میں اس شبہ و اعتراض کا مکمل جواب دیا ہے اور پوری طرح سے تدارک کر

دیا ہے۔اس سلسلے میں آپ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 194 کا ملاحظہ کریں جس کے مطابق اگر کوئی شخص کسی آدمی کو ایسے جھوٹے مقدمے میں ملوث کرے اور اس کے خلاف جھوٹی گواہی دے جس کی سزا عمر قید یا موت ہو تو ایسے شخص کو عمر قید کی سزا دی جائے گی۔اسی شق میں یہ بات بھی موجود ہے کہ اگر کسی شخص پر سزائے موت نافذ ہو گئی اور وہ بے گناہ تھا تو قانون کے مطابق جھوٹی گواہی دینے والے شخص کو بھی سزائے موت دی جائے گی۔قارئین کرام! آپ خود فیصلہ کیجئے کہ عمر قید اور سزائے موت سے بڑھ کر کونسی سزا ہوگی جو اس سلسلے میں دی جاسکتی ہے لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ 295 سی کے غلط استعمال کو روکنے کے لئے جو قانون موجود ہے وہ نہایت سخت اور کارگر ہے۔

(24دسمبر 2010ء، روزنامہ نوائے وقت لاہور)

•••-----•••-----•••

اقبال رحمۃ اللہ علیہ تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

سیّد ارشاد احمد عارف

گورنر سلمان تاثیر کے قتل کے بعد یہ سوال تسلسل سے اٹھایا جارہا ہے کہ آخر مسلمانوں کی 98 فیصد آبادی کے ملک میں جس کا آئین اسلامی اور نام اسلامی جمہوریہ ہے تحفظ ناموس رسالت قانون کی کیا ضرورت ہے اور یہاں کسی شخص کو رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی جرات کیسے ہوسکتی ہے؟ واقعی اٹھانوے فیصد مسلم آبادی کے ملک میں کسی کو حضور اکرم ﷺ کے خلاف دریدہ دہنی کی جرأت نہیں ہونی چاہیے لیکن زود فراموش قوم کے ان ڈھلمل یقین دانشوروں کو کون کیسے سمجھائے کہ 1983ء میں پاکستان کے دل لاہور میں ایک کتاب لکھی گئی تھی جس کا نام Heavenly Communisim (آفاقی اشتمالیت) تھا۔ مصنف مشتاق راج ایڈووکیٹ کی اس کتاب کو تعلیم یافتہ طبقے میں مفت تقسیم کیا گیا۔ کتاب کی اشاعت پر لاہور ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن اور بار کونسل نے مشتاق راج کی رکنیت ختم کر کے حکومت سے مطالبہ کیا کہ کتاب کو ضبط اور مصنف کو گرفتار کر کے عبرت ناک سزا دی جائے۔

لاہور ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن کے اجلاس میں جس کی صدارت صدر بار جناب سید افضل حیدر کر رہے تھے ایک قرارداد پیش کی گئی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ ملک میں توہین رسالت کی سزا موت مقرر کی جائے کیونکہ اس وقت تک تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-A میں توہین رسالتؐ جیسے سنگین اور انتہائی دلآزار جرم کی کوئی سزا مقرر نہیں

تھی۔ یہ قرارداد ملاؤں کے کسی اجتماع میں پیش نہیں ہوئی نہ اس کی صدارت جنرل ضیاء الحق یا اس کا کوئی پیروکار کر رہا تھا بلکہ ایک روشن خیال، پیپلز پارٹی کا حامی اور جدیدیت کا علمبردار مگر جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار سید افضل حیدر ایڈووکیٹ کر رہا تھا چنانچہ یہ قرارداد اتفاق رائے سے منظور کر لی گئی۔

قواعد کے مطابق قرارداد پیش ہونے کے بعد ایک رکن نے تجویز پیش کی کہ کتاب کے مصنف مشتاق راج کو بھی اجلاس میں طلب کیا جائے۔ اس سے پہلے کہ کوئی دوسرا رکن اس تجویز کی مخالفت کرتا بیرسٹر ملک سعید حسن نے (پیپلز پارٹی کے جانثار کارکن اور محترمہ بینظیر بھٹو کے دور میں لاہور ہائیکورٹ کے جج بنے) جن کی آزاد خیالی، قانون پسندی اور مذہبی رواداری کے سب معترف تھے کھڑے ہو کر اس تجویز کی مخالفت کی۔ ان کا چہرہ غصے سے سرخ اور آواز معمول سے بلند تھی انہوں نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ "اگر اس گستاخ کو یہاں بلایا گیا تو میں اسے اجلاس سے اٹھا کر پھینک دوں گا۔" اس موقع پر نہ تو جنرل ضیاء الحق کی فوجی آمریت کے شدید مخالفین نے کتاب کو آزادی اظہار کا بہترین شاہکار قرار دینے کی کوشش کی نہ مشتاق راج کو روشن خیال اور مذہبی رواداری کی علامت بنا کر پیش کیا اور نہ یہ سوال اٹھایا کہ آخر تحفظ ناموس رسالت قانون کی کیا ضرورت ہے۔ البتہ امریکہ و یورپ نے حسبِ عادت مشتاق راج کے حق میں آواز بلند کی اور انسانی حقوق کی علمبردار ایک خاتون وکیل نے بھی اسے انسانی حقوق کا مسئلہ قرار دیا ایک سیمینار میں انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں غیر محتاط زبان استعمال کرنے کے بعد فوراً رجوع کر لیا۔

دراصل ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسلمانوں کی والہانہ وابستگی، عشق و محبت اور شیفتگی و وارفتگی جس طرح امریکہ و یورپ کے مادیت پرستوں اور دین و مذہب سے بیگانہ اباحیت پسندوں کیلئے ناقابلِ فہم ہے اسی طرح ان دین بیزار اور مذہب دشمن عناصر کیلئے بھی ناقابلِ قبول ہے جو اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور قائد رحمۃ اللہ علیہ کے پاکستان کو

سیکولر ریاست اور عریاں تہذیب کی آماجگاہ بنانے کے درپے ہیں۔

''حیات اقبال'' میں شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مجلس کا یہ واقعہ چشم کشا ہے۔ ایک دن علامہ کے گرد ان کے ارادت مند جمع تھے اور علمی مسائل پر گفتگو ہو رہی تھی اسی اثنا میں کالج کے چند طلبہ بھی آ کر شریک محفل ہو گئے دوران گفتگو ایک طالب علم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ''محمد صاحب'' کہہ کر لیا علامہ غصہ سے کانپنے لگے چہرہ سرخ ہو گیا فرمایا ''اسے نکال دو میری مجلس سے، اس نابکار کو میرے آقا اور مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لینے کی بھی تمیز نہیں پھر آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور بڑی دیر تک یہ کیفیت طاری رہی۔

ٹرینٹی کالج آکسفورڈ کا فیلو باسورتھ سمتھ اپنی کتاب ''محمدؐ اینڈ محمڈنزم'' میں لکھتا ہے ''عیسائی اسے یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیغام نے آپؐ کے پیروکاروں میں وہ نشہ پیدا کر دیا تھا جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی پیروؤں میں بھی تلاش کرنا بے سود ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لے گئے ان کے پیروکار اپنے مقتدا کو موت کے پنجے میں گرفتار چھوڑ کر چل دیئے برعکس اس کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ کے لئے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر کل دشمنوں پر ایک کو غالب کر دیا۔

سہیل بن عمرو نے صلح حدیبیہ کی شرائط لکھی تھیں۔ اس نے واپسی پر اہلِ مکہ سے کہا ''لوگو! جو کچھ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مجلس میں دیکھا وہ ایران کے دربار، شاہ روم کی مجلس میں نہیں دیکھا'' میں نے یہ دیکھا ہے کہ ان کا نبیؐ جب وضو کرتا ہے تو وہ اس پانی کو نیچے نہیں گرنے دیتے، بلکہ اپنے منہ پر ملنے لگتے ہیں۔ ان کے جب بال کاٹے جاتے ہیں تو وہ بال نیچے نہیں گرنے دیتے انہیں آپس میں بانٹ لیتے ہیں ان کے لعاب دہن کو ہاتھوں میں لے کر اپنے ہاتھوں اور آنکھوں پر مل لیتے ہیں تم کس شخص کی بات کرتے ہو؟ تم اس کا مقابلہ کرو گے؟''

دانشمندی کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اس ہولناک واقعہ کے بعد ہر شخص اور گروہ اپنے انداز فکر اور طرز عمل کا ناقدانہ جائزہ لے، معاشرے میں قانون شکنی کے روز افزوں رجحانات کا تجزیہ کر کے فرقوں، ذات برادری، نسلی ولسانی گروہوں اور سیاسی دھڑوں میں بٹی اس قوم کو مزید تقسیم سے بچایا جائے مگر اس کے برعکس گورنر سلمان تاثیر کے قتل کو سیاسی اور مذہبی گروہوں بالخصوص فارن فنڈڈ این جی اوز نے سیاسی اور گروہی مفادات سمیٹنے کا ذریعہ بنالیا ہے۔ ناموس رسالت قانون کی تنسیخ کے مختلف جواز پیش کئے جا رہے ہیں اور گستاخی رسول کے قبیح جرم کو معاشرے کیلئے قابل قبول اور قابل برداشت بنانے کے لئے قوم کو برداشت، رواداری، مہر و محبت، عفوودرگزر اور تحمل و بردباری کا سبق پڑھایا جانے لگا ہے مگر اٹھارہ کروڑ جذباتی مسلمان اتنے بھولے کہاں کہ وہ عاشق رسول مولانا ظفر علی خان کا یہ شعر بھول جائیں۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ "بطحاؑ" کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

(روزنامہ جنگ لاہور 11 جنوری 2011)

☆☆☆☆

مسئلہ توہین رسالت

انصار عباسی (کالم نگار روزنامہ جنگ)

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کو پاکستان میں موجود ایک مغرب زدہ سیکولر طبقہ اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کر رہا ہے تا کہ قانون توہین رسالت کو ختم کیا جا سکے۔ ایک انگریزی اخبار نے تو اس قانون کو ہی سلمان تاثیر کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرادیا۔ موم بتیاں جلا کر مقتول کو خراج تحسین پیش کرنے والے روشن خیالی کے علمبردار قانون ناموس رسالت کو انسانوں کا بنایا ہوا قانون کہہ کر جھٹلانے کی کوشش میں ہیں جیسا کہ وہ دوسرے اسلامی قوانین اور دینی شعائر پر مکمل عمل پیرا ہوں۔ قارئین کی رہنمائی کے لئے اس قانون کی شرعی حیثیت کے متعلق علامہ ابتسام الٰہی ظہیر نے اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا:

توہین رسالت کی سزا پاکستان کے قانون کے مطابق قتل ہے۔ کیا یہ سزا قرآن وسنت سے ثابت ہے؟ اس حوالے سے ایک نئی بحث اس وقت سامنے آئی جب آسیہ نامی عورت کو ڈسٹرکٹ کورٹ ننکانہ نے توہین رسالت کے جرم میں مجرم قرار دیا۔ اس واقعہ کے کافی عرصے کے بعد پنجاب کے مقتول گورنر ڈسٹرکٹ جیل ننکانہ میں گئے جہاں انہوں نے آسیہ سے ملاقات کی اور ملاقات کے بعد عدالتی فیصلے کو غلط قرار دیا اور قانون توہین رسالت کو کالا قانون قرار دیا۔ انہوں نے آسیہ کی معافی کی اپیل کو صدر پاکستان تک پہنچانے کے عزم کا بھی اظہار کیا۔ بعض علماء نے رسول اللہ ﷺ کو رحمۃ اللعالمین قرار دے کر عام معافی کے فلسفے کو پروموٹ کرنے کی کوشش بھی کی اور دانستہ یا نادانستہ گورنر کی رائے کو بھی تقویت دینے کی کوشش

کی۔

رسول اللہ ﷺ کی عزت وناموس مسلمانوں کیلئے دنیا کے تمام رشتوں اور مال ومتاع سے زیادہ اہم ہونی چاہئے اور قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والے شخص کی بہت شدید انداز میں مذمت کی۔ سورۃ مجادلہ کی آیت نمبر 20 میں اللہ نے فرمایا ہے۔ ترجمہ ”یقیناً جولوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہی ذلیل ترین لوگ ہیں۔“

اسی طرح اللہ نے سورۃ کوثر کی آخری آیت میں ارشاد فرمایا ہے۔ ترجمہ ”یقیناً تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے“۔

جہاں تک تعلق ہے توہین رسالت کی سزا کا تو میں سب سے پہلے اس بات کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ اجتہادی نوعیت کا نہیں بلکہ قرآن وسنت کی نصوص سے ثابت یا واضح ہے۔ قرآن حکیم کی متعدد آیات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے گستاخ کی سزا قتل ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے میں سورۃ فرقان کی ان تین آیات کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ آیات 27 تا 29 میں ارشاد فرماتا ہے۔ ترجمہ ”جس دن ظالم اپنے ہاتھ کو کاٹے گا اور کہے گا، اے کاش میں نے رسول ﷺ کے ساتھ راستہ پکڑ لیا ہوتا۔ ہائے ہائے میری شامت، کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا۔ البتہ اس نے مجھے نصیحت سے بہکایا، اس کے بعد جبکہ وہ میرے پاس پہنچ گئی اور شیطان انسان کو (عین وقت پر) تنہا چھوڑ جانے والا ہے“۔

تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ، تفسیر جلالین، تفسیر ابن کثیر کے مطابق یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب ابی بن خلف کے اکسانے پر عقبہ بن ابی معیط نے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی اور نبی ﷺ نے اس کو تنبیہ کی کہ اگر تو مکہ کے باہر مجھے ملا تو میں تجھے قتل کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے بدر کی جنگ کے موقع پر اس کو گرفتاری کی حالت میں قتل کیا تھا۔ اسی طرح اللہ نے قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے والوں اور زمین پر فساد پھیلانے والوں کی سزا سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 33 میں بتلائی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا

ارشاد ہے ترجمہ: ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے جنگ کرتے ہیں اور زمین پر فساد پھیلاتے ہیں ان کی سزا صرف یہ ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو ملک سے باہر نکال دیا جائے، یہی ان کے لئے دنیا کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے''۔

اس آیت مبارکہ میں فسادی کی سزا واضح طور پر قتل بتلائی گئی ہے۔ عرف عام میں فسادی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو خاندانوں اور برادریوں کے مابین الٹی سیدھی باتیں پھیلا کر اشتعال پیدا کرتا ہے جس سے نفرتیں اور کدورتیں پیدا ہوتی ہیں اور بات دشمنی تک جا پہنچتی ہے۔ اس شخص سے بڑھ کر فسادی کون ہوسکتا ہے جو رسول ﷺ کے بارے الٹی سیدھی باتیں کر کے مسلمانوں کو طیش دلاتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ بعض نام نہاد دانش ور زنا، ڈکیتی اور قتل کرنے والے کو فساد فی الارض کا مرتکب قرار دیتے ہیں لیکن مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے والے کو فسادی ماننے کے لئے تیار نہیں۔ یقیناً توہین رسالت کا جرم ہر اعتبار سے قتل اور ڈکیتی سے زیادہ سنگین ہے۔

اسی طرح سورۃ توبہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے دین میں طعن کرنے والے شخص کے بارے میں کہا کہ ایسا شخص اپنے عہد کو توڑنے کا مرتکب ہوتا ہے، یعنی مسلم ریاست کا غیر مسلم ریاست یا اپنی ریاست میں رہنے والی اقلیتوں سے جو امن کا معاہدہ ہوتا ہے، وہ دین میں طعن کرنے کی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے اور دین میں طعنہ دینے کی کوئی قسم بھی توہین رسالت سے بڑی نہیں ہوسکتی اور ایسا طعن کرنے والے کی سزا بھی اللہ نے قتل ہی تجویز کی ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ توبہ کی آیت نمبر 12 میں ارشاد فرماتا ہے۔ ترجمہ: ''اور اگر اپنے عہد کے بعد وہ اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں عیب لگائیں تو کفر کے علم برداروں کو قتل کرو۔ یقیناً ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں شاید کہ وہ باز آجائیں''۔ یہ اور واضح دلیل ہے کہ دین میں طعن کرنے والا بندہ قتل کی سزا کا مستحق ہوتا ہے اور اگر وہ قسمیں بھی اٹھائے تو اس کی قسم کو نہیں مانا جائے گا۔ یہ تو قرآن مجید کے بعض مقامات ہیں جن سے رسول ﷺ کی شان

میں گستاخی کرنے والے کی سزا ثابت ہوتی ہے۔ جہاں تک تعلق ہے رسول ﷺ کے اپنے عمل یا اپنے دور کا تو بہت سے مصدقہ واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والے کی سزا موت ہے۔ بخاری شریف میں اس سلسلے میں دو احادیث وارد ہوئی ہیں۔

پہلی حدیث میں کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر ہے۔کعب بن اشرف رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے حکم اور آپ کی رضامندی سے اس کو قتل کر دیا، جب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ یہ کام کر کے پلٹے تو رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا ''وہ چہرے کامیاب ہوئے جنہوں نے یہ کام کیا اور جواب میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اور آپ کا چہرہ بھی اللہ کے رسول (ﷺ) (کامیاب ہوا)

دوسری حدیث میں ابو رافع یہودی کا ذکر ہے۔ یہ بدگو یہودی حضور ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتا تھا۔ رسول ﷺ نے اس کی سرکوبی پر عبداللہ بن عتیق کو مامور کیا تھا۔ عبداللہ بن عتیق رضی اللہ عنہ اس کو قتل کرنے کے لئے اس قلعہ میں داخل ہوئے، جہاں وہ مقیم تھا۔اس قلعہ میں وہ اپنی دانست میں مکمل طور پر محفوظ تھا لیکن شمع رسالت کے پروانے نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر اسے جہنم واصل کیا۔ واپس آتے ہوئے تیز رفتاری میں اندازے کی غلطی کی وجہ سے آپ سیڑھی سے نیچے گرے اور آپ کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ رسول ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو نبی ﷺ نے آپ کی ہڈی پر ہاتھ مبارک پھیرا تو وہ اس طرح ہو گئی جیسے کبھی ٹوٹی ہی نہیں تھی۔

سنن ابوداؤد اور نسائی شریف میں ایک نابینا صحابی کا واقعہ موجود ہے جنہوں نے اپنے دو بیٹوں کی ماں اور خدمت گزار لونڈی کو صرف توہین رسالت کے جرم کی پاداش میں قتل کر دیا تھا۔ نابینا صحابی اس کو تنبیہ کرتے رہے جب وہ باز نہ آئی تو انہوں نے گھریلو سطح پر کی جانے والی گستاخی کو بھی برداشت نہ کیا اور اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ معاملہ جب نبی ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ نے کہا گواہ رہو۔ اس خون کا کوئی تاوان اور بدلہ نہیں ہے۔

اسی طرح ایک اور ملعونہ اسماء بنت مروان کو عمیر ابن عدی نے توہین رسالت کے جرم میں قتل کیا تھا۔ فتح مکہ کے دن جبکہ رسول اللہ ﷺ عفو و درگزر کے مقام پر فائز تھے اور ہر کسی کو معاف کر رہے تھے، آپ ﷺ نے توہین آمیز شاعری لکھنے کی پاداش میں عبداللہ بن خطل اور اس کی غلیظ شاعری کو پڑھنے والی اس کی لونڈیوں کے قتل کا حکم جاری کیا۔ عبداللہ بن خطل کو اس حالت میں قتل کیا گیا کہ وہ حرم شریف میں پناہ گزیں تھا۔

یہیں ایک اور سوال بھی اٹھایا جاتا ہے کہ کیا توبہ سے توہین کا جرم معاف ہو سکتا ہے؟ یقیناً سچی توبہ انسان کے اخروی فائدہ کا سبب بن سکتی ہے لیکن دیگر جرائم کی طرح جب معاملہ عدالتی یا عوامی سطح پر آ جائے گا تو دنیا میں اس کو اس جرم کی سزا سہنا ہی پڑے گی، جس طرح سچی یا جھوٹی توبہ سے زنا، قذف، چوری، شراب اور قتل کی سزا معاف نہیں ہو سکتی تو ان سے کہیں زیادہ سنگین جرم کی سزا فقط توبہ سے کس طرح معاف ہو سکتی ہے۔

(روزنامہ جنگ 10 جنوری 2011ء)

•••------•••------•••

یہ معاملے ہیں نازک

عرفان صدیقی (سینئر کالم نگار روزنامہ جنگ)

حیف اس پر جو انسانی زندگی کی حرمت کے بارے میں قرآن کی تعلیمات اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کو پس پشت ڈال کر ریاست کے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اور صد حیف اس پر جو نام نہاد روشن خیالی کے زعم میں ناموس رسالت جیسے معاملے کی حساسیت اور نزاکت کو نہیں سمجھتا اور احتیاط کے تقاضوں کو پامال کرتا ہے۔

جس طرح جان کی حرمت کا اصول غیر متنازعہ ہے اسی طرح اس امر کو بھی ایک لمحے کے لئے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہئے کہ محمد عربی ﷺ کے ناموس کے معاملے کو عمومی تصورات کی عینک سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ یہ وہ رشتہ ہے جسے کوئی نام دیا ہی نہیں جا سکتا۔ یہ کسی کے عقیدے یا مسلک پر نشتر زنی کر کے دل آزاری سے بھی بہت آگے کی بات ہے۔ وہ جو آپ کے روضہ مبارک کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

تو آپ ﷺ کی عظمت و رفعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جس کی بارگاہ نازک کی حضوری میں جنید بغدادی بایزید بسطامی جیسے جید بزرگان دین بھی حواس گنوا بیٹھیں، اس کے ناموس کو این جی اوز اسٹائل میں بازاروں اور چوراہوں کا موضوع نہیں بنایا جا سکتا۔

شاعر کہتا ہے

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

اپنے دہن اور زبان کو ہزاروں بار مشک و گلاب سے دھونے کے باوجود آپ ﷺ کا نام مبارک ادا کرنا، کمال درجے کی بے ادبی ہے۔ کائنات میں ایسا کون ہے جس کے ذکر کی رفعت و بلندی کی ضمانت اللہ نے دی ہو؟ کون ہے جس کے بارے میں رب ذوالجلال کا حکم آیا ہو کہ ''اے اہل ایمان! اپنی آوازیں اس کی آواز سے اونچی نہ کرنا مبادا تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتہ ہی نہ چلے''۔ جب رسول اللہ ﷺ اجزائے ایمانی میں سے ہے اور جزو بھی ایسا جس میں بال برابر کمزوری انسان کے سارے اعمال حسنہ پر پانی پھیر دیتی ہے۔

جس طرح سلمان تاثیر کے قتل کی تائید و ستائش ممکن نہیں اسی طرح ان کے انتہائی غیر محتاط اور گستاخی کی حدوں کو چھوتے طرز عمل کو بھی کسی تاویل کے پردے میں نہیں لپیٹا جا سکتا ہے۔ پاکستان کی مختلف جیلوں میں ہزاروں افراد چھوٹے بڑے جرائم کی سزا بھگت رہے ہیں۔ لاتعداد ہیں جن کا ابھی تک کوئی جرم ثابت نہیں ہوا لیکن وہ سال ہا سال سے کال کوٹھڑی میں بند ہیں۔ ان میں سینکڑوں غریب اور بے بس و لاچار خواتین بھی ہیں۔ سلمان تاثیر نے ان سب میں سے صرف ایک خاتون کا انتخاب کیوں کیا جو قانون و انصاف کے پہلے مرحلے سے گزر کر سیشن کورٹ سے سزا پا چکی تھی۔ ابھی اس کے پاس ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ جانے کی گنجائش موجود تھی اور سلمان تاثیر کو صرف وہی خاتون مظلوم اور ستم رسیدہ کیوں دکھائی دی جس پر توہین رسالت کا الزام تھا؟ صوبے کے آئینی سربراہ ہونے کے ناطے انہیں یہ اختیار کیسے مل گیا کہ وہ نہ صرف معاملے کی حساسیت بلکہ اپنی منصبی ذمہ داریوں سے بھی انحراف کرتے ہوئے شیخوپورہ جیل پہنچیں اولین مرحلے میں مجرم ثابت ہو جانے والی خاتون کو ساتھ بٹھائیں اور وہ کچھ کہیں جو کچھ انہوں نے کہا؟ کیا آج تک پاکستان کو پوری تاریخ میں کسی وزیر اعظم، کسی وزیر اعلیٰ، کسی صدر مملکت اور کسی

گورنر نے ایسا کیا ہے؟ کیا کسی دوسرے ملک میں بھی اس طرح کی کوئی نظیر ملتی ہے؟ اور پھر انہوں نے قانون توہین رسالت کے بارے میں انتہائی ناتراشیدہ الفاظ استعمال کرتے ہوئے اسے ''کالا قانون'' قرار دیا۔ انہوں نے خود آسیہ بی بی سے ایک درخواست وصول کی اور اعلان کیا کہ وہ صدر زرداری سے اس کی سزا معاف کرائیں گے۔ باقاعدہ ٹی وی کیمرے سجا کر کہا کہ چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ سوموٹو نوٹس لے کر آسیہ کی سزا ختم کریں۔ اس کے بعد بھی انہوں نے درجنوں بار یہی کچھ دہرایا۔ لبرل فاشسٹوں کی ستائشی تالیوں میں انہیں اندازہ ہی نہ ہو پایا کہ وہ کس راہ پر چل نکلے ہیں اور ان کا بے ڈھب رویہ پاکستانیوں کے دلوں میں کیسے چرکے لگا رہا ہے۔

پاکستان میں صرف ناموس رسالت ہی کا قانون نہیں، یہاں تو صدر کے ناموس، گورنر کے ناموس، پاکستانی پرچم کے ناموس، عدلیہ کے ناموس، فوج کے ناموس اور نہ جانے کس کس کے ناموس کے قوانین بھی موجود ہیں۔ صدر اور گورنر کے ناموس کو اتنا کڑا تحفظ دیا گیا ہے کہ وہ کچھ بھی کہہ یا کرلیں انہیں عدالت میں نہیں لایا جا سکتا۔ فوج کے ناموس کی بے حرمتی کے جرم میں ہی جاوید ہاشمی برسوں جیل میں سڑتا رہا۔ عدلیہ اپنے ناموس پر خراش آنے کا محاسبہ خود کرنے کا اختیار رکھتی ہے کیا یہ کالا قانون نہیں کہ صدر اور گورنر کسی بھی جرم کا ارتکاب کرتے رہیں اور انہیں کٹہرے میں نہ لایا جا سکے؟ کیا اسلامی ملک میں ایسا قانون ہونا چاہئے؟ جہاں بھانت بھانت کے کالے قوانین کی کارفرمائی ہو اور بڑے بڑے منصب داران کا قوانین کو اپنے کرتوتوں کی پناہ گاہ بنائے بیٹھے ہوں، وہاں نہ جانے کیوں سلمان تاثیر کی نظر میں ناموس رسالت، ہی کا قانون کانٹے کی طرح کیوں کھٹکا اور انہوں نے پاکستانی قوم کے جذبہ احساس کی پرواہ کئے بغیر ایک ایسی مہم اٹھائی جو کروڑوں دلوں میں گھاؤ ڈال گئی؟

اس پہلو کو بھی پیش نظر رکھنا ہوگا کہ مغرب نے نبی کریم ﷺ کی حرمت وعظمت سے کھیلنے کو ایک مشغلہ بنا لیا ہے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی مکروہ واردات ہوتی رہتی ہے۔ سلمان

رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے مکروہات کو انہوں نے ہیرو قرار دے کر تکریم و تعظیم کی مسندوں پر بٹھا رکھا ہے۔ ان کے سینوں پر انہوں نے تمغہ ہائے فضیلت سجا رکھے ہیں۔ مسلمان اس رویے پر انگاروں پہ لوٹتے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ اندرون ملک کسی غیر محتاط شخصیت کی طرف سے کسی ناروا عمل کا ردِ عمل اس لئے شدید ہوتا ہے کہ آتشکدہ پہلے ہی دہک رہا ہوتا ہے۔ اس ساری صورتِ حال کو مجموعی تناظر میں دیکھنا ہوگا۔ اگر اس میں انتہا پسندی اور جنون کی کارفرمائی ہے تو صرف داڑھیوں اور پگڑیوں تک محدود نہیں، وہ لبرل فاشٹ بھی ذمہ دار ہیں جو نبی کریم ﷺ کے مقام بلند کا شعور ہی نہیں رکھتے۔ اور گز گز بھر لمبی زبانیں نکال کر انگارے اگلتے رہتے ہیں۔ بلاشبہ کسی جرم کو کسی دوسرے جرم کا جواز نہیں بنایا جاسکتا لیکن تانگے میں جتے گھوڑے کی طرح آنکھوں پہ کھوپے چڑھا کر صرف ایک ہی رخ پہ دیکھنا بھی تو قرین انصاف نہیں۔

آنکھوں پر کھوپے چڑھا لینے والی اِکی رخی سوچ کا المیہ یہ ہے کہ وہ کبھی صورت حال کا بے لاگ جائزہ نہیں لے سکتی۔ کبھی کسی مسئلے کو اپنے سارے حدود اربعہ سمیت پیش نظر رکھ کے اس کے اسباب و محرکات کا معروضی تجزیہ نہیں کر سکتی۔ کسی فریق کو صف دشمناں میں شمار کر لیا جائے تو اس کی مبنی برحق بات بھی ناروا دکھائی دیتی ہے۔ ایسا اندازِ فکر، انتہا پسندانہ رویوں کا سبب بنتا ہے۔ جو آج ہمارے چارسو دکھائی دے رہے ہیں۔ عدم برداشت کی لو چل رہی ہے۔ ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کرنے، اپنی رائے بنانے، توازن کے ساتھ اپنا نقطہ نظر پیش کرنے اور انتہاؤں کے درمیان کسی ''بفرزون'' میں کھڑے رہنے والوں کے لئے جینا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ انہیں شمالی اور جنوبی قطب میں سے کسی ایک کو اپنانا ہے کسی ایک کے ساتھ رشتہ جوڑنا ہے۔ ورنہ ایک فریق اسے دائرہ اسلام سے خارج کر کے حلقہ کفر میں دھکیل دیتا ہے اور دوسرا فریق اس کی پیٹھ پر انتہا پسندی، تاریک فکری، جہالت، اجڈپن اور دہشت گردی کے کوڑے برساتے ہوئے اسے زمرہ انسانیت ہی سے خارج کر دیتا ہے۔ قاتل پہ پھول برساؤ یا مقتول کو شہید مانو۔ ورنہ ایک کے

نزدیک واجب القتل یا دوسرے کے نزدیک گردن زنی۔ تحمل، برداشت، بردباری اور رواداری سب جنس نایاب، سب حرف غلط۔

تقسیم کی لکیر گہری ہو رہی ہے۔ روشن خیالی کا علمبردار این جی اوز شعار لبرل طبقہ زیادہ زبان آور، زیادہ تعلیم یافتہ، زیادہ باوسیلہ، زیادہ خوشحال، زیادہ بااثر، بین الاقوامی رابطوں کے حوالے سے زیادہ بارسوخ، مغربی فکر سے زیادہ قریب اور میڈیا پر زیادہ حاوی ہے۔ مخصوص افکار کی وجہ سے اس طبقے کو عالمی پروپیگنڈا مشینری اور رائے عامہ تشکیل دینے والے، بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کی سرپرستی بھی حاصل ہے۔ وہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے ہنر سے بھی آشنا ہے اور اس کی تجوری بھی بھری ہوئی ہے۔ جدت پسندی روشن خیالی اور چاہتا ہے۔ وہ بنیادی طور پر مذہب سے زبردست وابستگی رکھنے والی سادہ مزاج، نسبتاً تنگ دست اور اپنی تہذیبی اقدار سے محبت کرنے والی قوم کو مادر پدر آزاد گروہ میں تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ مذہب کو وہ اپنے مقاصد کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ خیال کرتا ہے۔ اسے گمان ہے کہ کشتہ جاں پاکستانیوں کے کچے مکان کی یہ دیوار گر گئی تو پھر اس صحن سے رستے بنا لینا بڑا آسان ہو جائے گا۔ اسے اس حقیقت کا بھی اندازہ ہے کہ اس مکان کی چاردیواری کا سب سے مضبوط گوشہ "حب رسول کریم ﷺ" ہے مغرب کے مسلم آزار اپنی توپیں اسی گوشہ پہ برساتے ہیں اور ہمارا لبرل فاشسٹ طبقہ بھی مذہب سے براہ راست چھیڑ چھاڑ کرنے کے بجائے بڑی عیاری سے ناموس رسالت کے قانون پر ضربیں لگاتا اور ہماری فصیل ایمان میں شگاف ڈالنا چاہتا ہے۔ انگریز نے بھی اسی حکمت عیاری سے کام لیتے ہوئے قادیان میں جعلی نبوت کا بیج بویا تھا اور دل و جان سے اس کی پرورش کی تھی۔ لبرل سوشلسٹوں کا المیہ یہ ہے کہ وہ پاکستانی عوام کے خمیر اور ضمیر سے نابلد ہیں۔ یہ بھول جاتے ہیں کہ اس قوم کی ساخت کیا ہے۔ اس کے فکری و روحانی اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟ اس کی اجتماعی نفسیات کس سانچے میں ڈھلی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہر پاکستانی معاملات کو ان کی آنکھ سے دیکھے، اُن کے دماغ سے سوچے، ان کے دل سے

محسوس کرے، انہی کے طرزِ عمل کو اپنائے، انہی کی طرح مذہب کو ذات کی ڈبیا میں بند کر کے کسی کارنس پہ رکھ دے اور پھر ہر قید سے آزاد ہو جائے۔ وہ کمال مہارت سے دوسروں کو وحشی، اجڈ، گنوار، جاہل، انتہا پسند، قدامت پرست اور جانے کیا کیا کچھ قرار دے کر خود کو عقل و دانش کا مرقع سمجھنے لگتے ہیں۔ لبرل ازم کی مسندِ ارشاد پر بیٹھے ہوئے وہ مفسر، محدث اور فقیہہ بھی بن جاتے ہیں۔

یہ ہے وہ گروہ جو نہیں جانتا کہ نبی کریم ﷺ سے عقیدت و محبت کا رشتہ شماریات سے ماورئی ہے۔ عقل کے مادی تصور اور جمع و تفریق کے عمومی پیمانوں پر یقین رکھنے والے اس رشتے کی وسعت و گہرائی کا ادراک نہیں رکھتے۔ یہی سبب ہے کہ قانون ناموس رسالت کو پیہم نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ اس کا غلط استعمال ہوا ہے اور بالخصوص غیر مسلموں کو ہدف بنایا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں کون سا قانون ہے جس کا غلط استعمال نہیں ہو رہا؟ خود پیپلز پارٹی اب تک بھٹو کی پھانسی کو عدالتی قتل کا نام دیتی ہے نواز شریف کو مشرف نے انسداد دہشت گردی قانون کے تحت اپنی کٹھ پتلیوں سے عمر قید کی سزا دلوا دی تھی۔ اصلاح احوال مطلوب ہے تو پورے نظامِ قانون و انصاف کو معتبر بنایئے۔ صرف ناموس رسالت کے ضابطے کو "کالا قانون" قرار دینے اور اٹھتے بیٹھتے اس کا تمسخر اڑانے سے صرف چنگاریاں ہی کاشت ہوں گی اور شعلے ہی اگلے گے۔ اس کے باوجود ایسے اہتمام میں کوئی حرج نہیں کہ کسی فرد کو اپنے کسی حریف کے خلاف ناموس رسالت کا قانون استعمال کرنے کی جسارت نہ ہو۔ اپنی کسی خواہش بیمار کی تسکین کے لئے نبی کریم ﷺ کے نام کا استعمال بطور خود توہین رسالت کے زمرے میں آتا ہے۔ اس وقت تک گزشتہ تیئیس برس کے دوران، ناموس رسالت قانون کے تحت کل 964 مقدمات عدالتوں میں آئے۔ ان میں سے 479 کا تعلق مسلمانوں سے 340 کا احمدیوں، 119 کا عیسائیوں، 14 کا ہندوؤں اور 12 کا دیگر سے تھا۔ تیئیس برس کے دوران کسی ایک کو بھی سزائے موت نہیں ہوئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مقدمات مضبوط نہ تھے اور اور یہ کہ

قانون وانصاف نے اپنے تقاضوں سے روگردانی نہ کی۔ صرف یہی حقیقت اورافادیت کے لئے کافی ہے۔ لیکن یہ پہلو محل نظر ہے کہ کیا کوئی مسلمان بھی بہ قائمی و ہوش وحواس توہین رسالت کا ارتکاب کرسکتا ہے؟ سو اس قانون کو اپنی جگہ قائم رکھتے ہوئے ایک نیا ضابطہ تشکیل دیا جاسکتا ہے تاکہ کوئی فرد اس مقدس قانون کو غلط طور پر استعمال نہ کرسکے۔ علمائے کرام خود پیش قدمی کریں اور بیمار ذہنوں کے لئے سارے راستے بند کریں۔

(9 جنوری 2011ء، روزنامہ جنگ)

...-----...-----...

نام محمد ﷺ کے سبب!

ڈاکٹر عامر لیاقت حسین

اے وطن کے روشن خیالو! صرف یہ کہہ کر ہاتھ کھڑے کر دینے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا کہ "یہ سب کیا ہو رہا ہے، ہم کدھر جا رہے ہیں اور اُف کہ معاشرے میں عدم برداشت کے رجحان نے قوم کو کس طرح سے ہزار پا کی طرح جکڑ لیا ہے"۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔ بلکہ اس حقیقت کو تسلیم اور شفاف منظر کو قبول کرنا ہوگا کہ جہاں حدِ نگاہ تک پھولوں کے ہار پہنانے والے بھی اپنے ہیں اور "قاتل" کا ماتھا چومنے والے بھی "مستند پاکستانی"۔۔۔ کیا یہ ہمارے لئے عجیب نہیں کہ "پراسرار سولِ سوسائٹی" جو غیر ملکی پرفیومز میں نہا کر "انگریزی پلے کارڈز" اور جلتی ہوئی شمعوں کے جلو میں مقتول گورنر کے لئے انصاف مانگتی "مخصوص گذرگاہوں" پر نظر آ رہی ہے وہ کبھی عافیہ کی رہائی، علماء کے قتل، حدود اللہ کی (معاذ اللہ) پامالی، معاشرے میں امر بیل کی طرح پروان چڑھتی بے حیائی اور خواتین کی میراتھن کے خلاف مظاہروں کے لئے اپنی بل سے باہر نہیں نکلی۔ بیش قیمت سن گلاسز کے پیچھے سے صرف اپنی مرضی کے نظارے دیکھنے کی خواہش مند یہ سول سائٹی مجھے تو اس وقت محدب عدسہ لے کر تلاش کرنے سے بھی دکھائی نہ دی جب کراچی میں تواتر سے ڈاکٹروں کے قتل، علمائے کرام کی شہادت اور ٹارگٹ کلنگ کے روح فرسا سانحات نے بچے کھچوں کو سانس بھی سہم سہم کر لینا سکھا دیا تھا۔ میں منتظر رہا کہ پارہ چنار میں آگ و خون کی ہولی پر یہ ضرور تڑپے گی، میری سماعتیں مجھے حوصلہ دیتی رہیں کہ پیر سمیع اللہ قادری سواتی کی لاش قبر سے نکال کر اس کی بے حرمتی کرنے والوں کے

خلاف ان کی آواز یقیناً سنائی دے گی اور پھر جب عافیہ کو برہنہ کر کے تلاشی لی گئی اس کے پیروں میں (معاذ اللہ) قرآن پاک پھینکا گیا اور اس کا اسکارف پھاڑا گیا تب بھی مجھے نہ جانے کیوں مگر ایک اطمینان تھا کہ اغیار سے تعلقات کا دم بھرنے والی یہ سول سوسائٹی تہذیب واخلاق کے اُن جھوٹے معبودوں کو سجدہ کرنے سے انکار کر دے گی

جنہوں نے انسانیت پرستی کے کھوکھلے معبد خانے بنا رکھے ہیں۔ اور جہاں وہ صرف اپنی عبادت کروا کے تسکین حاصل کرتے ہیں۔ میرا بھرم اس وقت بھی نہ ٹوٹا جب علامہ سرفراز نعیمی، مولانا حسن جان، عباس قادری، نظام الدین شامزئی، سعید جلال پوری اور راہِ حق کے دیگر شہداء کے سفرِ آخرت کے دوران میں پلٹ پلٹ کر سول سوسائٹی کی راہ دیکھتا رہا اور وہ نہ آئی، میں نے امید کا دامن اس لمحے بھی نہ چھوڑا جب مساجد، امام بارگاہوں اور عاشورہ چہلم کے جلوسوں سے توحید کے پروانوں کی آخری لرزہ خیز چیخیں سنائی دیں اور میرے وہم وگمان نے مجھے یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ سول سوسائٹی اس لہو کو رائیگاں نہیں جانے دی گی۔ اور مجھے ایک موہوم سی آس اس ستم گر ساعت کے دوران بھی بھروسے کی تھپکی دیتی رہی جب درود و سلام کی صدائیں بلند کرنے والے عشاق رسول ﷺ عین حالتِ نماز میں خاک وخون میں اس طرح مل گئے کہ لبوں سے مس ذرے آج بھی نشتر پارک میں سبحان ربی الاعلیٰ کا ورد کرتے ہیں۔

آخر یہ پُر بادو پُر جفا سول سوسائٹی کہاں سے آتی ہے اور کہاں چلی جاتی ہے؟ اس کے درد کا پیمانہ متعین حادثوں اور عطا کیے گئے تحریر شدہ قواعد کا کیوں محتاج ہے؟ یہ سسکیوں کی لامحدودیت پر چسکیوں کی گنتی کو کیوں ترجیح دیتی ہے؟ اور ایسے ہی بے شمار سوالات ہیں جو ہر بار اُسی وقت ابھرتے ہیں جب میں انہیں ''ابتلائے مطلب'' میں سڑکوں پر اچھلتا تڑپتا دیکھتا ہوں مقتول گورنر کے لئے ملک بھر کے گرجا گھروں میں دعائیہ اجتماعات کیے جا رہے ہیں۔ جو اسے عظمت کی انتہا سمجھتے ہیں، میں ان کی فراست کو الزام نہیں دوں گا ورنہ تاک میں بیٹھے ہوؤں کی جانب سے ''روشن خیال فتویٰ'' جاری کر دیا جائے گا کہ ''دیکھ لیا نا، اس انتہا پسند کو ذرا

بھی برداشت نہیں ہے" معاملات بہت حساس اور احتیاط کے متقاضی ہیں، آگ ابھی سرد نہیں ہوئی، چنگاریاں سلگ رہی ہیں اور مکالمے کے دشمن موقع کی تلاش میں ہیں۔ ایسے میں صرف مسیحی بھائیوں کو ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کو بھی پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔ کس بات کا خیر مقدم کیا جائے اور کس عمل کی مذمت کی جائے، یہ سب کچھ اتنا الجھا ہوا ہے کہ الفاظ اور جملے منہ کی تجوری سے کسی بھی وقت لٹ سکتے ہیں لہٰذا بہتر ہے کہ زبان کو نگہداشت کرتے ہوئے ایسے کسی بھی مطالبے یا فیصلے کو صحیح نہ کہا جائے جس کی تاثیر پانی نہیں بلکہ وہ ہوا ہے جو شعلوں کو مزید بھڑکاتی ہے۔

میں تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ قبطی عیسائیوں کے خلاف متعصبانہ فکر رکھنے اور جنسی جرائم میں ملوث مقدس گرجے کے مذموم راہبوں کو بچانے والے "پوپ بینڈکٹ" کو کس نے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ کسی بھی مذہب کے آنگن میں اپنی سمجھ کے غراروں کی کلیاں کرتے پھریں؟ اگر آپ کو قانونِ توہین رسالت پسند نہیں تو عالم اسلام بھی نظریہ تثلیث اور شرک سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے، اگر آپ ہماری مقدس کتاب کے قوانین پر انگلی اٹھانے پر مصر ہیں تو یاد رکھیے کہ "آیات مباہلہ" کی روشنی اس قدر تیز ہے کہ صرف عیوب ہی نظر نہیں آئیں گے بلکہ روح بھی چیخ چیخ کر باغی وجود سے برات کا اظہار کر دے گی۔ اسلام میں کیا ہونا چاہئے اور کیا نہیں اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کر دیا ہے اور اقرار کرنے والوں نے تسلیم بھی کر لیا ہے اور بالفرض اگر فروعاتِ دین پر مسلمانوں میں کوئی اختلاف بھی ہے تو کم از کم مشرکوں کو تو اس بات کی قطعی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ اللہ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ کرنے والوں کی اصلاح فرمائیں۔ کیا پوپ اور اُن کے حمایتی چاہتے ہیں کہ تہذیبوں کا تصادم شروع ہو جائے؟ نظریات ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو جائیں؟ اور نفرت کی اس فضا میں ایک دوسرے کے لئے جو تھوڑی بہت بھی برداشت بچی ہے اسے بھی اظہار رائے کی چھری سے ذبح کر دیا جائے۔ جب آپ نے نبی کریم ﷺ کے گستاخانہ خاکے بنانے والوں کی مذمت نہیں کی، فیس بک پر a Draw

Mohammad day (معاذ اللہ) آپ کو نہیں کھلا، قرآن پاک کے خلاف ''فتنہ'' فلم کے خالق ملعون گیرٹ ولڈر سے جب آپ نے لاتعلقی کا اظہار نہیں کیا اور Juland Posten میں پہلی بار گستاخانہ خاکوں کی اشاعت سے آپ کو تکلیف نہیں پہنچی تو پھر کس منہ سے عالم اسلام سے مطالبے کرنے چلے ہیں؟ Orthodox کو مطمئن کیجیے، مشرقی اور یونانی میسیحیت سے فرق روا رکھنے کی متکبرانہ روش کو مٹایئے جنہیں آپ کے حلیے پر شدید اعتراض ہے اور پروٹسٹنٹزم Protestantism کو وسعتِ قلبی کے ساتھ قبول کیجیے پھر کہیں جا کر آپ کی آواز دنیا بھر کے مسیحوں کی پکار قرار پائے گی۔ جب تک ایک بھی Protestantism کا پیروکار اس کرۂ ارض پر موجود ہے وہ کیتھولک چرچ کے خلاف احتجاج کرتا رہے گا اور اس امتیازی سلوک کو تسلیم کرنے سے ہمیشہ انکار کرے گا جسے سب سے پہلے سولہویں صدی میں مارٹن لوتھر نے آواز اور عمل دونوں کے ساتھ رد کیا تھا۔

باقی بچے وہ دور کی کوڑی لانے والے تجزیہ نگار اور دانشور جنہیں بڑی تکلیف ہے کہ طالبان مخالف علماء اہلسنت نے مقتول گورنر کے خلاف سخت موقف کیوں اختیار کیا تو ان کی ''رگِ تشکیک'' کی نذر اس شعر سے بہتر اور کوئی سوغات نہیں کہ

جس طرح ملتے ہیں لب نام محمد ﷺ کے سبب
آج مل چکے ہیں سب نامِ محمد ﷺ کے سبب

(14 جنوری 2011ء، روزنامہ ایکسپریس لاہور)

•••-----•••-----•••

مسلمان کا ضمیر

ڈاکٹر صفدر محمود

یہی کوئی پانچ برس قبل کی بات ہے کہ سویڈن کے ایک کارٹونسٹ نے نبی کریم ﷺ کا گستاخانہ خاکہ بنایا۔ یہ کارٹون نہیں تھا گستاخی، توہین اور تمسخر کی آخری حد تک جس کا کوئی مہذب انسان تصور بھی نہیں کرسکتا۔ یہ کارٹون سویڈن کے ایک بڑے اخبار اور پھر سویڈن کے دوسرے اخبارات اور پھر یورپ کے کئی ممالک کے اخبارات میں چھپا جس سے سارے عالم اسلام میں احتجاج کی آگ بھڑک اٹھی۔ چنانچہ سعودی عرب نے احتجاج کے طور پر سویڈن سے اپنا سفیر واپس بلالیا، بیروت کے مسلمانوں نے غصے میں آ کر سویڈن کا سفارت خانہ بند کر دیا اور تقریباً تمام اسلامی ممالک میں سڑکیں، گلیاں اور بازار احتجاج کے پاؤں تلے کانپنے لگے۔ سویڈن اور دوسرے گستاخ ممالک کی اشیاء کا بائیکاٹ کیا گیا جس سے سویڈن کو بے پناہ معاشی نقصان ہوا لیکن اس کے باوجود سویڈش حکومت اور دوسرے کئی یورپی ممالک کے وزراء بضد رہے کہ یہ آزادی اظہار کا حق ہے اور اسے پابند نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے سیکولر حضرات جو ہمہ وقت یورپی ممالک کے معاشروں کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں اور ان معاشروں کی رواداری، تحمل، احترام انسانیت، دوسروں کے حقوق کا احترام اور قانون کی حکمرانی کے دلربا نغمے گاتے رہتے ہیں ہمارے اس سوال کا جواب نہ دے سکے کہ کیا یہی رواداری، احترام انسانیت اور دوسروں کے جذبات کا احترام ہے کہ مسلمانوں کی سب سے زیادہ قابل احترام ہستی کے گستاخانہ خاکے بنائے جائیں اور دوسرے مذاہب کے پیروؤں

کے جذبات کو کچلا جائے؟ کیا آزادی اظہار کا مطلب نفرت پھیلانا، پیغمبروں کی توہین کرنا، احتجاج اور ردعمل کی آگ بھڑکانا ہے؟ کیا ان تعلیم یافتہ معاشروں کے پڑھے لکھے حضرات یہ نہیں جانتے کہ مسلمان انکے ممالک میں رہتے ہیں اور ان کی بڑی تعداد وہاں کے شہری ہیں اس لئے ان کے مذہبی جذبات کا احترام نہ صرف ان پر لازم ہے بلکہ قانون رواداری اور تہذیب کا تقاضا بھی ہے۔ کیا وہ نہیں سمجھتے کہ مذہبی منافرت پھیلا کر وہ اپنے معاشرے کو تقسیم کر رہے ہیں؟ اگر یہ بات صرف ایک کارٹونسٹ تک محدود رہتی تو ہم سمجھتے کہ یہ ایک جنونی کا کارنامہ ہے لیکن مسلمانوں کے احتجاج کا منہ چڑانے کے لئے جس طرح سویڈن، ناروے اور اٹلی کے اخبارات نے اس گستاخانہ خاکے کو چھاپا، ضد کا رویہ اپنایا اور اسلام اور مسلمانوں کو حقارت کا نشانہ بنایا اس سے ان اقوام کی تہذیب، رواداری اور حسن اخلاق کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ البتہ یہ درست ہے کہ ان معاشروں کی معاشی خوشحالی، صنعتی ترقی، تعلیمی اور سائنسی اڑان، انصاف اور قانون کی پاسداری اور نظم وضبط نے ان کی ان باطنی بیماریوں کے ڈھانپ رکھا ہے جن سے صرف اسی وقت پردہ اٹھتا ہے جب کوئی بڑا واقعہ رونما ہوتا ہے۔

ہمارے سیکولر روشن خیال ہونے کے دعویدار دانشور اور اپنے معاشرے کی خامیوں پر ہمہ وقت ماتم کناں مبلغ ٹھیک کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں برداشت، تحمل اور رواداری کم ہو رہی ہے اور فرقہ وارانہ انتہا پسندی زور پکڑ رہی ہے۔ یہ صورت حال ہر سوچنے والے ذہن اور دیکھنے والی آنکھ کے لئے افسوسناک اور تشویشناک ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ یہ فضا پیدا کرنے اور ان رجحانات کو فروغ دینے میں غربت، جہالت، معاشرتی تقسیم اور مذہبی اداروں نے کردار سرانجام دیا ہے لیکن درحقیقت یہ انتہا پسندی داخلی اور عالمی سیاست کا شاخسانہ ہے اور مذہبی تقسیم کو بڑھانے میں کئی مسلمان ممالک نے بھی حصہ ڈالا ہے۔ جو اپنے اپنے مسلک کی سرپرستی کرتے ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ ہر مسلمان چاہے اس کا تعلق کسی بھی مسلک سے ہو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اسلام رواداری، تحمل، خوش اخلاقی، عفوو درگزر، فراخدلی اور امن ومحبت کا دین اور مذہب ہے۔ اسلام نہ صرف جھوٹ، دھوکہ دہی، قتل وغارت، کم تول، بے

انصافی اور قانون کو ہاتھ میں لے کر افراتفری پھیلانے سے منع کرتا ہے بلکہ دوسروں کے مذہبی جذبات کے احترام اور حقوق کی ادائیگی پر بھی زور دیتا ہے۔لیکن یہ سب کچھ جاننے کے باوجود ہم اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی کرتے ہیں اسی لئے میں عرض کرتا ہوں کہ اب یہ علماء کرام کا فرض ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اپنا رول ادا کریں اور ان ''مولویوں'' کو بھی سختی سے منع کریں جو اپنی سوچ کے سبب مذہبی منافرت پھیلاتے، جذبات کی آگ بھڑکاتے اور لوگوں کو آپس میں لڑاتے ہیں۔ وہ دن رات سیرت النبی کا ذکر کرتے ہیں اور آپ ﷺ زندگی کو اسوہ حسنہ قرار دیتے ہیں اور خود اسوۂ حسنہ پر عمل نہیں کرتے۔خدا کے لئے معاشرے میں تحمل، برداشت، رواداری اور یگانگت پیدا کرنے کے لئے اسلام کے روشن بنیادی اصولوں، سچی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ ﷺ کا پرچار کریں اور لوگوں کو فروعی مسائل میں نہ الجھائیں۔

چلئے یہ تو مان لیا کہ معاشرے میں برداشت تنزل پذیر ہے لیکن جو لوگ اس برداشت کا ذکر ناموس رسالت اور عشق رسول ﷺ کے حوالے سے کرتے ہیں وہ سیکولر روشن خیال اور اس حقیقت کا ادراک نہیں رکھتے کہ عشق رسول اور ناموس رسالت مسلمان کا خمیر، گھٹی اور باطن میں موجود ہوتی ہے اور اس کے بغیر مسلمان کی مسلمانی مکمل نہیں ہوتی۔اس کا محض زبان سے اظہار اور بات ہے اور اس کا صحیح معنوں میں ادراک اور روح میں سمو لینا بالکل دوسری بات ہے۔ جب سویڈن کے کارٹونسٹ نے نبی کریم ﷺ کا گستاخانہ خاکہ بنایا تو جو شخص کلہاڑا لے کر اسے واصل جہنم کرنے کے لئے اس کے گھر میں گھسا وہ صومالیہ کا مسلمان تھا اور جن عاشقان رسول نے اسے ٹھکانے لگانے یا متعلقہ اخبار پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ان میں سے ایک عراقی تھا، ایک لبنانی، ایک الجیرین اور ایک سویڈن کے سیکولر معاشرے کی پیداوار شہری تھا جس کے آباؤ اجداد کا تعلق تیونس سے تھا۔عراقی بچارا تو اپنے ملک سے جان بچانے سویڈن پہنچا تھا جہاں اس نے ''پناہ'' کے لئے درخواست دے رکھی تھی لیکن اس نے حرمت رسول کے لئے سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ادھر آئرلینڈ میں سات مسلمان گرفتار کر لیے گئے جو

گستاخ رسول کو ٹھکانے لگانے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ان حضرات کا تعلق پاکستان کے انتہا پسند، جاہل اور جذباتی معاشرے سے نہیں تھا بلکہ وہ سب روشن خیال، تعلیم یافتہ اور سیکولر ملکوں کے شہری تھے۔ پاکستان میں تو برداشت کی کمی کا رونا رویا جاتا ہے لیکن ہمارے دانشوروں کی نظر میں مغربی ممالک تو برداشت کا نمونہ ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جس مسلمان کے باطن میں بھی حب رسول ﷺ کی روشنی ہوگی جو مسلمانی کا تقاضا ہے وہ چاہے پاکستان سے ہو یا کسی آزاد خیال، لادین تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ ملک سے ہو وہ کبھی بھی گستاخ رسول کو برداشت نہیں کرے گا کیونکہ ناموس رسالت سچے مسلمانوں کے ایمان کا اہم حصہ ہے۔

(14 جنوری 2011ء روزنامہ جنگ لاہور)

•••-----•••-----•••

پاکستان کیلئے خطرہ ممتاز قادری جیسے لوگ نہیں بلکہ......

(روزنامہ اوصاف کا اداریہ)

بہت مشکل سوال ہے لیکن اب اس کا جواب تلاش نہ کیا گیا اور بعض زمینی حقائق کا ادراک نہ کیا گیا تو پاکستان ایک ایسی تقسیم کا شکار ہو جائے گا جس میں افراد و شخصیات کا قتل ایک عام سی بات ہو جائے گی۔ کیا دہشت گردی کا شکار زخم خوردہ پاکستان اس طرح کا مزید ستم برداشت کر سکے گا اس نکتے پر ہر صاحب نظر کو غور کرنا چاہیے۔

گورنر سلمان تاثیر کو جس مرد مجاہد نے قتل کیا اس کا تعلق بریلوی مکتب فکر سے ہے اور اس مکتب فکر کے بارے میں لبرل اور سیکولر طبقے کے ساتھ ساتھ امریکہ کو بھی یقین ہے کہ یہ پرتشدد خیالات نہیں رکھتا۔ پرتشدد خیالات کا حامی دیوبندیوں کو سمجھا جاتا ہے جس کے خلاف بریلوی مکتب فکر کے بعض مذہبی راہنما کچھ روز پہلے تک سڑکوں پر احتجاج بھی کر رہے تھے تو پھر یہ برداشت، رواداری جیسی باتیں کسے سمجھائی جا رہی ہیں؟ بریلوی مکتب فکر کو؟ جو پہلے ہی برداشت اور رواداری کا ٹائٹل حاصل کر چکا ہے؟ بابا بلھے شاہ، بابا فریدالدین گنج شکر اور حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری کے فلسفہ برداشت و رواداری کی مثالیں کس کے لئے پیش کی جا رہی ہیں۔ اس بریلوی مکتب فکر کے لئے جو پاکستان میں ان بزرگوں کا پر جوش پیروکار سمجھا جاتا ہے؟

اب اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ایک ایسا مکتبہ فکر جو پرامن بھی ہے اور طالبان اور القاعدہ کا مخالف بھی، اس مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے پچیس سال کے ایک وردی پوش

محافظ کو یوں اچانک بیٹھے بٹھائے کیا ہوا کہ اس نے وہی راستہ اختیار کر لیا جس پر طالبان اور القاعدہ کے لوگ گامزن ہیں؟

درحقیقت اس بہت ہی باریک نکتہ کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ مسلمان نبی کریم ﷺ کی ناموس کو اپنے بیوی، بچوں اور ماں باپ کی ناموس سے بھی زیادہ عزیز جانتا ہے اور اس حوالے سے خود نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث بھی ہے کہ تمہارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک میں تمہیں اپنے خونی رشتوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔

نبی کریم ﷺ کی مجلس میں بعض صحابہ ذرا اونچی آواز میں بولتے تھے اللہ کو ان کا یہ انداز پسند نہ آیا اور فرمایا خبردار اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے پست رکھو۔

بہت غور طلب نکتہ ہے کہ ممتاز قادری پُرتشدد آدمی نہیں تھا اسے تو ردعمل کا شکار کیا گیا اور اس حوالے سے بعض نجی ٹیلی ویژن چینلوں کا کردار شرمناک تھا۔ آسیہ مسیح کے معاملے کو انہوں نے اتنا اچھالا اور قانون توہین رسالت پر اتنا کچھ کہا کہ بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح گورنر بھی اس پراپیگنڈے کا شکار ہو گیا اور انہوں نے ایک ایسی روش اختیار کی جو بعض لوگوں کو اتنی ناگوار گزاری کہ انہی میں سے ایک ممتاز قادری نے انہیں سرکاری گن سے ہلاک کر ڈالا۔ ہم یقین سے کہتے ہیں کہ عدالت عظمیٰ اگر دو تین مخصوص ٹی وی چینلوں کی وہ تمام ریکارڈنگ طلب کرے جو آسیہ مسیح اور توہین رسالت کے حوالے سے تھیں تو اس کے سامنے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ بعض مخصوص کرداروں نے اس معاملے پر ڈھیروں پروگرام کئے اور اس معاملے کو ربڑ کی طرح کھینچتے چلے گئے۔ اگر یہ لوگ عدالتوں پر اعتماد کر لیتے اور اس توقع کا اظہار کرتے کہ آسیہ مسیح بے گناہ ہوئی تو اپیل میں جا کر چھوٹ جائے گی اور مجرمہ ہوئی تو قرار واقعی سزا پائے گی۔

اگر غور کیا جائے تو آسیہ مسیح کا معاملہ تو محض ایک بہانہ تھا۔ اصل میں تو 295/C کو رگڑا لگا کر اس کیخلاف رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی اور یہ کام چند مخصوص ٹی وی میزبان اور مہمان کر رہے تھے۔

یہ ایک دلچسپ نکتہ ہے کہ 295/C کے بارے میں یہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں امریکی حکام بھی اس کے بارے میں یہی رائے رکھتے ہیں اور واشنگٹن اس قانون کو ہر قیمت پر ختم کروانے کے درپے ہے۔اس حوالے سے قومی اسمبلی میں ایک بل بھی پیش کیا گیا تھا اور اندر خانے پوری کوشش کی جارہی تھی کہ کسی طرح اس قانون کے خاتمے یا اس میں ترمیم کا مقصد حاصل ہو جائے۔

وہی لوگ جن کے مذموم پروپیگنڈے کی وجہ سے گورنر سلمان تاثیر کی زبان سے بعض ناروا باتیں نکل گئیں اور نتیجے میں نوبت ان کے قتل تک پہنچ گئی۔اب ایک نئی بحث کو جنم دے رہے ہیں کہ پاکستانی معاشرے میں مذہبی جنونیت انتہا کو پہنچ گئی ہے۔معاشرہ تقسیم کی جانب بڑھ رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ان بیمار ذہنوں کو کوئی کیوں نہیں سمجھاتا کہ پاکستانی معاشرہ پر تشدد نہیں ہے اور اس معاشرے میں جو تشدد نظر آتا ہے وہ ایک ردعمل ہے اس امریکی وحشت و درندگی کے خلاف جو خود کو مطلوب ایک شخص کو مارنے کے لئے ڈرون حملے کے ذریعے بیس بے گناہوں کو بھی ماردیتی ہے۔ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا نائن الیون کے بعد امریکہ نے جن ہزاروں بے گناہ پاکستانیوں کا خون بہایا وہ کسی ماں کی اولاد نہیں تھے؟ کسی کے بھائی، کسی کے شوہر اور کسی کے باپ نہیں تھے؟ کیا ان کا خون اتنا ہی ارزاں ہے کہ نام نہاد تجزیہ نگاروں کو اس پر پروگرام تو کیا بات کرنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی؟ جب پڑھے لکھے لوگ انصاف کی بات کرنا چھوڑ دیں۔منافقت کو سچائی بنا کر پیش کریں۔انسانوں کے درمیان امتیاز کی اتنی گہری لکیر کھینچ دیں کہ انہیں ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے انسانی حقوق کی پامالی نظر نہ آئے اور آسیہ مسیح کے معاملے میں انسانی حقوق نظر آئیں،ایسے پڑھے لکھوں سے تو وہ ان پڑھ بھلے جو لبرل اور غیر لبرل کی تقسیم سے بے نیاز اپنی اپنی سمجھ کے مطابق حق کی بات کر لیتے ہیں۔

پاکستان میں تمام مکاتب فکر کے لوگ ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں اور کرتے ہیں مگر ناموس رسالت ﷺ کا معاملہ ایسا ہے کہ جس پر صرف پاکستانی

مسلمان ہی نہیں یورپ میں رہنے والے مسلمان بھی بہت حساس ہیں اور نبی کریم ﷺ کے خاکوں کے معاملے میں یورپ میں جو احتجاج ہوا وہ اس کی بین دلیل ہے۔

پاکستان کے لئے خطرہ ممتاز قادری جیسے لوگ نہیں بلکہ وہ نام نہاد دانشور ہیں جو امریکہ کی چاکری کر کے معاشرے کو تقسیم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگوں کو لگام نہ ڈالی گئی تو ان کی وجہ سے پاکستانی معاشرہ فساد کا شکار ہو جائے گا اور پاکستان کی دشمن قوتیں یہی چاہتی ہیں۔ حکمرانوں خفیہ ایجنسیوں، اعلیٰ عدلیہ اور محبّ وطن پاکستانیوں کو ایسے عناصر کی سرگرمیوں پر خاص نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

(9 جنوری 2011ء روزنامہ اوصاف لاہور)

•••-----••-----•••

قانونِ ناموسِ رسالت ۔ حقائق اور پروپیگنڈہ

انصار عباسی

کہا جاتا ہے کہ ناموس رسالت کا قانون ضیاء الحق نے بنایا۔ یہ بھی پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ یہ قانون اقلیتوں کونشانہ بنانے کے لئے بنایا گیا تھا۔ اس قانون کے متعلق کئی اور شکوک وشبہات بھی پیدا کئے جارہے ہیں۔ اس تناظر میں اس حوالے سے محترم محمد اسماعیل قریشی جنہوں نے ایک طویل جدوجہد اور قانونی جنگ کے بعد اس قانون کو موجودہ شکل دینے میں اہم کردار ادا کیا، کتاب ”ناموس رسول اور قانون توہین رسالت“ سے کچھ اقتباس پیش کئے جاتے ہیں جو اس سلسلے میں پیدا ہونے والے شکوک کو دور کرنے میں مدد دیں گے۔

”اسلام دشمن قوتوں نے پاکستان کی اسلامی ریاست کو ختم کرنے کے لیے سازشوں کا جال بچھا رکھا ہے۔ زرخرید ایجنٹوں کے ذریعہ یہاں کے نوجوانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے لئے لادینی لٹریچر بھی پھیلانا شروع کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں ایک کمیونسٹ ایم (مشتاق) راج کا ذکر ضروری ہے جس کی اشتعال انگیزی قانون توہین رسالت اور کتاب کی تصنیف کا باعث بنی۔ اس کی خدمات روس کی حکومت نے حاصل کی ہوئی تھیں۔

ایم راج نامی ایک کٹر کمیونسٹ ایڈووکیٹ نے 1983ء میں Heavenly communism (آفاقی اشمالیت) ایک کتاب لکھی جو ملک کے تعلیم یافتہ طبقہ میں مفت تقسیم کی گئی۔۔۔ میں نے کتاب پڑھنا شروع کی۔ جیسے جیسے کتاب پڑھتا گیا میری قوت برداشت جواب دے گئی۔ مجھ پر غم وغصہ کی جو کیفیت طاری ہوئی وہ ناقابل بیان ہے۔ اس

کتاب میں نہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے تمسخر کیا گیا بلکہ مذاہب اور ادیان کا بھی مذاق اڑایا گیا تھا۔ دینی پیشواؤں کو مذہبی شیطان کہا گیا، انبیاء کرام علیہم السلام پر نہایت گھٹیا اور سوقیانہ حملے کئے گئے اور انتہا یہ کہ حضور ﷺ کی شان میں بھی گستاخی کی جسارت کی گئی۔ میں نے نہایت صبر وضبط سے کام لیتے ہوئے ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس کا اجلاس طلب کیا۔۔ سب علماء کا متفقہ فتویٰ تھا کہ شاتم رسول واجب القتل ہے۔ لہٰذا حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس ناپاک کتاب کو فوری طور پر ضبط کر لے اور بغیر کسی تاخیر کے توہین رسالت کا قانون بنا کر اسے نافذ العمل کر دیا جائے تا کہ آئندہ کسی بھی بدبخت کو اہانت رسول کی جرأت نہ ہو سکے۔ پاکستان کے قومی اخبارات نے بھی اس کی تائید کی اور اس کی حمایت میں اداریے لکھے۔ بالآخر اسلامی نظریاتی کونسل نے اسلامیان پاکستان کے اس مطالبہ کا نوٹس لیا اور جناب شیخ غیاث محمد، سابق اٹارنی جنرل کی تحریک پر حکومت سے سفارش کی گئی کہ توہین رسالت اور ارتداد کی سزا، سزائے موت مقرر کی جائے۔ اس کے باوجود حکومت وقت (ضیاء حکومت) نے اس نازک مسئلہ کو مستحق توجہ نہ سمجھا، لہٰذا راقم الحروف نے فیڈرل شریعت کورٹ میں اس وقت کے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اور تمام صوبوں کے گورنرز کے خلاف اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ 203 کے تحت 1984ء میں اپنے ساتھ تمام مکاتب فکر کے علماء سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے سابق جج ایڈووکیٹ جنرل، صدر لاہور ہائی کورٹ بار اور دیگر بار کونسلوں کے صدر صاحبان اور نمائندہ شہریوں کو شامل کر کے شریعت پٹیشن نمبر 1984L/A دائر کی۔ مقدمہ کی سماعت کا آغاز راقم الحروف کی بحث سے شروع ہوا۔ عدالت نے عوام الناس کے نام نوٹس جاری کر دیے۔ کمرہ عدالت اور اس کے باہر ہر روز عوام کا ہجوم اس مقدمہ کی کاروائی کی سماعت کے لئے موجود ہوتا۔ اس مقدمہ کی سماعت کے دوران عجیب وغریب واقعات پیش آئے۔ جن میں دو بڑے دلچسپ اور قابل ذکر ہیں۔ اس پیٹشن میں سابق جج لاہور ہائی کورٹ جناب چوہدری محمد صدیق بحیثیت مدعی ہمارے ساتھ شامل تھے۔ جبکہ حکومت کی طرف سے ان کے صاحبزادے جناب جسٹس خلیل الرحمٰن

رمدے، جو اس وقت جسٹس رمدے ایڈووکیٹ جنرل تھے پیش ہوئے۔ میں نے عدالت کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ اس تاریخی مقدمہ میں باپ، بیٹا ایک دوسرے کے مقابل ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے لائق بیٹے نے شریعت پٹیشن کی مکمل طور پر حمایت کی اور تمام صوبوں کے ایڈووکیٹ جنرلز نے بھی اس پٹیشن کی تائید میں دلائل پیش کئے اور عدالت سے درخواست کی کہ اس درخواست شریعت کو منظور کرلیا جائے۔ ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی ڈپٹی اٹارنی جنرل نے جو حکومت پاکستان کی جانب سے پیش ہوئے، ہمارے اس موقف سے اتفاق کیا کہ شاتم رسول ﷺ واجب القتل ہے، لیکن یہ قانونی اعتراض اٹھایا کہ فیڈرل شریعت کورٹ کو اس کی سماعت کا اختیار نہیں۔۔۔ بہر حال فریقین کے دلائل کی سماعت کے بعد وفاقی شرعی عدالت نے اپنا فیصلہ محفوظ کرلیا۔ اسی اثناء میں ایک اور سنگین واقعہ رونما ہوا۔ جولائی 1984ء میں ایک خاتون ایڈووکیٹ، جن کے شوہر ایک بڑے صنعتکار اور سرمایہ دار قادیانی ہیں، انہوں نے اسلام آباد میں منعقدہ ایک سیمینار میں تقریر کرتے ہوئے معلم انسانیت ﷺ کی شان میں کچھ ایسے نازیبا الفاظ استعمال کئے کہ سامعین میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ جب یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس نے اپنے خصوصی اجلاس میں پاکستان کے تمام سربرآوردہ علماء اور وکلاء کی جانب سے اس کی پُرزور مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ فوری طور پر شاتم رسول کے بارے میں سزائے موت کا قانون منظور کرے اور فیڈرل شریعت کورٹ سے بھی درخواست کی گئی کہ وہ شریعت پٹیشن پر اپنا فیصلہ صادر کرے۔ اسلامی جذبے سے سرشار خاتون مرحومہ آپا نثار فاطمہ نے اس قابل اعتراض تقریر کا قومی اسمبلی میں سختی سے نوٹس لیا اور راقم الحروف کے مشورے سے قومی اسمبلی میں تعزیرات پاکستان میں ایک مزید دفعہ 295/C کا بل پیش کیا۔ جس کی رو سے شاتم رسول کی سزا، سزائے موت تجویز کی گئی۔ مسلمانوں کے متفقہ مطالبہ کے پیش نظر کسی کو اس کی مخالفت کی جرات نہ ہوسکی، البتہ وزیر قانون اقبال احمد خان کی طرف سے اس بل میں ترمیم کر دی گئی کہ شاتم رسول کی سزا، سزائے موت یا عمر قید ہوگی۔ اس طرح

دفعہ 295-C کا تعزیرات پاکستان میں اضافہ کر دیا گیا۔ لیکن اس سے راقم الحروف، مرحومہ آپا نثار فاطمہ، علمائے کرام، وکلاء اور مسلمان عوام مطمئن نہیں تھے، اسلئے دوبارہ فیڈرل شریعت کورٹ میں 295-C کو راقم نے ماہرین قانون کی تنظیم کی جانب سے اس بناء پر چیلنج کر دیا کہ توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت مقرر ہے اور حد کی سزا میں کمی یا بیشی کرنے کا اختیار کسی کو بھی نہیں اور یہ نا قابل معافی جرم ہے۔ اس مقدمہ کی باقاعدہ سماعت یکم اپریل 1987ء کو شروع ہوئی، جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء کو بھی معاونت کی دعوت دی گئی۔

علماء کرام کے علاوہ حکومت پنجاب کی جانب سے جناب خلیل الرحمٰن رمدے ایڈووکیٹ جنرل پنجاب، جواب سپریم کورٹ کے آنریبل جج ہیں، حکومت سرحد کی جانب سے جناب جسٹس محمد اجمل میاں، جو اس وقت سپریم کورٹ کے فاضل جج ہیں، سندھ اور بلوچستان کی طرف سے وہاں کے ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل صاحبان نے بھی ہمارے موقف کی مکمل تائید اور حمایت کی۔ ملک کے ممتاز اسکالر مولانا سید محمد متین ہاشمی اور جناب ریاض الحسن نوری مشیر وفاقی شرعی عدالت نے عمر قید کی سزا کے اسلامی احکام سے منافی ہونے کے بارے میں موثر دلائل پیش کیے۔ سندھ کی حکومت نے بھی شاتم رسول کی سزا، سزائے موت کو تسلیم کیا۔ ڈاکٹر طاہر القادری کا موقف تھا کہ سزا کے لئے نیت کی ضرورت نہیں۔ اسے فی الفور قتل کیا جائے۔

بالآخر وہ ساعت سعید بھی آ گئی جب فیڈرل شریعت کورٹ نے متفقہ طور پر، اس گدائے شہہ عرب وعجم کی پیٹشن منظور کرتے ہوئے توہین رسالت کی متبادل سزا عمر قید کو غیر اسلامی اور قرآن وسنت کے خلاف قرار دیا اور حکومت پاکستان کے نام حکم نامہ جاری کیا کہ عمر قید کی سزا کو دفع 295-C سے حذف کیا جائے، جس کے لئے حکومت کو 30 اپریل 1991ء تک مہلت دی گئی۔ اس فیصلہ کے بعد پھر ایک عجیب مرحلہ پیش آیا کہ فیڈرل شریعت کورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت نے جو کہ نفاذ اسلام

اور قرآن وسنت کے قانون کی بالادستی کا منشور لے کر برسر اقتدار آئی تھی سپریم کورٹ میں اپیل دائر کردی۔ جس پر راقم نے وزیراعظم پاکستان محمد نواز شریف کو پیغام بھجوایا کہ حکومت اس اپیل کو فوری طور پر واپس لے ورنہ انتہائی حساس مسئلہ پر مسلمانوں کے جذبات اس حکومت کے خلاف مشتعل ہو جائیں گے۔ خدا کا شکر ہے کہ وزیراعظم نے توجہ مبذول کرانے پر فوری طور پر نوٹس لیا اور برسر عام اعلان کیا کہ اس اپیل کا انہیں قطعی علم نہ تھا ورنہ ایسی سنگین غلطی کبھی سرزد نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر اس جرم کی سزا، سزائے موت سے بھی سنگین تر ہوتی تو ہم اسے بہر صورت نافذ کرتے، چنانچہ ان کے حکم سے توہین رسالت کی سزائے موت کے خلاف سپریم کورٹ نے یہ اپیل واپس لے لی گئی جو بوجہ دستبرداری خارج ہوگئی، جس کے بعد یہ قانون مکمل طور پر سارے ملک میں نافذ ہو گیا۔ اس طرح نہ صرف عاجز، مرحومہ آپا نثار فاطمہ اور مولانا سید محمد متین ہاشمی مرحوم کی بلکہ پوری امت مسلمہ کی دلی آرزو پوری ہوئی۔ اس فیصلہ کی بدولت حضور ﷺ کی ایک ایسی سنت تازہ ہوئی جس پر تمام مسلمانوں کے ایمان کا دارومدار ہے۔ جس کے لئے فیڈرل شریعت کورٹ کے فاضل جج چیف جسٹس جناب گل محمد خان مرحوم اور ان کے تمام رفقاء جج حضرات بھی پوری امت مسلمہ کی جانب سے مستحق مبارک ہیں۔

اسلامی قانون تعزیر میں کسی جرم کی جتنی سنگین سزا مقرر ہے، اسی قدر کڑی شرائط بھی اس کے ثبوت کے لئے درکار ہیں، چنانچہ حد کی سزا میں شہادت کا معیار عام شہادت کے معیار سے بہت زیادہ سخت اور غیر معمولی ہے۔ حدود کی سزا کے لئے ایسے گواہوں کی شہادت قابل قبول ہوتی ہے جو گناہ کبیرہ سے اجتناب کرتے ہوں۔

اس کے علاوہ شک کا فائدہ بھی اسلامی قانون کی رو سے ملزم کو پہنچتا ہے۔ اس کا ماخذ بھی وہ حدیث مبارک ہے جس میں حکم دیا گیا ہے "ادرؤا الحدود بالشبھات" حدود کی سزاؤں کو شبہات کی بناء پر ختم کرو۔ سال 1991ء سے اس قانون کے نافذ ہونے کے بعد سے آج تک کسی ایک شخص کو پاکستان کی اعلیٰ عدلیہ نے قانون توہین رسالت کے جرم میں سزائے موت نہیں دی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ قانون توہین رسالت ان تمام لوگوں کی زندگی کے تحفظ

کی ضمانت ہے جن کے خلاف فرد جرم ثابت نہ ہو، ورنہ سلطنت مغلیہ کے سقوط کے بعد 1860ء میں جب برطانوی حکومت نے ہندوستان میں قانون توہین رسالت منسوخ کیا تو اس کے بعد مسلمانوں سرفروشوں نے اس قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور گستاخان رسول کو قتل کر کے کیفر کردار تک پہنچاتے رہے۔ قانون توہین رسالت کے پاکستان میں نافذ ہو جانے کے بعد اب اس کی سزا کا معاملہ افراد کے ہاتھوں کی بجائے عدالتوں کے دائرہ اختیار میں آ گیا۔ جو تمام حقائق اور شہادتوں کا بغور جائزہ لے کر جرم ثابت ہونے کے بعد ہی کسی مجرم کو مستوجب سزا قرار دے گی۔

مسیحی برادری کو تو قانون توہین رسالت کا خوش دلی سے خیر مقدم کرنا چاہئے تھا کیونکہ اس قانون کی رو سے جناب عیسیٰ مسیح علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام جنہیں عیسائی اور مسلمان سب ہی اپنا پیغمبر برحق مانتے ہیں ان کی شان میں گستاخی اور اہانت قابل تعزیر جرم بن گیا ہے اور ان کی اہانت اور توہین کی وہی سزا مقرر ہے جو خاتم الانبیاء حضرت مصطفی ﷺ کی جناب میں گستاخی کی سزا ہے۔ مسلمان ان تمام پیغمبروں کا اسی طرح احترام کرتے ہیں جیسا کہ یہودی اور عیسائی اپنے پیغمبروں کا احترام کرتے ہیں اس لئے وہ ان کے بارے میں کسی قسم کی گستاخی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

(12 جنوری 2011ء، روزنامہ جنگ)

•••-----•••-----•••

مینڈکوں کا ٹرٹرانا

نوید مسعود ہاشمی

لبرل اور سیکولر ''پیادے'' کتنے احمق ہیں کہ جو کھیلنے کو چاند مانگتے ہیں۔ان کی چاہت ہے کہ وہ قانون توہین رسالت پر نجی چینلز کے سٹوڈیوز سمیت چوکوں اور چوراہوں پر اپنے تبصرے کریں مگر انہیں روکنے ٹوکنے والا کوئی نہ ہو...... وہ اپنے آپ کو کبھی ماڈریٹ اور کبھی روشن خیال کہلواتے ہیں...... اور یہ وہ بدبودار اصطلاحات ہیں کہ جو انہوں نے مغرب کے بردہ فروشوں سے مستعار لے رکھی ہیں...... نجی چینلز کے سٹوڈیوز میں بیٹھ کر جب وہ قانون توہین رسالت پر لپک، لپک کر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتے ہیں تو صاحب بصیرت ناظرین کو ان کے زہریلے لہجوں اور زہرناک جملوں سے گھن آتی ہے۔سیکولر پیادے یہ تو مانتے ہیں کہ پارلیمنٹ ہو، سینٹ ہو یا ایوان اقتدار کی غلام گردشیں ان کی بات کو وہاں تو سنا جاتا ہے لیکن نجانے پاکستان کے 17 کروڑ مسلمان ان کی باتوں کو متعفن اور بدبودار کیوں قرار دیتے ہیں......؟ پاکستان کے مسلمان علماء کرام کے فتوؤں کو حیثیت کیوں دیتے ہیں؟ غیر ملکی دولت کے بل بوتے پر وہ میڈیا کے ذریعے عوام کے ذہنوں پر اثرانداز ہونے کے لئے قانون توہین رسالت کے خلاف وہ رات دن پروپیگنڈا کرنے میں مصروف رہتے ہیں لیکن پاکستان کے مسلمان ہیں کہ ان سیکولر پیادوں کے پروپیگنڈے کو خاطر میں لانے کے لئے ہی تیار نہیں ہیں لبرل اور سیکولر پیادے چیخ و پکار کررہے ہیں، شوروغوغا اور واویلا مچا رہے ہیں۔دہائیاں دے رہے ہیں کہ اگر قانون توہین رسالت میں ترمیم یا اس کا خاتمہ نہ کیا گیا تو پاکستان پر

مذہب پرستوں کا قبضہ ہو جائے گا وہ کہتے ہیں کہ یہ جماعتیں خالصتاً مذہبی ہوں یا پھر مذہبی سیاسی یہ سب دقیانوسی ہیں اور ان کے کارکنان بھی مذہبی جنونی ہیں…… یہ سیکولر جنونی پہلے صرف دیوبندیوں کے خلاف دانت نکوسا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ایک خاص مکتبہ فکر کے لوگ ملک میں جہادی فلسفے کو پروان چڑھاتے ہیں لیکن گورنر سلمان تاثیر کے قتل کے بعد وہ بریلویوں کے خلاف بھی چڑھ دوڑے ہیں…… اب تو پیپلز پارٹی کی فوزیہ عبدالوہاب نے اسمبلی کے فلور پر کہہ دیا ہے کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی طرح آسیہ مسیح بھی قوم کی بیٹی ہے……اور تمام روشن خیال قوتوں کو یہ کہنے کیلئے اکٹھا ہونا پڑے گا کہ پاکستان روشن خیال ملک ہے……

ہفتے کے دن میں کراچی میں اپنے دوست محمد نسیم عباسی کے ہاں موجود تھا…… نسیم عباسی نے مجھے لجاجت بھرے لہجے میں مخاطب ہو کر کہا کہ آسیہ مسیح اور فوزیہ بی بی کا موازنہ تو ہو سکتا ہے کیونکہ آسیہ کی طرح فوزیہ بی بی بھی نام نہاد روشن خیال ہیں…… لیکن ڈاکٹر عافیہ صدیقی اور آسیہ مسیح موازنہ کس کھاتے میں؟ کیا فوزیہ عبدالوہاب نہیں جانتی کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی پاکستان کی وہ پاکباز بیٹی ہے کہ جس نے یہ ساری قید و بند کی صعوبتیں مذہب اسلام کی سچی پیروکار ہونے کی حیثیت سے برداشت کیں ہیں…… ڈاکٹر عافیہ صدیقی وہ عفت مآب خاتون ہے کہ جن کی رہائی کے لئے پاکستان کے 17 کروڑ عوام سڑکوں پر نکلے، ڈاکٹر عافیہ صدیقی وہ پاکباز بیٹی ہے کہ جس نے امریکہ کی عدالتوں میں امریکی وحشت و جنونیت کا پردہ چاک کر کے امریکی فرعونیت کا غرور خاک میں ملا دیا…… دیوالیہ پن کا جنازہ نکال کر رکھ دیا…… ڈاکٹر عافیہ نے امریکا کے صلیبی فوجیوں کے تمام تر ظالمانہ ہتھکنڈے سہہ کر بھی…… دجل اور فریب کا نشانہ بن کر بھی صلیب یا عیسائی مذہب کے خلاف ایک جملہ بھی نہ کہا، ہاں وہ اپنے اسلام پر تو فخر کرتی ہیں…… رسول رحمت ﷺ سے بے انتہا عشق و محبت کا اظہار ضرور کرتی رہی……

یہی وجہ ہے کہ پاکستانی قوم کی پاکباز بیٹی کو خواب میں آقا دو جہاں سید عالم ﷺ کی زیارت بھی نصیب ہوئی……اور وہ امریکی جیل میں رہ کر بھی اپنی قسمت پر نازاں اور فرحاں ہیں جبکہ آسیہ مسیح وہ ہے کہ جس نے شیخوپورہ کے گاؤں اٹاں والی میں کئی لوگوں کے سامنے جان دو عالم

ﷺ کی شان اقدس میں نا صرف یہ کہ گستاخانہ اور نازیبا جملے کہے...... بلکہ پھر ان جملوں پر ڈٹی بھی رہی...... اس کے خلاف عدالت میں مقدمہ درج ہوا پھر کئی ماہ تک عدالت میں اس کے خلاف کیس کی سماعت جاری رہی...... ایس پی کی سطح کے ایک آفیسر نے اس کے کیس کی غیر جانبدارانہ اور شفاف انکوائری میں یہ ثابت کیا کہ آسیہ مسیح حقیقتاً گستاخ رسول ہے...... پھر ایک معزز جج نے کئی ماہ کی سماعت کے دوران دونوں طرف کے وکلاء صاحبان کے بیانات سننے اور مکمل ثبوتوں اور گواہوں کے بعد توہین رسالت کا مجرمہ قرار دیتے ہوئے آئین وقانون کے مطابق اسے سزا سنا ڈالی...... کہاں ڈاکٹر عافیہ صدیقی جیسی عظیم عاشق رسول ﷺ اور کہاں آسیہ جیسی گستاخ رسول...... پیپلز پارٹی کی ترجمان فوزیہ عبدالوہاب خدا کا خوف کریں توہین رسالت کے جرم میں سزا پانے والی ایک گستاخ رسول کو عاشق رسول ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے ہم پلہ قرار دے کر کروڑوں مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کی جسارت کی ہے۔

گزشتہ ہفتے لاہور کے جی پی او چوک میں عاصمہ جہانگیر نے اقلیتوں کے جلوس سے خطاب کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ "مولوی باز نہ آئے تو پھر ان کی زبانوں کو گدی سے کھینچ لیا جائے"...... سوال یہ ہے کہ آخر مٹھی بھر گمراہ لوگوں کا یہ گروہ پاکستان کے عوام سے چاہتا کیا ہے؟ حالانکہ ہر ذی شعور انسان کے علم میں ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ونظریاتی ملک ہے جس کے آئین میں درج ہے کہ ملک میں کوئی قانون بھی قرآن وسنت کے منافی نہیں بن سکتا، 98 فیصد مسلمانوں کے ملک پاکستان کے عوام پر اپنی گمراہی مسلط کرنے کی کوشش کرنے والے سیکولر پیادے ہی دراصل پاکستان میں فتنہ وفساد پھیلانے کا سبب بنتے ہیں...... یہ بات یاد کرنے کے قابل ہے کہ این جی اوز اور لبرل اور سیکولر جنونی کہ جو قانون توہین رسالت کو ختم کروانے کے غیر ملکی ایجنڈے کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہیں اس کی وجہ نہ تو ان کی اقلیتوں سے محبت ہے اور نہ ان کا اقلیتوں کے مفادات سے کوئی تعلق...... بلکہ جنونیوں کا یہ گروہ صرف ڈالروں اور پاؤنڈز کے حصول کے لئے امریکہ اور اسرائیل کی چاکری کے فرائض سرانجام دینے میں مصروف ہے...... ان سیکولر جنونیوں سے کوئی پوچھے کہ

قانون توہین رسالت کی وجہ سے آج تک عیسائیوں ہندوؤں یا دیگر اقلیتوں میں سے کتنے افراد کو سزائے موت کے مراحل سے گزرنا پڑا؟...... یہ بات ریکارڈ کا حصہ ہے کہ گزشتہ 23 برس میں قانون توہین رسالت کے تحت ملکی عدالتوں میں 964 مقدمات پہنچے...... جن میں سے 479 مقدمات نام نہاد مسلمانوں کے خلاف درج ہوئے ...... 340 قادیانیوں کے خلاف، 119 عیسائیوں کے خلاف اور 14 ہندوؤں کے خلاف اور 12 مقدمات دیگر کے خلاف رجسٹرڈ ہوئے......لیکن ان 964 میں سے کسی ایک کو بھی پھانسی کے پھندے تک نہیں پہنچنا پڑا......این جی اوز مارکہ سیکولر پیادے پاکستان کے غیور مسلمانوں کی رسول ﷺ سے غیر مشروط اور لامحدود محبت دیکھ کر انہیں کبھی جہالت کے طعنے اور کبھی وحشی اور گنوار قرار دیتے ہیں......ان انگلش زدہ گمراہ جنونیوں کو کوئی بتائے کہ جیسے شیطان کو اس کے علم پر تکبر نے تباہ کیا تھا ویسے ہی انگلش زدہ مغربی معاشرے نے تمہاری آنکھوں پر پردہ اور دلوں پر جہالت اور گمراہی کی مہریں ثبت کر رکھی ہیں قانون توہین رسالت کا تعلق آقا و مولیٰ ﷺ کے تقدس سے ہے......اور آقا و مولیٰ ﷺ کی عظمت تو یہ ہے کہ ان پر خود خالق کائنات اور آسمان کے فرشتے درود و سلام کے تحفے بھیجتے ہیں جس پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجیں......اس کے تقدس والے قانون پر سیکولرازم کے جوہڑ کے مینڈکوں کو ٹرٹرانے کی اجازت کس نے دی ہے؟

(روزنامہ اوصاف 13 جنوری 2011ء)

•••------••------•••

ایسا قتل جرم نہیں

مولانا منصور احمد

"ایسا قتل جرم نہیں" یہ الفاظ تھے جو لاہور ہائی کورٹ کے ایک سخت مزاج اور قانون پسند جج نے اپنے فیصلے میں لکھ کر قتل عمد کے تین مبینہ ملزموں کو باعزت بری کرنے کا حکم صادر کیا تھا۔ مشہور تھا کہ قتل کے مجرم کے لئے اس کے دل میں رحم کا کوئی خانہ نہیں۔ کوئی مذہبی وابستگی بھی نہ تھی۔ نام سے بھی یوں لگتا تھا کہ والدین نے ترکی کے ملحد حکمران مصطفیٰ کمال سے متاثر ہو کر تجویز کیا ہوگا۔ پورا نام تھا "مصطفیٰ کمال بخاری" مزاج آشنا وکیل اس کی عدالت میں جاتے ہوئے گھبراتے تھے۔ اس لئے جب مذکورہ مقدمہ اس جج کے پاس آیا تو وکیل نے ملزموں کے لواحقین سے قبل از وقت ہی یہ کہہ کر "اس جج سے کوئی امید نہیں" مایوسی کا اظہار کر دیا اور نیا راستہ بھی دکھایا کہ آپ لوگ ہائی کورٹ رجسٹرار کے حضور ایک درخواست گزاریں کہ ہمیں اس جج سے انصاف کی امید نہیں۔ اس لئے ہمارا مقدمہ کسی اور جج کے پاس منتقل کیا جائے، مگر درخواست مسترد کر دی گئی اور وکیل ناامید اور ملزم مایوس۔

وکیل بھی کوئی ماڑا موٹا نہیں تھا۔ فوجداری مقدمات کے ماہر چوٹی کے تین وکیلوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ نام تھا "خالد رانجھا" 35 سال پہلے بھی اس کی فیس ہزاروں میں تھی، مگر اس نے یہ مقدمہ مفت لڑنے کا عہد کیا تھا۔ خیر اپنا زور تو لگانا ہی تھا، سو لگایا۔ صرف ایک ہی پیشی ہوئی اور فیصلہ محفوظ کر دیا گیا۔ محفوظ فیصلہ تین ماہ تک لٹکایا جا سکتا تھا، لیکن ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ نوٹس بورڈ پر فیصلے کی اجمالی نقل چسپاں تھی۔

"جھوٹے مدعی نبوت کے قتل میں تینوں ملزموں کو باعزت بری۔ اور ایسا قتل جرم نہیں"۔

ہمیں یہ "نوائے وقت" کے پہلے صفحے پر شائع شدہ دو کالمی خبر نے اطلاع بہم پہنچائی۔

مارچ کی نرم گرم دھوپ میں چادر تانے شاید میں یہی خواب دیکھ رہا تھا۔ سینٹرل جیل ملتان میں

اپنی مقررہ مشقت سے فراغت بھی ایک بڑی عیاشی تھی۔اس عیاشی میں نمبردار، کرم دار نے ہانپتی کانپتی مسرت آمیز اور پُر جوش آواز سے خلل ڈالا:''قاری صاحب......قاری صاحب! تسی بری ہوگئے او۔''نمبردار کرم دار موٹا، گلگلا سا ہنس مکھ آدمی تھی۔ کسی بات پہ ہنستا تو ہنستا ہی چلا جاتا۔ سو اس کی بات کو مذاق سمجھا اور مچلا بن کے لیٹا رہا۔اس نے آکر زبردستی چادر کھینچ دی اور اخبار میری آنکھوں کے سامنے لہرایا۔میں نے غیر یقینی انداز میں اخبار دیکھا۔واقعی یہی لکھا تھا۔

''مدعی نبوت کے مبینہ قاتل باعزت بری۔ایسا قتل جرم نہیں''۔

ہائی کورٹ کے جج مصطفیٰ کمال بخاری کے ریمارکس۔

جی ہاں! میں بھی ان تینوں مجرموں میں سے ایک تھا، جنہوں نے قانون ہاتھ میں لینے کی جسارت کی تھی۔ جون 1972ء میں پاکپتن میں ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر نے خود ہی نعوذ باللہ ''خاتم النبیین'' ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ پھر اس کے دعوے کی تفصیل بھی اخبارات میں منظر عام پہ آ گئی۔اب کیا کرنا چاہئے؟ اس وقت تو قادیانیوں کو کافر کہنا بھی جرم تھا۔مگر ہم تین دوستوں نے قانون ہاتھ میں لینے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر اس فیصلے پر عمل درآمد بھی کر بیٹھے۔مجسٹریٹ کے روبرو ریمانڈ کے لئے پیش کیا گیا تو لوگوں نے ہمیں پھولوں کے ہاروں سے لاد دیا اور ہم اسی حالت میں عدالت میں پیش ہوئے۔مقدمہ سیشن کورٹ میں پہنچا سیشن جج کے فیصلے کا خلاصہ یہی تھا:۔

''مقتول اپنے دعووں کے مطابق مرتد اور واجب القتل تھا۔ملزمان کی مقتول کی کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔انہوں نے محض مذہبی جذبے سے یہ قدم اٹھایا ہے مگر قانون کا نفاذ ریاست کی ذمہ داری ہے فرد کی نہیں۔اس لئے ملزمان کو عمر قید کی سزا دی جاتی ہے اور عدالت عالیہ سے سفارش کی جاتی ہے کہ ملزمان سزا میں تخفیف کے مستحق ہیں۔ملزمان کا جرم قانون کو ہاتھ میں لینا ہے۔''

مقدمہ ہائی کورٹ میں پہنچا تو جس بنیاد پر سیشن کورٹ نے سزا سنائی تھی اور ملزمان کے قتل کے اقدام کو جرم قرار دیا تھا۔جسٹس مصطفیٰ کمال بخاری نے واضح اور دوٹوک انداز میں لکھ دیا''ایسا قتل جرم نہیں''۔ جب ایسا قتل جرم نہیں تو ملک ممتاز حسین قادری کیسے مجرم ٹھہرے؟ وہ کیوں غازی نہیں؟ کیوں ہیرو نہیں؟............

اس سارے معاملے سے نمٹنے کے لئے دو طریقے

سیّد ارشاد احمد عارف (سینئر کالم نگار روزنامہ جنگ)

میاں نواز شریف کی منتخب جمہوری حکومت پر غیر آئینی شب خون مارنے کے بعد جنرل پرویز مشرف پہلے دورہ امریکہ پر واشنگٹن گئے تو انہوں نے پاکستان کے ایک سابق نگران وزیراعظم معین قریشی سے ملاقات کی اور انہیں پاکستان آ کر ایک ایسے حکومتی سیٹ اپ کی سربراہی قبول کرنے کی درخواست کی جو ڈیڑھ دو سال میں ملک کو معاشی گرداب اور سیاسی عدم استحکام سے نکال سکے۔ اس وقت شائع ہونے والی اخباری اطلاعات کے مطابق جن کی کبھی تردید نہ ہوئی ورنہ راشد قریشی اور سابق فوجی حکومت کے دیگر میڈیا منیجر کسی غلط خبر کی تردید میں ایک لمحے کی تاخیر نہیں کیا کرتے تھے۔ معین قریشی نے چند شرائط پیش کیں اور کہا کہ وہ ان شرائط پر پاکستان آنے اور ملکی اقتدار سنبھالنے کے لئے تیار ہیں۔

شرائط کیا تھیں حکمرانی کے جواز کی تلاش میں سرگرداں جنرل پرویز مشرف کے لئے فوج اور عوام کو مشتعل کرنے کی دعوت عام تھی اس لئے یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔

(۱) پاکستان کے نیوکلیئر پروگرام تک رسائی، ہر پہلو سے اس پر کنٹرول اور فوج کے ساتھ برابری کی سطح پر مکمل شراکت اقتدار۔

(۲) سی ٹی بی ٹی پر دستخط کی ٹھوس ضمانت

(۳) تحفظ ناموس رسالت کے قانون اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی متفقہ آئینی ترمیم کی تنسیخ۔

(۴) فوجی اخراجات میں موزوں اور مناسب کمی۔

(۵) دینی مدارس پر پابندی یا موزوں حد تک کنٹرول۔

پرویز مشرف بخوبی جانتے تھے کہ یہ شرائط کس کے ذہن رسا کی اختراع ہیں اور ان سے کس کا مفاد وابستہ ہے اس لئے انہوں نے پاکستان کے اجتماعی خمیر اور ضمیر سے نا آشنا، نام نہاد ماہر معیشت کی خدمات حاصل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور آسانی سے ساڑھے آٹھ سال تک حکمرانی کے مزے لوٹتے رہے۔

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کا بہیمانہ قتل پاکستان کی حکومت اور ریاست دونوں کے لئے چیلنج ہے اس نے فرسودہ ریاستی ڈھانچے کو ہلا کر رکھ دیا ہے اور ریاست کے زیادہ تر اعلیٰ عہدیدار خوفزدہ ہو کر اپنے مورچوں میں دبک گئے ہیں جبکہ کچھ سمجھدار حیلوں بہانوں سے مشتعل مذہبی جذبات کو ٹھنڈا کرنے میں مصروف ہیں۔ اس سارے معاملے میں نمٹنے کے لئے دو طریقے ہیں۔ ایک وہ ہے جو عوام کے جذبات اور احساسات سے نابلد چند کالم نگار، اینکر پرسن اور سیاسی نابالغ بتا رہے ہیں۔ یعنی ایک ممتاز قادری کے ساتھ ان تمام علماء کرام، مفتیان عظام، دینی جماعتوں، مذہبی تنظیموں، دانشوروں اور ناموس رسالت کے پروانوں کو بھی سلمان تاثیر کے قتل کا مرتکب قرار دے کر جیلوں میں بند کر دیں۔ موقع ملے تو ان پر ڈرون حملہ کروا دیں جو تحفظ ناموس رسالت قانون برقرار رکھنے کے حق میں ہیں۔ یہ قانون چونکہ جنرل کی دَین ہے اس لئے فی الفور ختم کیا جائے۔ ختم نہیں کر سکتے تو اس میں ایسی ترامیم کر دیں کہ 1973ء کے آئین کی طرح یہ قانون بھی محض نمائشی اور درشنی بن کر رہ جائے کمزور کے لئے طاقتور اور طاقتور کے لئے بھیگی بلی۔

سلمان تاثیر کے قتل کی سنگینی کو محسوس کئے بغیر بعض دولے شاہ کے چوہے بھی اپنے بلوں سے نکل کر مادر پدر آزاد حق فکر و اظہار کا مسئلہ لے کر کھڑا ہو گئے اور موقع کو غنیمت جان کر یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ اب یہ مسئلہ ہمیشہ کیلئے طے کر دیا جائے کہ انسان جو سوچے اور سمجھے اس کا بے دریغ اظہار کر سکتا ہے یا محض اس بنا پر خاموش رہے کہ اس سے دوسرے کے جذبات

مجروح ہوں گے چونکہ امریکہ بہادر اور اس کے اتحادی پاکستان کیا ہر مسلم ریاست میں ایسا مادر پدر آزاد ماحول برپا کرنے کے درپے ہیں جہاں نہ تو کسی کی عزت و آبرو محفوظ ہو نہ عقیدہ و نظریہ اور نہ محسن کائنات کی ناموس اس لئے ماضی میں کمیونزم اور اب امریکہ کے شیطانی سرمایہ دارانہ نظام اور عریاں ثقافت کے یہ مدح خواں اقلیتوں کے حقوق قانون کے غلط استعمال اور آزادی اظہار کی آڑ میں خوب اپنے دل کے پھپھولے پھوڑ رہے ہیں لیکن اس پیتے ہیں "قرض کی مے" اور سمجھتے ہیں کہ ہاں رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن۔

اس معاملے سے نمٹنے کا ایک معقول اور مناسب طریقہ یہ ہے کہ اس ملک کے 98 فیصد عوام کے جذبات واحساسات، نظریات وعقائد اور خواہشات کا احترام کیا جائے۔ طے شدہ امور کو بیرونی دباؤ پر چھیڑنے کے تباہ کن نتائج واثرات کا درست اندازہ لگایا جائے اور تحفظ ناموس رسالت قانون کے خلاف ایک مخصوص طبقے کے شور شرابے کے اصل مقاصد پر توجہ دی جائے۔ سوویت یونین کی شکست وریخت کے بعد جب امریکی دانشوروں اور حکمرانوں نے اسلام کو خطرہ قرار دیا اور مسلمانوں پر بنیاد پرستی، انتہا پسندی اور بالآخر دہشت گردی کی تہمت لگائی تو اس خطرے سے نمٹنے کا طریقہ بھی بتایا "روح محمد اُس کے بدن سے نکال دو" جب امریکہ اور یورپی ممالک نے بار بار تحفظ ناموس رسالت ﷺ، قادیانیوں کے خلاف متفقہ آئینی ترمیم کے خاتمے کی مہم چلائی تو اس وقت نہ طالبان وجود میں آئے تھے نہ نائن الیون برپا ہوا تھا۔ اور نہ کسی سیشن کورٹ نے آسیہ بی بی کو سزا سنائی تھی۔ لہٰذا تحفظ ناموس رسالت کے قانون اور قادیانیوں کے خلاف ترمیم کی مخالفت فتنہ ہے جس کا باب ہمیشہ کے لئے بند کیا جائے کہ یہ ملک میں فساد پھیلانے کی سازش اور عامۃ المسلمین کے جذبات سے کھیلنے کی احمقانہ روش ہے۔

اصل مسئلہ ملک میں قانون کی حکمرانی اور آزاد مضبوط عدلیہ کے علاوہ اس کے فیصلوں پر بلا جبر واکراہ عملدرآمد کا ہے تاکہ کوئی صدر وزیراعظم اور کوئی مالو مصلی اپنے آپ کو قانون سے ماوراء نہ سمجھے اور کسی کو قانون شکنی کی جرات نہ ہو۔ دوسروں کے جذبات کا احترام اور اپنے

خیالات کے اظہار میں احتیاط مہذب معاشرے اور افراد کا وصف ہے۔ جس کا شعور اس حقیر اقلیت کو ہونا چاہئے جس نے ان دنوں آسمان سر پر اٹھایا ہوا ہے۔ یہ سود و زیاں نہیں عقیدے اور عشق کا معاملہ ہے یہ نہ ہو کہ دانشورانہ کج بحثی، فلسفیانہ موشگافیوں اور قانونی پیچیدگیوں میں الجھی عقل خود ہی عشق بلا خیز کو آتش نمرود میں کود پڑنے کی ترغیب دیتی رہے۔

زیاں ہے عشق میں ہم خود بھی جانتے ہیں مگر
معاملہ ہی کیا ہو اگر زیاں کے لئے

•••-----•••-----•••

اسپین کے سفیر کے گلدستہ نے اصل حقیقت کو بے نقاب کر دیا

حافظ شفیق الرحمٰن (سینئر کالم نگار روزنامہ دن)

ایک دور تھا کہ معاشرے اور مملکت میں جہاں کہیں کوئی خرابی اور منفی روایت پنپتی دکھائی دیتی، دینی جماعتیں، قیادتیں اور ان کے کارکن اس کی سرکوبی اور بیخ کنی کیلئے سر بکف اور کفن بردوش ہو کر شاہراہوں پر سینہ سپر ہو جاتے۔ دینی جماعتوں کی حیثیت ایک موثر، جاندار، متحرک فعال اور نا قابل تسخیر پریشر گروپ کی تھی۔ عمومی طور پر یہ تصور کیا جاتا تھا کہ اس ملک میں اگر مقتدر اور حکمران طبقات نے آزاد خیالی کے نام پر بے غیرتی اور بے حیائی کی ثقافت کو عام کرنے کی کوئی معمولی سی کوشش بھی کی تو دینی جماعتوں کی جانب سے انہیں شدید قسم کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

دینی جماعتوں کا یہی وہ موثر اور بارسوخ کردار تھا، جس کے پیش نظر حساس ادارے ان کے سروں پر دست شفقت رکھنے پر آمادہ ہوئے۔ مغربی ممالک کے سفارتکاروں اور وائٹ ہاؤس کے پالیسی سازوں نے یہ محسوس کیا کہ جب تک دینی جماعتیں فعال اور متحرک کردار ادا کرتی رہیں گی ان کیلئے اس پاک سرزمین پر اپنے ناپاک کلچر اور غلط تہذیب کی تخم ریزی آسان نہیں ہوگی۔ سو ایک طے شدہ حکمت عملی اور سوچی سمجھی اس کیم کے تحت دینی جماعتوں کی پاپولر لیڈر شپ کو دانہ ڈنکا ڈالنے کا آغاز ہوا۔

بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا کے مصداق بیسویں صدی کے آٹھویں عشرے میں سوویت

روس نے افغانستان پر غاصبانہ قبضہ کرلیا۔افغانستان کو سوویت روس کے جارحانہ، وحشیانہ اور غاصبانہ تسلط سے آزادی دلانے کی مہم اور تحریک فطری طور پر ہمارے ہاں موجود تھی، تب پاکستانی فوجی حکمران اتنے ماڈریٹ اور لبرل نہیں ہوئے تھے۔دنیا کے کسی بھی خطہ میں اگر کسی مسلمان کے پاؤں میں کانٹا چبھتا تو اس کی تیز دھار کسک عام پاکستانی اپنے دل کے حساس ترین ریشوں میں محسوس کرتے۔

عام پاکستانی کو یہ بین الاقوامیت اور بین الاسلامیت ورثہ میں ملی تھی۔ 1919ء کی تحریک خلافت برصغیر کے مسلمانوں کی ایمانی عالمگیریت اخوت کی جہانگیری اور محبت کی فراوانی کا جیتا جاگتا نمونہ تھی۔

برطانوی سامراج بیسویں صدی کے دوسرے عشرے ہی سے اس پلان پر کام کر رہا تھا کہ جس طرح بھی بن پڑے، برصغیر کے مسلم عوام کی عالم اسلام کے ساتھ اٹوٹ یگانگت اور بے مثل یکجہتی کے قیمتی جذبات اور گرانقدر محسوسات کو سبوتاژ کر دیا جائے۔

سقوطِ خلافت کے لئے اتاترک کی قیادت اور شکل میں یہودیوں نے اپنا ایک مہرہ ترک سیاست کی بساط پر آگے بڑھایا۔آخری عثمانی خلیفہ کی معزولی اور برطرفی کا پروانہ صہیونیت کے اس آلہ کار نے ایک یہودی سرمایہ کار کے ہاتھوں میں تھما کر اس تک پہنچایا۔

ادھر یہ ہو رہا تھا ادھر برصغیر میں راس کماری سے لیکر سرینگر تک جہاں جہاں بھی امت محمدیہ کا کوئی ایک فرد موجود تھا، اس کے ہاں صفِ ماتم بچھی تھی۔ برصغیر میں قادیان کا راسپوٹین مرزا بشیر الدین محمود پہلا شخص تھا جس نے یہ کہا کہ ہم خلافت کی قباء کے چاک اور پارہ پارہ کرنے کے اقدام کو ستائش اور تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔سقوط خلافت عثمانیہ پر قادیان میں چراغاں کیا گیا۔سقوط یروشلم پر پاکستان کے شہر ربوہ کے قادیانیوں نے بھی جشن مسرت منایا تھا۔مسلمانوں کے ہاتھوں سے صدر جمال عبدالناصر کی فری میسن لالبی کی تربیت کی وجہ سے قبلہ اول چھن گیا اور پاکستان میں موجود مسیلمہ پنجاب کے پیروکار چنیوٹ کے قریب بند شہر ربوہ میں مٹھائیاں بانٹتے نظر آئے۔

جب تحریک خلافت عروج پر تھی تو اسی دور میں برطانوی سامراج کے چاکر بھیس بدل کر مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے اسلامیان برصغیر کی اسلامی اخوت کے عالمگیر قلعہ کی فصیلوں کے نیچے منفی سوچ کی بارودی سرنگیں بچھانے کا عمل شروع کیا۔ اس منفی سوچ کا پہلا مظہر اس قسم کے جملے ہوا کرتے تھے کہ برصغیر کے مسلمانوں نے ساری دنیا کے مسلمانوں کے حق میں آواز اٹھانے کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔ استعمار کے یہ پٹھو تب بھی بیانگ دہل یہ کہا کرتے تھے کہ ہم ہندوستانی ہیں، ترکی، مصر، لیبیا، انڈونیشیا، افغانستان، یا وسط ایشیائی مسلم ریاستوں کے مسلمان شہریوں پر اگر کوئی قیامت ٹوٹتی اور افتاد نازل ہوتی ہے تو اس پر ہمیں چیخنے، چلانے، کرلانے، تڑپنے، پھڑکنے اور تلملانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بھلا، ہم کوئی خدائی فوجدار ہیں؟ سامراجی گماشتوں اور استعماری پٹھوؤں کی یہ دقیانوسی سوچ 20ویں صدی کے 9 عشروں تک روبلوں، پاؤنڈوں اور ڈالروں کے شجر پُر بہار کے زیر سایہ پرورش اور نمو پاتی رہی۔ اب بھی یہ الٹرا ماڈرن بے لباس سوچ اسی درخت کی کومل ڈالیوں کی ریشمی چھاؤں میں سولہ سنگار کر رہی ہے۔

یہ طے ہے کہ اپنی تمام تر داخلی اور باطنی کمزوریوں کے باوجود دینی مذہبی قوتیں رضا کارانہ طور پر احتسابی ادارے کا کام کر رہی تھیں۔ ان کے اس کردار کی وجہ سے عوام اپنے طور پر مطمئن تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قرآنی ایجنڈے کو وہ حرز جاں بنائے ہوئے تھیں۔ جب بھی کسی حکومت نے کوئی غیر اسلامی، غیر اخلاقی، غیر آئینی اور غیر شریفانہ عوام دشمن اقدام کرنے کی کوشش کی، یہ قوتیں ان کے مقابل سیسہ پلائی دیوار کی طرح ڈٹ گئیں۔ بڑی بڑی منتخب جمہوری اور ظالم سے ظالم فوجی حکومت بھی ان کے اس احتسابی رول سے ہمیشہ خائف اور لرزاں رہی۔ آج بھی وہ اس رول سے سراسیمہ اور خوفزدہ ہے۔

کل تک جو جو کام کوئی بھی نہ کر سکا تھا، اسے لشکر عساکر میں موجود پرویز مشرف اینڈ کمپنی کے اتاترکوں نے کر دکھایا۔ دینی جماعتوں اور جہادی قوتوں کو وہ بزعم خویش مکمل طور پر کارنر اور مارجینلائز کرنے کیلئے ہر فسطائی ہتھکنڈے استعمال کر رہے تھے۔ ایسے میں ان

طاقتوں اور قوتوں نے یا تو راہِ تسلیم اختیار کر لی یا واقعتاً بیدم ہو کر انہوں نے تیغ عمل کو نیام بے عملی میں لپیٹ کر طاق فراموشی کی زینت بنا دیا۔

بسا اوقات یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ موجودہ دور کے حکمرانوں اور عالمی طاقتوں کے مابین کوئی خفیہ ڈیل ہو چکی ہے۔ کچھ بھی ہو، جو کچھ بھی ہو رہا ہے اسے کسی طور ملک وملت کیلئے مناسب اور موزوں نہیں گردانا جاسکتا۔

ان سطور کی ابتداء میں آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ دینی جماعتوں اور علماء کے کردار کو غیر موثر بنانے کیلئے امریکی و مغربی سفارتکاروں نے بھی خاصی سرمایہ کاری کی۔ 60اور 70ء کے عشرے کے سیاسی کارکن بخوبی جانتے ہیں کہ ان دنوں امریکا مخالف اور مغرب دشمن ہر عوامی تحریک کے سرخیل دینی اور سیاسی جماعتوں کے قائدین ہی ہوا کرتے تھے۔ یہ ایک ناقابل تردید سچائی ہے کہ جہاد افغانستان کے خاتمہ کے بعد ہمارے ممتاز علماء استعمار دشمنی کے سنہرے تعارف سے مکمل طور پر نہ سہی جزوی طور پر ضرور دست کش اور دستبردار ہوتے دکھائی دیئے۔

یہ پسپائی بڑی معنی خیز ہے

پردوں کے پیچھے جنم لینے والے چھپے رازوں سے آگاہ حلقے جانتے ہیں کہ اس دوران اکثر بڑی دینی جماعتوں کے رہنماؤں اور بڑے دینی مدارس کے منتظمین کو ایک تواتر و تسلسل کے ساتھ امریکی سفارتکاروں نے خصوصی تقاریب میں شریک ہونے کے مواقع فراہم کیے۔ ان ملاقاتوں کا نتیجہ یوں سامنے آیا کہ بڑے بڑے نامور علماء کے صاحبزادے، بھانجے، بھتیجے، داماد اور سسرالی عزیز واقارب آئے روز امریکا یا یورپ یاترا پر روانہ ہوتے دکھائی دیئے۔ ان یاتراؤں کو تبلیغی دوروں کا نام دیا گیا۔ ان میں الا ماشاء اللہ کسی بڑی دینی جماعت و شخصیت کا استثنیٰ کرتے ہوئے تجزیہ نگار کو خاصی دیدہ ریزی اور عرق ریزی کرنا پڑے گی۔ اکثر بڑی مساجد کے خطباء، مدارس کے منتظمین کے بھائی بند، آل اولاد اور عزیز واقارب ملٹی پل ویزوں پر امریکا کی مختلف ریاستوں اور یورپ کے مختلف ممالک میں براجمان ہیں۔ وہ نامور مولوی اور ذاکر جو سر منبر اور بر سر مجلس امریکا کے خلاف چیخا اور چلایا کرتے تھے، امریکی

سفارتکاروں نے انہیں ڈالروں کا بپتسمہ دیکر خاموش کرادیا۔اس کے باوجود برسے ہوئے بادلوں میں ابھی بھی بجلیاں پوشیدہ ہیں۔اس ویرانے میں ابھی بھی کئی آہو موجود ہیں جنہیں کوئی عیار صیاد اپنے ترکش کے تیر سیم وزر کا نشانہ نہیں بنا سکتا۔

یہ بات 5 جنوری 2011ء کو اس وقت کھل کر سامنے آگئی جب پنجاب بھر کے تمام علماء میں سے کسی ایک نے بھی پنجاب کے مقتول گورنر کی نمازہ جنازہ پڑھانے سے انکار کردیا وہ بھلا کسی ایسے شخص کی نمازِ جنازہ کیوں کر پڑھاتے جو برسرعام قانون امتناع قانون توہین رسالت کو بلیک لاء قرار دے رہا تھا۔اس نے یہ جملہ ایک بار نہیں کئی بار کہا۔اب کہانیاں گھڑی جارہی ہیں کہ وہ عشق رسول میں فنا تھا۔دلیل یہ لائی جارہی ہے کہ اس کے باپ ایم ڈی تاثیر نے غازی علم الدین شہید کی میت کی تکفین کے لئے کفن اور چارپائی مہیا کی تھی۔

غازی علم الدین شہید کے سوانح بہت سے لوگوں نے لکھے ہیں۔آسیہ بی بی سے ملنے سے پہلے اس بات کا پروپیگنڈہ مقتول سلمان تاثیر نے خود کرنا شروع کردیا تھا تاکہ عوامی غیظ و غضب کو ٹھنڈا کیا جاسکے۔باقی رہی بات یہ کہ قانون امتناع توہین رسالت کو کالا قانون قرار دینا اور توہین رسالت کا ارتکاب کرنا تو الگ باتیں ہیں تو اس قسم کے دلائل عقل کے اندھے بالشتیے دانشور پیش کررہے ہیں۔وہ 1930ء سے لے کر آج تک غازی علم الدین شہید پر لکھی گئی کسی ایک کتاب میں سے یہ بات ڈھونڈ کر دکھادیں وہ مسلمان جو غازی علم الدین شہید کیلئے اپنی جان کی بازی لگانے کے لئے تیار تھے،کیا وہ اس کی میت کو میانی صاحب کے قبرستان تک پہنچانے کیلئے چارپائی بھی فراہم نہ کرسکتے تھے۔بہرحال سلمان تاثیر اس دنیا سے اب جاچکے ہیں اور جو کچھ وہ باصرار کہتے رہے،اس کی وجہ سے ان کا قاتل باشعور اور عشق رسول ﷺ کی دولت سے مالامال پاکستانیوں کا لائق رشک ہیرو بن چکا ہے۔سلمان تاثیر کی جائے قتل پر دنیا بھر میں توہین رسالت کے جرم کو فروغ دینے والے ملک اسپین کے سفیر کا سب سے پہلے پہنچ کر گلدستہ رکھنا اس امر پر دال ہے کہ دال میں کچھ کالا ضرور تھا۔

(9 جنوری 2011ء روزنامہ دن لاہور)

آئین، جنابِ والا آئین

رحم کرو، خدا کے لئے اس ملک پہ رحم کرو

ہارون الرشید (سینئر کالم نگار روزنامہ جنگ)

سلمان تاثیر کیس میں ایک سے بڑھ کر ایک فلسفہ ہے لیکن کسی کو انصاف کی فکر بھی ہے؟ عدل ہی معاشروں کو جماجڑا رکھتا ہے۔ آئین کے تحت، قانون کے تحت۔ جاوید غامدی یوں تو ادھورے آدمی ہیں۔ اسلام کی روح سے زیادہ الفاظ کے لیکن ایک بات ان کی سو فیصد درست ہے۔ آئین کو اگر مقدس نہ مانا جائے تو ملک کو قرار حاصل نہ ہوگا۔ آسیہ بی بی کیس میں عدالت نے فیصلہ کیا تھا۔ گوارا یا ناگوار، اسے قبول کیا جاتا یا اعلیٰ تر عدالت سے رجوع۔ شک کا فائدہ دے کر اعلیٰ عدالتیں ملزموں کو ہمیشہ بری کرتی آئی ہیں۔ اسی کے مقدمہ میں، گورنر کو پریس کانفرنس نہ کرنی چاہئے تھی۔ یہ نہ کہنا چاہئے تھا کہ صدر صاحب آسیہ بی بی کو معاف کر دیں گے۔ عدالت رہا کرتی۔۔۔۔ اور یہ تو ہولناک تھا کہ قانونِ ناموس رسالت کو کالا قانون کہا۔ اب سبھی مانتے ہیں کہ قانون درست ہے اور معاملہ بے حد نازک۔ وزیر داخلہ نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر ان کے سامنے کوئی توہین رسالت کرے تو وہ اسے گولی مار دیں گے (قانون ہاتھ میں لینے کا جواز کیا ہوگا؟)

بابر اعوان کہہ چکے کہ ان کے جیتے جی کوئی اس قانون میں ترمیم نہیں کر سکتا۔ پیپلز پارٹی اور اس کے ترقی پسند دانشوروں کی طرف سے پیش کئے جانے والے موقف کا کھوکھلا پن اور تضاد آشکار ہے۔ سانحہ کے بعد حکمران جماعت کے دو ہدف ہیں۔ ایک مذہبی پارٹیاں اور

دوسرا شریف خاندان۔ انصاف نہیں، قاتل کو سزا نہیں، حریفوں سے وہ بدلہ چاہتے ہیں۔ بابر اعوان، راجہ ریاض اینڈ کمپنی نے کسی دلیل کے بغیر شریف برادران کو مجرم قرار دے دیا۔ یہ تکرار البتہ جاری رہے گی کہ مفاہمت ان کی سیاسی پالیسی ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔

اسلام آباد انتظامیہ کے اعلیٰ افسر میت لے کر لاہور گئے تو گورنر سلمان تاثیر کے خاندان نے مقدمہ درج کرانے سے انکار کر دیا۔ عاصمہ جہانگیر کو بلایا گیا تو انہوں نے مذہبی جماعتوں کے خلاف مقدمہ داغنے کا مشورہ دیا۔ وہی برصغیر کا مقدمہ بازی کا مزاج کہ حادثہ ہو جائے تو ہر اس شخص کو پھنسا دیا جائے، جس سے ذاتی یا "نظریاتی" عداوت ہے۔ مرحوم گورنر کی پریس کانفرنس اور شیریں رحمٰن کے مسودہ قانون جمع کراتے ہی آشکار تھا کہ طوفان اٹھے گا۔ بزرجمہر جو نہیں جانتے کہ معاشرے اتفاق رائے میں پھلتے پھولتے ہیں۔ قومی اور مذہبی جذبات کو ٹھیس نہ لگانی چاہیے۔ ضد ایسی شدید کہ طوفان دیکھ کر بھی نہیں ٹلتے۔ معاشرہ منقسم ہے، معیشت برباد، سیاست بے حد الجھی ہوئی، ملک کا مستقبل داؤ پر لیکن جذبات کا کھیل جاری ہے۔ ہر شخص اپنے تعصبات کے پھریرے لہراتا ہوا۔ داناؤں کی دانا عاصمہ جہانگیر کل بھی فرما رہی تھیں کہ ایک میڈیا گروپ ان کے خلاف ہے۔ اختلاف رائے کے تین چار پیرا گراف اور اسی اخبار میں کم از کم چالیس پچاس پیراگراف ان کی مدح میں لیکن اخبار ہی نہیں، میڈیا گروپ ان کا مخالف ہے۔ پھر پوری قوم پہ احسان: اب بھی میں آزادیٔ اظہار کی قائل ہوں۔ مغرب کے نقطۂ نظر سے وہ اس ملک کو دیکھتے ہیں مثلاً افغان مسئلے کو کبھی روس اور کبھی امریکی مفادات کی نظر سے اور اس پر علم وادراک کا گھمنڈ۔

بجا کہتے ہو، سچ کہتے ہو، پھر کہیو کہ ہاں کیوں ہو تمام قومی ادارے ہمیشہ قوم کے مجموعی مزاج کو ملحوظ رکھ کر تعمیر ہوتے ہیں۔ جس طرح 1973ء کا آئین بھٹو نے بنایا تھا۔ تمام قوانین اسلام کے مطابق، اسلام کی اساس دو چیزیں ہیں۔ قرآن اور سنت۔ رحمۃ اللعالمین کی توہین اسلام کی عمارت کے دو ستونوں میں سے ایک کو گرا دینے کے مترادف ہے۔ جذبات کا نہیں، یہ عقیدے کا معاملہ ہے، ایمان کا۔ پانچ کے پانچ، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور جعفریہ مکاتب فکر

سو فیصد اس پر متفق ہیں۔ اقبال سے بڑھ کر کسی مفکر پر اتفاق رائے نہ ہوا۔ وہ بھی۔ بات سمجھ میں نہیں آتی تو ناموس رسالت ﷺ کے قانون پر ریفرنڈم کرا لیجئے۔ کسی ایک شہر میں کوئی ادارہ سروے کر لے۔ 90 فیصد لوگ اس قانون کے حامی ہیں۔ جو دانشور معترض ہیں، ان میں لاہور والوں کو میں جانتا ہوں۔ اقبال اور قائداعظم ہی نہیں، اسلام کا بھی وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ نام اور تفصیل نہ لکھوں گا کہ فتنہ بدترین گناہ اور عظیم ترین جرم ہے۔ سوال بالکل سادہ ہے: آپ لوگ اپنی رائے ہم پر مسلط کیسے کر سکتے ہیں؟ دانا اتنے ہیں کہ زندگی کے اولین سوال پر غور کرنے کی کبھی فرصت نہ پا سکے: اس حیات اور کائنات کو کس نے پیدا کیا۔ شرعی قوانین سے بحث کرتے ہیں حالانکہ قرآن کریم، حدیث اور اسلام کی علمی روایت کو چھوا تک نہیں۔ درختوں کی جڑیں زمین اور اداروں کی قومی مزاج، تمدن، تاریخ اور روایات میں ہوتی ہیں۔ مغربی تحریکوں کے زیر اثر یہ مفکرین ہوا میں جھولتے ہیں اور قوم سے ان کا مطالبہ یہ ہے کہ وہ بھی خلا میں معلق رہے۔ عام لوگوں کا اندازِ فکر عملی ہوتا ہے۔ وہ احساسِ کمتری سے اگنے والے فلسفوں کے جنگلوں میں نہیں جیا کرتے۔

اب دوسری طرف آیئے۔ مولانا فضل الرحمٰن کو سرکار سے جو کچھ سمیٹنا تھا، سمیٹ کر باہر نکلے اور تحریک ناموس رسالت کا اعلان ہو گیا۔ ٹی وی پر اور اس کالم میں بار بار عرض کیا: جذبات کی آگ مت بھڑکایئے، جلسہ جلوس کی ضرورت کیا ہے؟ ناموسِ رسالت کے قانون کو کون چھیڑ سکتا ہے۔ بحث مطلوب ہے تو اٹھارویں ترمیم کی طرح پارلیمنٹ ہاؤس کے کسی بند کمرے میں کر لیجئے۔ مشاورت کا دائرہ بتدریج بڑھا کر اتفاق رائے۔ بعض مقدمات عدالتیں بند کمروں میں سنا کرتی ہیں۔ یہ ویسا ہی معاملہ ہے۔ مسئلہ ہے قانون کے غلط استعمال کا۔ روکا جا سکتا ہے۔ بدنیتی سے الزام لگانے والے کے لئے سزا کا تعین، ایک نئے قانون سے۔ یوں محترمہ عاصمہ جہانگیر سے پوچھیے: کیا قتل کے قانون کی وجہ سے ہر سال ہزاروں بے گناہوں کی زندگیاں برباد نہیں ہوتیں؟ کیا اسے ختم کر دیا جائے؟ کون سا قانون، کون سا دفتر، کون سا ادارہ اور منصب ہے جو منفی مقاصد کے لئے برتا نہیں جاتا۔ خود ریاست بھی۔ کیا سب کی بساط

لپیٹ دی جائے؟ لیڈروں اور دانشوروں پہ خدا رحم کرے۔ سب کے سب معاشرے کو ادھیڑنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ترقی پسندوں کو اپنی دانائی اور علماء کرام کو اپنے ایمان اور تقویٰ پر فخر بہت ہے۔ غور لیکن وہ ہرگز نہ فرمائیں گے۔ اللہ کی کتاب سچ کہتی ہے: انسان بڑا ہی ظالم اور جاہل ہے۔ اپنے آپ پر زعم، اپنے فرض کی اہمیت سے بے خبر، سوچا علماء کرام سے پوچھوں: اللہ کے نام پر بننے والے ملک کی آپ نے کیا خدمت کی؟ یاد آیا کہ ان میں جو زیادہ سیاست میں موثر ہیں، وہ تو پاکستان بنانے کے مخالف تھے، ریاست کو وہ مانتے نہیں، دہشت گردوں، حتیٰ کہ خودکش حملہ آوروں کی مذمت سے گریز۔ ترقی پسند فرماتے ہیں: سیکولرازم اختیار کیا جائے۔ کوئی انہیں تاریخ پڑھائے کہ مغرب میں ظالم چرچ حکمران تھا، جس کے خلاف بغاوت ہوئی۔ جیسا کہ قائداعظم بار بار کہتے تھے: اسلام میں پاپائیت کا وجود ہی نہیں۔ مسلم عوام علماء کو کارِ سیاست سے الگ دیکھنا چاہتے ہیں۔ دو آدمیوں پر اتفاق رائے ہوا۔ اقبال اور قائداعظم۔ بھٹو 35 فیصد ووٹ لے کر جیتے، وہ بھی بھارت اور امریکی استعمار کے خلاف نعرہ زن ہو کر۔ غریب آدمی کے جذبات جگا کر۔ اعلان کیا کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ سوشلزم ترک کر کے مساوات محمدی کی اصطلاح وضع کی۔ قادیانیوں کو اقلیت کیا۔ حج کا کوٹہ ختم کر دیا۔ قوم کو مطمئن رکھنے کے لئے عالم اسلام سے قریبی روابط استوار کیے۔ دہلی کی دائم مخالفت کرتے رہے۔ ان کے وارث دوسرا ہی راگ گاتے ہیں۔ پہلے ماسکو اور اب واشنگٹن کا گیت۔ اسلام آباد کے وکیلوں نے کمال کر دیا کہ قاتل پر پھول برسائے۔ وہ کیا چاہتے ہیں؟ انارکی؟ قانون کا خاتمہ؟ وزیر داخلہ کا بھی جواب نہیں کہ صبح سویرے ریمانڈ کی بجائے معاملے کو ملتوی کرتے رہے۔ کئی ایک بزرجمہر پولیس کو گالی دیتے رہے۔ اطلاعاً عرض ہے کہ مرحوم گورنر نے بغیر اطلاع کے اسلام آباد کا پروگرام رکھا تھا۔ اسلام آباد پولیس کا قوم کو شکر گزار ہونا چاہئے۔ اوسطاً ہر ہفتے دو خودکش حملہ آور دارالحکومت میں داخل ہوتے ہیں۔ ڈیڑھ سو گرفتار ہوئے۔ تحسین کی بجائے مذمت؟ پولیس کو حکومت اور بارسوخ لوگوں نے برباد کیا۔ قوانین کے تحت آزادی سے کام کرنے دیا جائے تو آدھے جرائم فوراً ختم ہو جائیں۔ مگر یہاں بھرتی

میں سفارش، مناصب میں سفارش اور ایک ایک کیس میں سفارش۔اس کے بعد شکوہ کیا؟

رہنما اور دانشور پہلے ہی قوم کو تقسیم کر چکے، مزید تقسیم نہ کریں۔اسے اعتدال پر رہنے دیں جو اس کا مزاج ہے اور جس پر بقا کا انحصار۔آئین اور قانون کی اہمیت اجاگر کریں۔طعنہ زنی کی بجائے دلیل دیں۔پہلے ہی چوہدری، نواز شریف اور صدر آصف علی زرداری، جناب الطاف حسین اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن اس کے مقدر میں ہیں۔معیشت برباد، لوٹ مار بے حد، چنانچہ استعمار پر انحصار۔اور اب اور کیا؟ رحم کرو خدا کے لئے اس ملک پہ رحم کرو۔

(8 جنوری 2011ء، روزنامہ جنگ لاہور)

•••------••------•••

قانونِ امتناعِ توہینِ رسالت پس منظر

حافظ شفیق الرحمٰن (سینئر کالم نگار روزنامہ دن)

دفعہ 295/C کو تعزیرات پاکستان میں شامل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟
آیئے اس امر کا اجمالی جائزہ پاکستان کے نامور قانون دان اور آئینی امور کے ماہر محمد اسماعیل قریشی کی کتاب ''ناموس رسول ﷺ اور قانونِ توہین رسالت'' میں عرضِ مصنف کے عنوان کے تحت مندرج حقائق کی روشنی میں لیں۔ تاریخ بتاتی ہے ''برصغیر پاک و ہند میں برطانوی دورِ استعمار سے قبل حتیٰ کہ مغل شہنشاہ اکبر کے سیکولر دور میں بھی شاتمِ رسول کو سزائے موت دی گئی لیکن جب اس ملک پر سازشوں کے ذریعے انگریزوں کا غاصبانہ قبضہ ہوا تو انہوں نے توہینِ رسالت کے اس قانون کو یکسر موقوف کر دیا۔ پھر انگریز حکومت ہی کی شہ پر جب ہندوؤں، آریہ سماجیوں اور مہا سبھائیوں نے مسلمانوں کی دلآزاری کرتے ہوئے پیغمبر اسلام کی ذات گرامی پر حملے کرنے شروع کر دیئے تو مسلمانوں نے شاتم رسول کو قتل کر کے اقرار جرم کرتے ہوئے دار و رسن کی روایت کو از سر نو زندہ کیا۔ مسلمانوں کے احتجاج اور مولانا محمد علی جوہر کی تحریک پر اس وقت کی قانون ساز اسمبلی نے 1927ء میں ایک معمولی سی دفعہ 295/A کا تعزیرات ہند میں اضافہ کیا، جس کی رو سے توہین مذہب کے جرم کی سزا دو سال تک قید یا جرمانہ مقرر ہوئی لیکن اس سے مسلمانوں کی اشک شوئی نہ ہو سکی۔

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد یہ توقع تھی کہ یہاں توہین رسالت کے جرم کی شرعی سزا، سزائے موت کا قانون پھر سے بحال ہو جائے گا لیکن کسی بھی مقننہ یا حکومت

کو اس بارے میں پیشرفت کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ اسی اثناء میں اسلام دشمن قوتوں نے پاکستان کی اسلامی ریاست کو ختم کرنے کیلئے سازشوں کا جال سارے ملک میں بچھا دیا۔ زر خرید ایجنٹوں کے ذریعے یہاں کے نوجوانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کیلئے لادینی لٹریچر بھی پھیلانا شروع کر دیا گیا۔ اس سلسلہ میں ایک کمیونسٹ مشتاق راج کا ذکر ضروری ہے جس کی اشتعال انگیزی قانون توہین رالت اور اس کتاب کی تصنیف کا باعث بنی۔ مشتاق راج نے 1983ء میں Heavenly communism (آفاقی اشتمالیت) نامی ایک کتاب لکھی جو ملک کے تعلیم یافتہ طبقوں میں مفت تقسیم کی گئی۔ اس کتاب میں نہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ تمسخر کیا گیا بلکہ مذاہب اور ادیان کا بھی مذاق اڑایا گیا تھا۔ انبیائے کرام علیہم السلام پر نہایت گھٹیا اور سوقیانہ حملے کئے گئے اور انتہا یہ کہ حضور ختمی مرتبت ﷺ کی شان میں بھی گستاخی کی جسارت کی گئی۔ میں نے ورلڈ ایسوی ایشن آف مسلم جیورسٹس (پاکستان زون) کا اجلاس طلب کیا جس میں پاکستان کے نامور علمائے دین کے علاوہ بیرون ملک سے عالم اسلام کے دو ممتاز اسکالرز ڈاکٹر ربیع المدخلی اور پروفیسر سید صالح نے بھی شرکت کی۔ سب علماء کرام کا متفقہ فتویٰ تھا کہ شاتم رسول واجب القتل ہے۔ لہٰذا حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس ناپاک کتاب کو فوری طور پر ضبط کر لے اور بغیر کسی تاخیر کے امتناعِ توہین رسالت کا قانون بنا کر اسے نافذ العمل کر دیا جائے تاکہ آئندہ کسی بدبخت کو اہانت رسول کی جرأت نہ ہو سکے۔

لاہور ہائیکورٹ بار ایسوی ایشن اور بار کونسل نے بھی راقم کی تحریک پر مشتاق راج کو بار کی رکنیت سے خارج کر دیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ اسے گرفتار کر کے عبرتناک سزا دی جائے اور ناپاک کتاب کی ساری کاپیاں فوری ضبط کر لی جائیں۔ اہل لاہور کو جب اس کتاب کی اشاعت کا علم ہوا تو ان کے جذبات مشتعل ہو گئے اور حکومت نے امن و امان کی صورتحال اور بار ایسوی ایشن کی قرار داد کے پیش نظر اسے زیر دفعہ 295/A گرفتار کر لیا۔ تعزیرات پاکستان میں اس وقت تک توہین رسالت جیسے سنگین اور دلآزار جرم کی کوئی سزا مقرر

نہیں تھی۔ ملکِ عزیز کے تمام مکاتب فکر کے علماء، وکلاء، بارایسوسی ایشنز اور دینی تنظیموں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس سلسلے میں فوری طور پر قانون سازی کی جائے۔ پاکستان کی قومی اخبارات نے بھی اس کی تائید کی اور اس کی حمایت میں اداریے لکھے۔ بالآخر اسلامی نظریاتی کونسل نے اسلامیانِ پاکستان کے اس مطالبے کا نوٹس لیا اور شیخ غیاث محمد (سابق اٹارنی جنرل آف پاکستان) کی تحریک پر حکومت نے سفارش کی کہ توہین رسالت کی سزا، سزائے موت مقرر کی جائے۔ میں نے فیڈرل شریعت کورٹ میں اس وقت کے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اور تمام صوبوں کے گورنروں کے خلاف اسلامی جمہوری پاکستان کے آئین کی فعہ 203 کے تحت 1984ء میں اپنے ساتھ تمام مکاتب فکر کے علماء سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے سابق جج صاحبان، سابق وزرائے قانون، سابق اٹارنی جنرل، سابق ایڈووکیٹ جنرل، لاہور ہائیکورٹ بار اور دیگر بارکونسلوں کے صدر صاحبان سمیت 115 شہریوں کو شامل کر کے شریعت پیٹشن نمبر 1/ اپل 1984ء دائر کی۔ مقدمہ کی سماعت کا آغاز راقم الحروف کی بحث سے شروع ہوا۔ عدالت نے عوام کے نام نوٹس جاری کر دیئے تھے۔ کمرۂ عدالت اور اس کے باہر ہر روز عوام کا ہجوم اس مقدمہ کی کاروائی کی سماعت کیلئے موجود ہوتا۔ اس مقدمہ کی سماعت کے دوران عجیب وغریب واقعات پیش آئے۔ جن میں دو بڑے دلچسپ اور قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی ڈپٹی اٹارنی جنرل نے جو حکومتِ پاکستان کی جانب سے پیش ہوئے ہمارے اس موقف سے اتفاق کیا کہ شاتم رسول واجب القتل ہے لیکن یہ قانونی اعتراض اٹھایا کہ فیڈرل شریعت کورٹ کو اس کی سماعت کا اختیار نہیں ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے پیش نظر ایک اور مسئلہ بھی تھا کہ آیا شاتم رسول کی سزا کا معاملہ قانون ساز اسمبلی سے متعلق ہے یا فیڈرل شریعت کورٹ اس بارے میں وفاق پاکستان کو حکم نامہ جاری کرنے کی مجاز ہے۔ بہر حال فریقین کی دلائل کی سماعت کے بعد وفاقی شرعی عدالت نے اپنا فیصلہ محفوظ کر لیا۔

اسی اثناء میں ایک اور سنگین واقعہ رونما ہوا۔ ماہ جولائی 1984ء میں ایڈووکیٹ عاصمہ

جہانگیر نے اسلام آباد میں منعقدہ ایک سیمینار میں تقریر کرتے ہوئے معلم انسانیت حضور ختمی مرتبت ﷺ کی شان میں کچھ ایسے نازیبا الفاظ استعمال کیے جو سامعین اور امت مسلمہ کی دلآزاری کا باعث بنے تھے۔ اس پر سیمینار میں ہنگامہ برپا ہوگیا۔ جب یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس نے اپنے خصوصی اجلاس میں پاکستان کے تمام سربرآوردہ علماء اور وکلاء کی جانب سے اس کی پرزور مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ فوری طور پر شاتم رسول کے بارے میں سزائے موت کا قانون منظور کرے اور فیڈرل شریعت کورٹ سے بھی درخواست کی گئی کہ وہ شریعت پیٹشن پر اپنا فیصلہ صادر کرے۔ اسلامی جذبے سے سرشار خاتون مرحومہ آپا نثار فاطمہ نے اس قابل اعتراض تقریر کا قومی اسمبلی میں سختی سے نوٹس لیا اور پھر راقم الحروف کے مشورے سے قومی اسمبلی میں تعزیرات پاکستان میں ایک مزید دفعہ 295/C کا بل، جس کی رو سے شاتم رسول کی سزا، سزائے موت تجویز کی گئی، پیش کیا۔ جب یہ بل اسمبلی میں آپا نثار فاطمہ مرحومہ نے پیش کیا کسی کو اس کی مخالفت کی جرات نہ ہوسکی۔ البتہ وزارت قانون کی طرف سے اس بل میں یہ ترمیم کردی گئی کہ شاتم رسول کی سزا، سزائے موت یا عمر قید ہوگی۔ اس طرح 295/C کا تعزیرات پاکستان میں اضافہ کردیا گیا۔ چونکہ اس دفعہ سے راقم الحروف، مرحومہ آپا نثار فاطمہ، علماء کرام، وکلاء اور مسلمان عوام مطمئن نہیں تھے، اس لئے دوبارہ فیڈرل کورٹ میں 295/C کو راقم نے مسلم ماہرین قانون کی تنظیم کی جانب سے اس بناء پر چیلنج کردیا کہ توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت مقرر ہے اور حد کی سزا میں کمی یا اضافہ کا اختیار کسی کو بھی نہیں اور یہ ناقابل معافی جرم ہے۔

اس مقدمہ کی باقاعدہ سماعت یکم اپریل 1987ء کو شروع ہوئی۔ اس مقدمہ کی سماعت لاہور، اسلام آباد اور کراچی میں فیڈرل شریعت کورٹ کے فل بنچ جو جناب جسٹس گل محمد خان چیف جسٹس، جناب جسٹس عبدالکریم خان کندی، جناب جسٹس عبادت یار خان، جناب جسٹس عبدالرزاق تھہیم اور جناب ڈاکٹر فدا محمد خان پر مشتمل تھا، کے سامنے ہوئی۔ بلآخرہ

ساعت سعید بھی آگئی، جب فیڈرل شریعت کورٹ نے متفقہ طور پر پٹیشن منظور کرتے ہوئے توہین رسالت کی متبادل سزا عمر قید کو غیر اسلامی اور قرآن وسنت کے خلاف قرار دیا اور حکومت پاکستان کے نام حکم نامہ جاری کیا کہ عمر قید کی سزا کو دفعہ 295/C سے حذف کیا جائے۔ اس کیلئے حکومت کو 30 اپریل 1991ء تک کی مہلت دی گئی۔ اس فیصلہ کے بعد پھر ایک عجیب مرحلہ پیش آیا۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے اس فیصلہ کیخلاف نواز شریف حکومت نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی، جس کا نوٹس بھی ایڈووکیٹ آن ریکارڈ کی جانب سے مجھے موصول ہو گیا، جس پر راقم نے وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف کو پیغام بھجوایا کہ حکومت اس اپیل کو فوری طور پر واپس لے ورنہ اس انتہائی حساس مسئلہ پر مسلمانوں کے جذبات حکومت کیخلاف مشتعل ہو جائیں گے اور اس حکومت کا بھی خدانخواستہ وہی انجام ہوگا جو اس کی پیشرو بینظیر حکومت کا ہو چکا ہے، جس نے اسلامی قوانین کو اپنی کابینہ میں ظالمانہ اور فرسودہ قرار دے کر قصاص اور دیت کے قانون کو روکنے کی کوشش کی تھی لیکن سپریم کورٹ نے راقم کی درخواست پر کابینہ کی اس کاروائی کا سختی سے نوٹس لے کر قانون میں قصاص و دیت کے خلاف گورنمنٹ کی اپیل خارج کر دی تھی۔ وزیر اعظم پاکستان جناب میاں محمد نواز شریف نے توجہ مبذول کرانے پر فوری اور بروقت نوٹس لیا اور بر سر عام اعلان کیا کہ اس اپیل کا انہیں قطعی علم نہ تھا ورنہ ایسی غلطی کبھی سرزد نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر اس جرم کی سزائے موت سے بھی سنگین تر اسلامی سزا موجود ہوتی تو ہم بہر صورت نافذ کرتے۔ چنانچہ اُن کے حکم سے توہین رسالت کی سزائے موت کیخلاف سپریم کورٹ سے یہ اپیل واپس لے لی گئی، جو بوجہ دستبرداری خارج ہوگئی، جس کے بعد یہ قانون مکمل طور پر سارے ملک میں نافذ ہو گیا۔

(روزنامہ دن 8 جنوری 2011ء)

•••-----•••-----•••

آسیہ مسیح کیس......اصل حقائق

مولانا صادق علی زاہد، بانی

ان دنوں میڈیا پر ننکانہ صاحب میں توہین رسالت کی مرتکب ایک عیسائی عورت کو جناب ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ صاحب کی طرف سے سزائے موت سنائے جانے کے خلاف میڈیا میں بہت کچھ سنا جارہا ہے خصوصاً گورنر پنجاب سلمان تاثیر غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے ہر قسم کی قانونی واخلاقی حدیں پھلانگ رہا ہے، میڈیا اصل حقائق عوام تک نہیں پہنچا رہا بلکہ سرکاری بولی بول رہا ہے۔ ننکانہ صاحب کا مقامی شہری ہونے کی حیثیت سے میں نے مناسب سمجھا کہ اصل حقائق ''جہانِ رضا'' کے قارئین کے گوش گزار کردوں تاکہ آپ اس کی روشنی میں مناسب اقدام اٹھاسکیں۔

14-06-2009 کو ننکانہ صاحب کے نواحی گاؤں چک نمبر 3 اٹانوالی کی کچھ عورتیں فالسہ کے باغ میں مزدوری پر فالسہ توڑ رہی تھیں، دو عورتوں نے پانی پینے کی خواہش ظاہر کی تو مذکورہ عیسائی عورت جو کہ خود پانی پی رہی تھی، نے اپنے پانی کے برتن میں پانی ڈال کر مسلمان عورتوں کو دینا چاہا تو مسلمان عورتوں نے یہ کہہ کر اس سے پانی لینے سے انکار کردیا کہ وہ عیسائی ہے، اس پر مذہبی گفتگو شروع ہوگئی تو دوران گفتگو مذکورہ عیسائی عورت نے نبی اکرم ﷺ اور قرآن مجید کے بارے میں انتہائی نازیبا الفاظ استعمال کئے، جن کا خلاصہ یہ ہے، نقل کفر کفر نباشد نعوذ باللہ علی ذلک

''تمہارے نبی موت سے ایک ماہ قبل سخت بیمار پڑے رہے حتیٰ کہ تمہارے نبی کے منہ اور کانوں میں (نعوذ باللہ) کیڑے پڑ گئے تھے تمہارے نبی نے مال و دولت کے لالچ میں

خدیجہ سے شادی کی اور مال و دولت بٹورنے کے بعد اسے گھر سے نکال دیا، قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ خودساختہ کتاب ہے"۔

یہ باتیں سن کو مسلمان عورتوں کا مذکورہ عیسائی عورت سے جھگڑا شروع ہو گیا' جھگڑے کا شور سن کر کھیت کا مالک ادریس اور اس کی بیوی جو قریبی ڈیرہ پر موجود تھے موقع پر آ گئے، معاملہ سنا اور عیسائی عورت نے مذکورہ بیان شدہ الفاظ کا کہنا تسلیم کیا تو ادریس نے اسے اپنے کھیتوں میں سے چلے جانے کا کہا تو وہ چلی گئی، مسلمان عورتوں نے گاؤں پہنچ کر یہ بات اپنے اپنے گھروں میں کی تو گاؤں میں اشتعال پیدا ہو گیا اور گاؤں کے معزز افراد پر مشتمل پنچائت اکٹھی ہوئی جس میں عیسائی لوگ بھی موجود تھے اور مذکورہ عیسائی عورت کو بلا کر مذکورہ گفتگو کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے ان الفاظ کا کہنا تسلیم کیا اور معافی بھی مانگی جس پر گاؤں میں مزید اشتعال پیدا ہو گیا اور مذکورہ عورت کے خلاف قاری محمد سالم کی مدعیت میں تھانہ صدر ننکانہ صاحب میں برائے اندراج مقدمہ درخواست گزاری گئی، 19-06-2010 کو پولیس نے مقدمہ نمبر 326/09 بجرم 295/C درج کر کے ملزمہ کو اسی دن اس کے گھر سے گرفتار کر لیا۔

چونکہ اس جرم کی تفتیش ایس پی عہدہ کا پولیس افسر کر سکتا ہے، ننکانہ صاحب میں ایس پی انویسٹی گیشن موجود نہ ہونے کی وجہ سے، اس مقدمہ کی تفتیش سید محمد امین ایس پی انویسٹی گیشن شیخوپورہ کے سپرد ہوئی جس نے مکمل تفتیش کی، دونوں پارٹیوں کو اپنے دفتر طلب کیا، بیانات قلمبند کیے، پھر جیل میں جا کر ملزمہ کے بیانات قلمبند کیے اور اپنی تفتیش میں ملزمہ کو گنہگار لکھا۔ مثل مقدمہ چالان مکمل ہو کر عدالت میں پہنچی اور سماعت جناب نوید اقبال صاحب ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ صاحب کے سپرد ہوئی، کیس کی باقاعدہ سماعت شروع ہوئی، گواہان نے عدالت میں پیش ہو کر بیانات قلمبند کرائے، ایس پی انویسٹی گیشن نے بھی بطور گواہ عدالت میں پیش ہو کر اپنا بیان قلمبند کرایا، عورت گناہ گار ثابت ہو گئی تو مورخہ 08-11-2010 کو جناب محمد نوید اقبال جج صاحب نے ملزمہ کو سزائے موت سنا دی۔ مکمل پولیس ریکارڈ جس میں مدعی، گواہان، ملزمہ اور پولیس کے مفصل بیانات لگے ہوئے ہیں اور

مفصل عدالتی فیصلہ جس میں پورے مقدمہ کی تفتیش کا خلاصہ اور حالات و واقعات بیان کرنے کے بعد سزائے موت سنائی گئی ہے، کی فوٹوسٹیٹ کاپی میرے پاس موجود ہے جس کی روشنی میں یہ تحریر آپ کی خدمت میں روانہ کی جا رہی ہے۔

اگلے دن معمول کے مطابق یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو میڈیا میں شور برپا ہو گیا جو کہ آج تک جاری ہے، گورنر پنجاب سلمان تاثیر اس سلسلہ میں بہت پیچ و تاب کھا رہا ہے، عید سے اگلے دن گورنر نے اپنی بیٹیوں اور بیوی کو ساتھ لے کر جیل کے اندر ملزمہ سے ملاقات کی، ملزمہ کو اپنے ساتھ بٹھا کر پریس کانفرنس کی پولیس اور عدلیہ کی کئی ماہ کی انکوائری اور تحقیقات پر بیٹھے بٹھائے پانی پھیر کر ملزمہ کو بے گناہ قرار دے دیا اور اسے جلد ہی بری کر دیئے جانے کی نوید سنا کر چلا گیا۔ کل سے یہ خبر بھی میڈیا پر چل رہی ہے کہ ملزمہ کو رہا کر دیا جائے گا۔

ان حالات میں جناب والا سے گزارش ہے کہ اپنے وسائل اور اختیارات کے مطابق ہر فورم پر احتجاج کر کے اس دریدہ دہن عورت کو کیفر کردار تک پہنچانے میں اپنا حصہ ڈال کر عند اللہ اور عند رسول اللہ ﷺ سرخرو ہوں۔

•••------•••------•••

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

مشتاق احمد قریشی

ہمارے ایک شناسا کا انتقال ہوا تو ہمارا بھی تدفین میں جانا ہوا جس میں شرکت کے لئے لاہور سے کئی صاحبان آنے والے کے ساتھ آئے تھے لوگوں کو ایسی محفل میں بیٹھنے کے لئے کوئی نہ کوئی موضوع درکار ہوتا ہے کسی صاحب نے لاہور سے آنے والے عزیز سے دریافت کیا کہ آپ کے گورنر کو کیا ہوا کہ ختم نبوت کے خلاف بیان بازی کر رہے ہیں۔ان میں ہی ایک صاحب نے اپنے قریب بیٹھے ایک مولانا صاحب سے پوچھا کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ختم نبوت کا مسئلہ آخر کیوں شدید ہے کہ ملا لوگوں کو ایمان سے ہی خارج کر دیتے ہیں کہیں ان کا کوئی سیاسی ایجنڈا تو نہیں ہے۔مولانا نے کہا کہ میں تو اتنا جانتا ہوں کہ ختم نبوت پر ایمان کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا یہ تو اللہ کا حکم ہے۔

یہ بات ہر مسلمان بخوبی جانتا اور مانتا ہے کہ ختم نبوت اسلام کے ان بنیادی عقائد میں سے ہے جن کے ماننے یا نہ ماننے پر ہی ایمان اور کفر کا انحصار ہے۔قرآن مجید سے پتہ چلتا ہے کہ صرف چار حالتیں ایسی ہیں جن میں انبیاء مبعوث ہوئے پہلی یہ کہ کسی قوم میں پہلے کبھی کوئی نبی نہ آیا ہو اور کسی دوسری قوم میں آئے ہوئے نبی کا پیغام حق بھی ان تک نہ پہنچا ہو، دوم یہ کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کی تعلیم قطعی بھلا دی گئی ہو یا اس سے انحراف کیا جا رہا ہو اور تحریف کر لی گئی اور نبی کے نقش قدم کی پیروی کرنا ممکن نہ رہا ہو۔سوم یہ کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کے ذریعے مکمل تعلیم و ہدایت لوگوں کو نہ ملی ہو اور تکمیل دین کے لئے مزید انبیاء کی ضرورت ہو۔چہارم یہ کہ ایک نبی کے ساتھ اس کی مدد کے لئے ایک اور نبی کی حاجت ہو۔آج ہم اپنے

اردگرد ہی نہیں بلکہ دنیا کے دور دراز علاقوں تک بخوبی دیکھ اور پہنچ سکتے ہیں بقول ماہرین ارضیات کے دنیا سمٹ کر انگلیوں کی پوروں پر آ گئی ہے۔ اب ان چار ضرورتوں میں سے کوئی ضرورت ایسی نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کسی نبی کی کسی بھی طرح ضرورت محسوس کی جا رہی ہو۔ قرآن مجید میں واضح الفاظ میں ارشاد فرما دیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعے دین اسلام کی تکمیل کر دی گئی ہے لہٰذا اب دین اسلام دین حق کی تکمیل ہو گئی ہے مزید کی نہ کوئی گنجائش ہے نہ ہی ضرورت، اس لئے کسی نبی کی بھی اب قطعی ضرورت نہیں ہے اور اگر نبی درکار ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا بندوبست بھی فرما دیتا ختم نبوت کا اعلان نہ فرماتا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوت کی علامات پیش کر سکوں۔ اس پر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص اس سے نبوت کی کوئی علامت طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں ''لا نبی بعدی'' میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ دراصل ختم نبوت سے انکار قرآن سے انکار کرنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہو رہا ہے کہ ''لوگو محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے''۔ (احزاب: ۴۱) اس جملے میں تمام اعتراضات کی جڑ کٹ جاتی ہے جو ختم نبوت کی مخالفت کرتے ہیں۔

بات ہو رہی تھی گورنر پنجاب کی جنہیں اللہ کی دی ہوئی عزت، مرتبے اور مال و دولت کی چکاچوند نے انہیں حقیقت دیکھنے کے قابل نہیں رکھا تب ہی انہوں نے احکام الٰہی سے کھلم کھلا روگردانی کا رویہ اپنا رکھا تھا اور یہ ان کے حامی اور حواری توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی کہ ایک نہ ایک دن عدالت الٰہی میں پیش ہونا پڑے گا دنیا کی زندگی کتنی رہ گئی ہے جو وہ غیر مسلم دنیا کی خوشنودی حاصل کرنے میں لگا رہے ہیں۔ اس سے انہیں کتنا دنیا کا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب صورت بات کہی ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں   یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

گندی رائے کے اظہار کی آزادی جوتے کی نوک پر

حافظ شفیق الرحمٰن (کالم نگار روزنامہ دن)

عوام جانتے ہیں کہ امریکی خواہش کہے کہ دفعہ 295/C میں ترمیم کر کے اسے نئی شکل دے دی جائے۔ دفعہ 295/C کے خلاف عشق رسالت سے بے بہرہ دانشوروں، فارن فنڈ ڈ این جی اوز کی عہدیداران، انتہاپسند قادیانی اور عیسائی حلقوں نے بلاجواز پروپیگنڈہ مہم اور میڈیا وار شروع کر رکھی ہے، حالانکہ یہ واحد قانون ہے کہ جس کے اطلاق کو تقریباً اڑھائی عشرے گزر چکے ہیں لیکن آج تک اڑھائی ملزموں کو بھی سزا نہیں ملی۔ ویسے بھی اس الزام میں ماخوذ ملزمان کی تعداد پورے ملک میں معدودے چند ہے جبکہ دیگر دفعات میں ملوث، ماخوذ یا مطلوب ملزمان کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ کیا کسی قانون کو محض اس لئے غیر مؤثر بنا دینا یا ختم کر دینا کہ اس کے نفاذ کی وجہ سے چند انسانوں کو پابند سلاسل کرنا پڑے گا، قرین عقل و دانشمندی ہے؟۔

اگر آپ آج قانون توہین رسالت کو غیر موثر بنانے کی کوشش کریں گے تو یاد رہے کہ پہلے قدم پر ایسا اقدام عدالت عظمٰی کی توہین کے مترادف ہو گا۔ قانون توہین رسالت یا دفعہ 295/C کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ فکری و ذہنی طور پر بھٹکے فتنہ پردازوں اور مفسدوں کو کائنات کی اکرم، اعظم، اشرف، احسن، اکمل اور محبوب ترین ہستی ﷺ کے خلاف ہرزہ سرائی سے باز رکھا جائے۔ اگر اس ملک میں ریاست، آئین، فوج اور عدالت کی توہین جرم ہے تو یہ ریاست، یہ آئینی ادارے، یہ افواج اور عدالتیں جس ہستی کے در کے ٹکڑوں پر پل رہی ہیں، اس کی توہین کو سنگین جرم تصور کرنے سے انکار کرنے والے بھی توہین رسالت کے اقراری مجرم ہیں۔ کل کلاں اگر اس ملک کے تمام "قاتلان عظام" کے ورثاء اٹھ کھڑے ہوں اور یہ

مطالبہ کریں کہ دفعہ 302 کو ختم کردیا جائے کہ یہ ایک ''کالا قانون'' ہے اور اس کی وجہ سے لاکھوں انسان جیلوں کی دیواروں کے پیچھے گل سڑ رہے ہیں، تو کیا ہمارے موجودہ حکمران اس قانون کو بھی بیک جنبش قلم منسوخ کردیں گے۔ اگر پرسوں اس ملک کے منشیات فروشی کے دھندے میں ماخوذ ہزاروں ملزموں کے لواحقین اٹھ کھڑے ہوں اور پلے کارڈ اٹھا کر سڑکوں پر نکل آئیں اور مطالبہ کریں کہ منشیات کی بیخ کنی کیلئے بنائے گئے تمام قوانین کو ''نرم'' کردیا جائے تو کیا ہماری موجود نرم دل حکومت ان کے مطالبے کے سامنے سرنڈر کر کے انسداد منشیات ایکٹ ختم کردے گی اور ڈرگ مافیا کو کھل کر کھیلنے کی اجازت دے دیگی؟

صاحبو! اگر توہین رسالت جرم نہیں ہے تو پھر کوئی جرم اس قابل نہیں ہے کہ اس کے کسی مرتکب پر قانون کا نفاذ کرنے والے ادارے ہاتھ ڈال سکیں...... کانٹے کو کانٹا، زہر کو زہر، رات کو رات، ظلم کو ظلم، سیاہ کو سیاہ، برائی کو برائی، گناہ کو گناہ، غنڈے کو غنڈہ، قاتل کو قاتل، بدمعاش کو بدمعاش، آمر کو آمر، جابر کو جابر، غاصب کو غاصب، جارح کو جارح، غدار کو غدار قرار دینا اگر از روئے تہذیب، از روئے عقل، از روئے دانش، از روئے خردمندی جائز اور روا ہے تو اقراری غیر مسلم قادیانیوں کو از روئے قانون، از روئے پارلیمان، از روئے آئین، از روئے دین غیر مسلم قرار دینا کیونکر ناروا ہے؟

یہ کیسا دوُرخہ پن اور دوہرا معیار ہے کہ ریاست، ریاست کے چند ادارے اور ان اداروں کی مختلف مسندوں پر فائز چند عہدیدار اور قومی ہیروز قرار دی جانے والی شخصیات تو مقدس بچھڑے ہیں کہ ان کے بارے بے باکانہ رائے کا اظہار کرنیوالوں کو آئے روز وحشیانہ سزاؤں کا ہدف بنایا جاتا ہے اور اس عمل کو ریاست کی بقا اور استحکام کیلئے ناگریز تصور کیا جاتا ہے اور دوسری طرف دنیائے انسانیت کی سب سے عظیم ہستی ﷺ کے حوالے سے جب قانون بنتا ہے کہ ان کی ذاتِ ستودہ صفات کی توہین، مہذب دنیا کا سب سے سنگین اور قبیح جرم ہے لہٰذا اس جرم کی مکمل سزا بھی سنگین ترین یعنی سزائے موت ہوگی تو بڑے بڑے عقیل و فریس جابروں اور ذہین و فطین آمروں کی رگ رحم لی بھی پھڑکنے لگتی ہے اور وہ برداشت اور

رواداری کی بھاشن جھاڑنے لگتے ہیں۔

تف ہے اس برداشت پر لعنت ہے اس رواداری پر

جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں پاکستانی عوام، گندی رائے کے اظہار کی اس آزادی کو،
تھوکتے ہیں وہ اس لبرل ازم پر، جو انہیں توہین رسالت کے ملزمان کو قانونی و عدالتی حوالوں
سے کیفر کردار تک پہنچانے کی راہ میں حائل اور حارج ہو۔

دفعہ 295/C میں ترمیم کرنے کے خواب دیکھنے والے حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ پہلے تمام فوجداری قوانین میں ترمیم کا آرڈیننس جاری کریں اور کسی بھی جرم کے مرتکب کیلئے "سزائے موت" کی سزا دنیا کے ہر ملک کے قانون میں سے ختم کروائیں۔ جب وہ ایسا کر چکیں تو قرآن و حدیث، اجماع امت اور غازی علم الدین شہید ایسے جلیل القدر شہداء کی سوانح سے اس امر کی شہادت فراہم کریں کہ کیا توہین رسالت کے جرم کے مرتکب کیلئے سزائے موت کافی ہے؟

توہین رسالت کے جرم کے مرتکب کا انجام کیا ہونا چاہئے؟ یہ جاننے کیلئے ہمیں کسی وحید الدین خان، کسی فاروق حیدر مودودی، کسی ڈاکٹر مہدی حسن، کسی مبشر حسن، کسی جاوید غامدی، کسی عاصمہ جہانگیر، کسی حنا جیلانی، کسی شیری رحمٰن، کسی کامران خان، کسی پرویز ہود بھائی، کسی فارغ البال والعقل والنسل مالک، کسی پرویز مشرف سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ یہ جاننے کیلئے ہم غازی علم الدین شہید، غازی عبدالقیوم شہید، غازی عبدالمنان شہید، غازی عامر نذیر چیمہ شہید کی زندہ قبروں اور پاک تربتوں پر حاضر ہوں گے۔۔۔ وہ زندہ قبریں اور پاک تربتیں جو اہل عزم و ہمت کیلئے زیارت گاہ کی حیثیت رکھتی ہیں، ان قبروں اور تربتوں کی خاکِ پاک قیامت تک کیلئے شمع رسالت کے پروانوں کی آنکھ کا سرمہ ہے۔ ان تربتوں کی یہ زندہ خاک آج کے تمام عالم اسلام سے بڑھ کر زندہ و پائندہ ہے۔ یہ پیغام دے رہی ہے: "جب تک ایک بھی مسلمان زندہ ہے، وہ ناموس رسالت کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو قوت سے ختم کر کے رہے گا۔ اس معاملے میں مسلمانوں کو نہ تو کسی دنیوی قوانین

تعزیرات کی پرواہ ہے نہ پھانسی کے پھندے کی"۔

ہمیں امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، روس، برطانیہ، جرمنی، فرانس، سپین، ڈنمارک، ناروے، سویڈن اور سوئٹزرلینڈ سے کوئی غرض نہیں۔ یہ ممالک کبھی ہمارے آئیڈیل نہیں ہیں۔ ان ممالک میں رائج افکار و اقدار اور قوانین و دساتیر سے ہمارا کوئی فکری، نظری، تہذیبی، تمدنی، ثقافتی، روحانی اور نظریاتی رشتہ نہیں۔ دنیا کے اور ممالک کے تو ہم ٹھیکدار نہیں، ہمیں کیا کہ انکے چمن زاروں کی ڈالیوں پر بلبلوں کے نشیمن آباد ہیں یا وہاں الوؤں نے آشیاں بندی کر رکھی ہے، ہمیں تو غرض اسلامی جمہوریہ پاکستان سے ہے، محمد عربی ﷺ کے نعلین پاک کی مقدس گرد کے صدقے شب قدر کی نورانی ساعتوں میں تخلیق پانے والے اس خطہ پاک سے ہے۔ ہمارا تعلق تو مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ اور (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) کے انقلابی نظریات و افکار کی آغوش سے جنم لینے والی اس دھرتی سے ہے...... ہمارا رشتہ اگر ہے تو

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے
اپنی ملت پہ قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
در دلِ مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ماز نام مصطفیٰ است
کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے
بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اونر سیدی تمام بولہبی ست

کے پیغام کو عام کرنے والے حکیم الامت علامہ اقبال اور انکے خوابوں کی تعبیر اس کشور حسین سے ہے۔

جی ہاں! ہمیں غرض ہے تو اس ملک سے ہے جس کا مقدمہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سربراہ محمد علی جناح قائد اعظم نے لڑا، نہ کہ کسی آل انڈیا لبرل پارٹی، آل انڈیا کمیونسٹ پارٹی یا آل انڈیا سیکولر لیگ نے۔ یہ شخص قائد اعظم کہلایا ہی اس لئے کہ اس کے نام کا پہلا لفظ محمد اور دوسرا علی تھا۔ اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ جب تک وہ ان ہستیوں کے نام اور پیغام پر قوم کو متحد ہونے کی دعوت نہیں دے گا کامیاب نہیں ہوگا۔ سو تحریک پاکستان کا مطلب کیا، لا الٰہ الا اللہ۔ قائد اعظم نے یہ ملک لا الٰہ الا اللہ کے اغراض و مقاصد کی عملی تنفیذ اور جغرافیائی توسیع کیلئے بنایا تھا۔ بقول قائد اعظم "ہم پاکستان کو اسلامی قوانین کی تجربہ گاہ بنانا چاہتے ہیں"۔

1947ء سے قبل ایک قائد اعظم تو کیا، کھربوں قائد اعظم بھی اگر مل کر برصغیر کے مسلمانوں کو ایک الگ سیکولر یا لبرل ریاست کے حصول اور قیام کی دعوت دیتے تو ان کی پکار پر برصغیر کا ایک بھی مسلمان لبیک نہ کہتا۔ برصغیر کے مسلمان محمد علی جناح کے روپ کے قیام کیلئے میدان عمل میں اترے ہیں۔

یہ درست ہے کہ قائد اعظم تھیا کریٹک اسٹیٹ نہیں بنانا چاہتے تھے لیکن بے مغز، کور بصر اور عقل کے اندھے دانشوروں سے کون کہے کہ اسلام اور روح اسلام بذات خود تھیا کریٹک سٹیٹ کے مخالف ہیں۔ اسلامی تاریخ میں کبھی اور کسی بھی دور میں تھیا کریٹک سٹیٹ قائم نہیں ہوئی۔ یہ "تھیا کریٹک سٹیٹ" کا تصور سر تا پا عیسائی دنیا کے ہاں پایا جاتا ہے۔ جب قائد اعظم یہ کہہ رہے تھے کہ پاکستان تھیا کریٹک سٹیٹ نہیں ہوگا تو برطانیہ کے مسیحی سامراج اور اس کے مسیح وائسرائے کو کھلے لفظوں میں یہ بتا رہے تھے کہ اب پاکستان میں عیسائی نظریات و تصورات، رجحانات و میلانات، اقدار و افکار اور تہذیب ثقافت کے غلبے کی کسی بھی کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔

(روزنامہ دن 6 جنوری 2011ء)

ممتاز ملک کا دل دریا

عبدالقادر حسن

ملک ممتاز حسین قادری نے جو اقبالی بیان دیا ہے اس وقت تک وہی مستند ہے اور سلمان تاثیر کے قتل کی سب سے بڑی دستاویز ہے۔ ہم لوگ جو عدالت کی کاروائی سے باہر ہیں اگر اپنی قیاس آرائیاں بند کر دیں تو شاید یہ زیادہ مناسب ہوگا۔ مجھے تو اس مسئلے پر کچھ بھی عرض کرنے سے خوف آتا ہے کہ نہ جانے بے دھیانی میں کوئی ایسا لفظ قلم کی زبان سے نہ نکل جائے کہ مردود ٹھہر جاؤں۔ آنحضرت ﷺ کے ہم نشینوں کو ہدایت کی گئی کہ خبردار پیغمبر کی آواز سے اونچی آواز سے بھی نہ بولو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس گستاخی اور بے خبری میں تمہارا سب کیا کرایا غارت ہو جائے۔ دو جہانوں کے سردار کے ادب و احترام کا کوئی کیا بتائے کہ امام مالک مدینہ میں کبھی جوتوں سمیت داخل نہ ہوئے کہ کہیں کسی ایسی جگہ قدم نہ پڑ جائے جہاں حضور کے قدم مبارک کا نشان ہو۔ تعجب ہوتا ہے کہ ہمارے ساتھی بلا تکلف لکھتے ہیں اور بولتے ہیں۔ سیکولر مزاج والے لوگوں کو تو اس موضوع اور مسئلے سے سو سو کوس دور کا چکر کاٹ کر گزر جانا چاہئے۔ یہ ایک آزمائش کا وقت ہے کہ میڈیا کے لکھنے اور بولنے والوں کو اس موضوع سے واسطہ پڑ گیا۔ کون اس آزمائش سے صحیح و سلامت گزرتا ہے اور کون اس میں اوندھے منہ گرتا ہے اس کا فیصلہ نہ جانے کون کرے گا۔ مرزا غالب نے بالآخر گھبرا کر کہا کہ صرف اللہ کی ذات ہی اس کے مقام و مرتبہ کو جانتی ہے تم چپ رہو اور حضرت امیر خسرو نے کہا کہ ع:

خدا خود میر محفل بود شب جائے کہ من بودم

بہرکیف میرے جیسے غیر معمولی حد تک گنہ گار مسلمان کے لئے سوائے حضور ﷺ کے

اور سہارا ہی کس کا ہے اور میں خوش نصیب ہوں کہ میں کریم آقا ﷺ کا امتی ہوں۔ سید سرفراز شاہ عمرے سے لوٹے تو انہوں نے مرحوم احمد بشیر کے ذریعے مجھے طلب کیا۔ احمد بشیر نے جو ایک پکے ترقی پسند سمجھے جاتے تھے جب مجھ سے کہا کہ تمہیں ایک صوفی سے ملواتا ہوں تو میں اس کا منہ دیکھنے لگا کہ کہاں کوئی صوفی اور ہمارا دوست احمد بشیر کہاں۔ بہرکیف شاہ صاحب سے یہ پہلی ملاقات تھی انہوں نے مجھے ایک خوشخبری سنائی۔ پہلے میری درخواست اور عرضی کا حوالہ دیا پھر اس کے جواب سے مطلع کیا تو مجھے یوں لگا جیسے میں پگھلتا جا رہا ہوں۔ احمد بشیر نے مجھے سہارا دیا اور اس طرح گھر پہنچایا ایک دم بخود نیم بے ہوش انسان کو۔ عرض یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے اس ذات سے بڑی نعمت اور کوئی نہیں ہم جس قدر محتاط رہیں اتنا ہی ہمارے حق میں بہتر ہے۔ کمال ہے ان لوگوں کا جو اس مسئلے کو سیاسی بنا کر اس پر بحثیں کر رہے ہیں۔

عدالت میں موجود اس مقدمے کا کیا بنتا ہے یہ دیکھا جائے گا۔ لیکن اس وقت پاکستان کے سیدھے سادے مسلمان ایک عجیب سی جذباتی کیفیت سے گزر رہے ہیں۔ مجھے جو فون موصول ہوتے ہیں ان میں ملزم ممتاز کو دوسرا غازی علم دین تک کہا جاتا ہے۔ علم دین کا وکیل پاکستان کا بانی محمد علی جناح تھا۔ انہوں نے برطانوی قانون کو سامنے رکھ کر علم دین سے کہا کہ صرف ایک صورت ہے کہ تم انکار کر دو باقی میں سنبھال لوں گا لیکن بتاتے ہیں کہ علم دین نے جوب دیا کہ میں نے ان دنوں جو نظارے دیکھے ہیں جن راحتوں سے گزرا ہوں اس کے بعد تو اقرار ہی اقرار ہے۔ اب یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے اس جانثار پر کیا کیا مہربانیاں فرمائی ہوں گی اور اُسے کن کن لذتوں سے سرشار کیا ہوگا۔ سلمان تاثیر کے والد محمد دین تاثیر غازی علم دین کے شیدائی تھے اس حد تک کہ علامہ اقبال کی قیادت میں انہوں نے تحریک چلائی اور شہید کی میت جو انگریزی حکومت نے بلا جنازہ میانوالی جیل کے قریب دفن کر دی تھی اسے وہاں سے نکلوایا۔ کہتے ہیں کہ جسد خاکی صحیح وسلامت تھا پھر ڈاکٹر تاثیر اپنی ذاتی چارپائی پر شہید کو لاہور لائے اور یہاں جنازہ ہوا۔ سلمان تاثیر کو اپنے والد کا یہ واقعہ شاید

معلوم ہوگا۔اس ضمن میں مزید کچھ عرض نہیں کرسکتا سوائے اس کے کہ خدا ممتاز کو اس کی نیت کا بدلہ عطا کرے۔اب یہ نیت کیا تھی ہمیں معلوم نہیں کہ

دل دریا سمندروں ڈونگھے کون دلاں دیاں جانے ہو

دلوں کے حال اللہ ہی جانتا ہے۔

(8 جنوری 2011ء روزنامہ ایکسپریس لاہور)

•••-----•••-----•••

دوتولے کی زبان + سوچ کے دھارے = آتش فشاں

شجاعت ہاشمی

ماں کی گود، انسان کا گہوارہ اور اس کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے۔ اس دور کی باتیں ماں کی دانش، اس کے عقیدے اور اخلاقیات، انسان کے کردار پر گہری چھاپ چھوڑ جاتے ہیں۔ ہماری نسل کے لوگوں نے اپنی ماؤں سے "تیری ذات ہے اکبری، سروری، میری بارکیوں دیر اتنی کری" جیسی حمد اور "وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا" جیسی نعتیں اور لوریوں کی شکل میں سنیں، یاد کیں اور زندگی کے لئے انہیں مشعل راہ بنالیا۔ ہماری نسل نے سوشلزم، کمیونزم، امپریلزم، ماڈرن ازم، بائیں بازو کی تحریکیں، جدیدیت، ترقی پسندیت اور لبرل ازم جیسی کئی آندھیوں کا سامنا کیا مگر ماں کے ازبر کرائے ہوئے اخلاقیات کے سبق اور حمد و نعت کا تقدس لاشعور میں کہیں جگمگاتا رہا اور بہت سوں کو آندھیوں میں ڈولنے کے باوجود گرنے نہیں دیا اور بالآخر انسانیت کے راستے پر ڈال دیا۔ ہمیں ماں کے دیئے بے شمار اسباق میں سے یہ بھی اکثر یاد آتا ہے بیٹا "زبان شیریں تو ملک گیری" اگر تیری زبان یا بولنا میٹھا ہے تو، تو دنیا پر حکومت کر سکتا ہے یا "دوتولے کی زبان جگ کو امان" یعنی یہ تیری دوتولے کی زبان اگر نیکی اگلے گی تو خدا کی زمین پر فساد نہیں ہوگا اور دنیا امن کا گہوارہ بن جائے گی۔ یہ اور ایسے بے شمار اسباق، احادیث اور دانش کی باتوں سے ہماری ماں نے ہمیں یہ درس دیا کہ زبان کو کنٹرول میں رکھو گے تو تمہارے لئے اور دنیا کے لئے خیر کے راستے ہی راستے ہیں۔ خدا ان تمام ماؤں کو اپنی رحمت میں رکھے، ہم واقعی سوچتے ہیں، انسان کو پہلا لفظ سیکھنے میں ایک سال لگ جاتا ہے مگر

تمام عمر یہ نہیں سیکھ پاتا کہ کونسا لفظ کہاں بولنا ہے اور یوں دو تولے کی زبان کا بویا بندہ عمر بھر کاٹتا رہتا ہے۔

ایلس فیض کی بہن ایم ڈی تاثیر کی شریکِ حیات اور سلمان تاثیر کی والدہ بھی ماں تھیں، انہوں نے بھی اپنے بچوں کو کچھ سبق ازبر کرائے ہوں گے۔ آخر مغرب کی بھی تو کچھ اخلاقیات ضرور ہوں گی، شبنم شکیل صاحبہ نے ایم ڈی تاثیر اور سلمان تاثیر کے بارے میں اپنے ایک مضمون میں انکشاف کیا کہ سلمان بچپن میں بہت ضدی، خودسر اور جارح تھے بلکہ بہت بگڑے ہوئے تھے۔ گڈے گڑیا کی شادی میں اپنی ہی بہن کے گڈے کی ٹانگ توڑ دی، تمام بچوں کے رونے پر آخر فیض صاحب کو دولہا گڈے کا روپ دھارنا پڑا اور یوں بچوں کی خوشی اور گڈے گڈی کی شادی احسن طریقے سے انجام کو پہنچی۔

2009ء کے اوائل میں اکیڈمی آف لیٹرز والے فخر زمان صاحب کا فون آیا کہ یار ایم ڈی تاثیر صاحب کی کچھ نظمیں پڑھنی ہیں۔ ''پڑھت'' ہمارا شوق بھی ہے اور خاصہ بھی، عرض کیا حاضر سائیں، کب اور کہاں پڑھنی ہیں اور یہ اچانک ایم ڈی تاثیر کہاں یاد آ گئے، ان کا لہجہ بدل گیا، یار وہ گورنر صاحب کی خواہش ہے کہ تاثیر صاحب کی کوئی یادگار تقریب گورنر ہاؤس میں منعقد کی جائے۔ ہم نے کہا بہتر! آپ ان کا دیوان بھیج دیجئے گا، کہیں کالج ٹائم میں انکا کلام پڑھا تھا۔ اب کچھ یاد نہیں۔ رہی بات خواہش پوری ہونے کی تو فقیر سے گورنر تک ہم ہر کسی کی خواہش کو پورا کرنا کارِ ثواب سمجھتے ہیں۔

دو دن بعد فخر صاحب کا ایک آدمی ایک رسالہ دے گیا کہ ایم ڈی تاثیر صاحب کا دیوان تو کہیں نہیں ملا، اس میں شبنم شکیل صاحبہ کا مضمون ہے۔ تاثیر صاحب اور ان کے خاندان کے بارے میں، اس میں کچھ نمونہ کلام تاثیر صاحب کا شامل ہے، اسے دیکھ لیجئے گا۔ ہم نے کہا چھوڑو یہ کیا طریقہ ہے ''پڑھت'' کا ہم خود ہی ان کا دیوان ڈھونڈ لیں گے مگر یہ جان کر شاید آپ بھی حیران ہوں کہ تمام تر تلاش بسیار کے بعد نہ صرف لاہور بلکہ پنجاب بھر کی کسی لائبریری سے ایم ڈی تاثیر صاحب کا دیوان دستیاب نہ ہو سکا۔

قہرِ درویش بر جانِ درویش! ہم دن مقررہ پر وقتِ مقررہ سے قدرے تاخیر کے ساتھ گورنر ہاؤس پہنچے۔ ہال میں صحافی دانشور برادری کے کوئی چار سو احباب دم سادھے بیٹھے تھے۔ ایک تو یہ خود وضع دار اور پھر گورنر ہاؤس کا ماحول، اس دو آتشے نے انہیں اور پروقار بنا دیا تھا۔ ہمیں سٹیج پر بیٹھا دیا گیا جہاں گورنر سلمان تاثیر، فخر زمان، سلیم ہاشمی، قاضی جاوید بطور نقیب محفل موجود تھے۔ ایک کوئی سرکاری، درباری سے دانشور، ایم ڈی تاثیر صاحب کی شان میں قلابے ملا رہے تھے۔ ہمیں دیوان کی عدم دستیابی کا بہت ملال تھا۔ حد ہے کہ سارے ہال میں حتیٰ کہ گورنر صاحب کے سامنے پڑی میز پر بھی دیوان کی کوئی کاپی موجود نہ تھی۔

ہمارا نام تحت اللفظ کے لئے پکارا گیا اور ہمارے لفظ ہمارے پاس تھے سوائے ان چند ٹکڑوں کے جو شبنم شکیل صاحبہ نے اپنے مضمون میں بطور نمونہ کلام پیش کر کے فقیر کی رنگ برنگی گدڑی بنائی ہوئی تھی۔ تحت اللفظ کے لئے جس تسلسل کی ضرورت تھی وہ صرف ان ٹکڑوں کے بیچ میں جملے لگا کر ہی حاصل کیا جا سکتا تھا کیونکہ ہر ٹکڑا الگ الگ، قافیہ، ردیف، خیال اور ردھم و مزاج رکھتا ہے۔ ان سب کو جوڑنا ایک کارِ دارد ہے۔ خیر ریہرسل میں ہم اس کام کو انجام دے چکے تھے سوائے دیوان ملنے کے دکھ کے۔

سو ہم روسٹرم پر پہنچے اور مائیک میں کہا، صاحب صدر! معزز خواتین و حضرات! بڑے آدمی کا ایک المیہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کا بچہ یا تو بگڑ جاتا ہے یا گورنر ہو جاتا ہے اور ہر دو صورتوں میں اپنے باپ کے ورثے کو سنبھال نہیں پاتا۔ اب یہی دیکھ لیجیے، ایم ڈی تاثیر صاحب کا ورثہ (دیوان) کہیں دستیاب نہیں۔ ہمارے اس جملے پر ہال میں ایک سناٹا چھا گیا، گورنر صاحب نے فرمایا، مجھ سے لے لیتے، میرے پاس تھا، عرض کی محترم! صندل کو گھس کر لگانا بھی تو دردِ سری ہے۔ آپ سے وقت لینا، پھر آنا، اس غیر یقینی کیفیت کے ساتھ معلوم نہیں بزنس ٹائی کون کے پاس باپ کی ادبی وراثت ہوگی یا نہیں اور ویسے بھی یہ دیوان، یہ ادب، گورنر ہاؤس میں نہیں لائبریریوں میں پائی جانے والی شے ہے۔ براہ کرم اس کا اہتمام بھی کر دیا جائے کہ یہ ورثہ خواص تک ہی نہیں، عام تک بھی پہنچ جائے۔ ہم نظموں اور غزلوں کے کچھ

ٹکڑے پڑھنے کے ساتھ ساتھ گورنر صاحب کے تاثرات بھی پڑھتے رہے۔

گورنر صاحب! صدارتی خطبے کے لئے تشریف لائے ہمیں آڑے ہاتھوں لیا، اور کہا! ہاشمی صاحب! میں بگڑا ہوا بھی ہوں اور گورنر بھی ہوں، ہال میں قہقہہ پڑا اور ہمارے وہ ساتھی جو ہمیں ہمارے جملوں کی وجہ سے متفکرانہ نظروں سے دیکھ رہے تھے قدرے مطمئن ہوئے کہ چلو بات مزاح میں ٹل گئی۔ دیوان کے بارے فرمایا، چھپ رہا ہے، آ رہا ہے، جا رہا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ہم سکون سے ان کی باتیں سنتے رہے کہ اقتدار کی غلام گردشیں نہ کبھی ہماری منزل تھیں اور نہ مقصود۔

تقریب ختم ہوئی تو تشریف لائے اور کہا سن لیا میں بگڑا ہوا بھی اور گورنر بھی ہوں۔ ہم نے عرض کی اچھا اسی لئے (ن) لیگ والے آپ کو بگڑا ہوا گورنر کہتے ہیں۔ چائے کی میز پر قہقہہ لگا۔ پنجابی میں کہا تم کسی وقت آؤ پھر تم سے بات کرتا ہوں۔ بات (ن) لیگ کی طرف چل نکلی، ان کے گرد صحافی اکٹھے ہو گئے، ہم چائے کی پیالی پی کر نکل آئے۔

جو لوگ سلمان تاثیر کو قریب سے جانتے ہیں یقیناً کہیں گے کہ وہ بہترین دوست، برملا دشمن اور نہایت بے باک لیڈر رہتے مگر دو تولے کی زبان کو کنٹرول میں رکھنا بالکل ایک الگ بات ہے۔ اس سارے واقعے میں اگر وہ مان لیتے کہ دیوان کی عدم دستیابی واقعی ایک کوتاہی ہے اور دوسرے یہ کہہ دیتے کہ ہاں میں بگڑا ہوا تھا مگر اب سدھر کر گورنری تک پہنچ گیا ہوں تم بھی خود کو سدھار لو تو بتایئے ہم کہاں کھڑے ہوتے۔

یہ دو تولے کی زبان کا کنٹرول، ماں کی گود اور اخلاقیات کے اسباق سے آتا ہے۔ اسی کنٹرول کے نہ ہونے نے پی پی پی اور ن لیگ کے درمیان عجیب رسہ کشی شروع کروا دی۔ (ن) لیگ میں بدزبان نابغہ روزگار لوگ موجود تھے۔ سو یہ بیان بازی اور لفظوں کی جنگ مزاح سے نکل کر پہلے میراث پن تک اور پھر اخلاقیات کی گراوٹ تک پہنچ گئی۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے پر کالعدم جہادی تنظیموں کی پشت پناہی کا الزام لگا۔ یہی بیان بازی میثاق جمہوریت کو لے ڈوبی۔ اسی نے گورنر راج نافذ کرایا۔ اسی زبان درازی نے دونوں پارٹیوں

کی سوچ کے دھارے پچھلی صدی کی آخری دہائی کی طرف موڑ دیئے۔ جہاں دونوں اطراف کے لوگ ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو گئے تھے۔ آہ یہ دو تولے کی زبان جس نے ایک بار پھر مل بیٹھنے کی آرزو کو اجاڑ دیا۔ امن کے متلاشی لوگوں میں حد تفریق قائم کر دی اور ایک ہی مذہب، نسل اور وطن کے لوگوں کے سوچ کی دھارے یکسر بدل کر رکھ دیئے۔ سو صاحب زبان کی کرشمہ بازی نے معاشرے کے سوچ کے دھارے بالکل واضح کر دیے ہیں۔ اب اور دھاروں میں صدیوں کے فاصلے ہیں اور ان میں زمین آسمان کا فرق ہے اور مشرق و مغرب کی دوری ہے۔ 4 جنوری کے بعد ملک کے قریباً سبھی دانشوروں کے کالم اور مضمون پڑھے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ ہم من حیث القوم تین واضح حصوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ ایک وہ جو ممتاز قادری کو غازی اور اپنا ہیرو مانتے ہیں۔ دوسرا حصہ وہ جو سلمان تاثیر کو اپنا شہید قرار دے رہے ہیں اور اسے انسانیت کی عظیم قربانی تصور کر رہے ہیں اور تیسرا طبقہ وہ ہے جو ذرا ذرا سا کچھ گومگو کی کیفیت میں کبھی ممتاز قادری کو عظمت کے مینار پر فائز کر دیتا ہے اور کبھی سلمان تاثیر کو مظلومیت کا نشان بتا رہا ہے۔

تینوں طبقوں کے کالم نگاروں اور دانشوروں نے فلسفے اور دلائل کا ڈھیر لگا دیا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی گلستان، مولانا روم کی مثنوی، بلھے شاہ، شاہ حسین، شاہ لطیف بھٹائی، سلطان باہو، بابا فرید الدین کے کلام کو اپنے اپنے زاویوں سے پیش کر رہے ہیں۔ ابن میمون (یہودی فلسفی اور ترجمہ نگار) کی بڑائیاں، ارسطو سے لے کر رسل تک کوئی حوالہ نہیں ہے جو بچا ہو۔ کوئی جہاں کی دانش نہیں ہے جو لکھنے والوں نے اپنے اپنے کلام اور دلائل میں نہ سموئی ہو۔

یاد رہے سلمان تاثیر کا قتل اِن الفاظ کا شاخسانہ ہے جو انہوں نے آسیہ بی بی کو بچانے کے لئے ادا کئے۔ اس کی رہائی کیلئے بیگم کے ساتھ جیل تک گئے اور کہا کہ نعوذ باللہ قانونِ ناموس رسالت انسان کا بنایا ہوا قانون ہے۔ یہ کالا قانون ہے، اسے بدلنا چاہئے، معاذ اللہ اس کیلئے بے گناہ موت کے گھاٹ اتارے جا رہے ہیں۔ دونوں اطراف کے چند دلائل پیش ہیں۔

روشن خیال طبقہ اور سول سوسائٹی کا وہ حصہ جو تاثیر کو شہید گردان رہا ہے کہ ایک انسان کا قتل انسانیت کا قتل ہے۔ عدم تشدد سے معاشرے پنپتے ہیں۔ قانون ناموس رسالت دورِ ضیاء کی نشانی ہے۔ آسیہ بی بی پر توہین رسالت محض الزام ہے۔ یہ سب مذہبی جنونیت اور انتہا پسندی ہے۔ اگر یہ قتل جائز ہے تو دہشت گردی میں جتنے لوگ مارے گئے ہیں وہ بھی شہید نہیں ہیں۔ جائز قتل ہوئے ہیں۔ یوں فردِ واحد اگر فیصلہ کرے گا تو ملک میں صرف انارکی ہوگی، جنگل کا قانون ہوگا۔ لہٰذا اس قانون میں ترمیم کے لئے شیری رحمٰن صاحبہ نے اسمبلی میں بل پیش کر دیا تھا۔ ہاں بس اس میں فلسفیوں کے نام اور مختلف واقعات اور اشعار ڈال لیجئے گا۔

ادھر ممتاز قادری کو پھولوں سے لادنے والوں کا خیال ہے کہ یہ قتل عین حق تھا، قانون ناموس رسالت ﷺ ضیاء الحق کے دور میں نافذ العمل ہوا۔ موجود تو پہلے دن سے ہے اور خلفائے راشدین کے ادوار سے ہی قابل گردن زدنی فعل ہے۔ کسی بھی گستاخ رسول کو قتل کرنا ایمان کا پہلا درجہ ہے۔ ملک میں کیونکہ اسلامی ریاست نہیں۔ حکمران باشرع نہیں اور ملک میں انگریز کا قانون نافذ ہے لہٰذا شاتم رسول بچ نکلتے ہیں۔ آسیہ بی بی نے ٹی وی چینلز پر بیٹھ کر کہا کہ ہاں مجھ سے غلطی ہوگئی ہے مجھے معاف کر دیں۔ اس جرم کی قبولیت کے بعد معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پھر گورنر کا آسیہ بی بی کے لئے جیل جانا اور اس قانون کے بارے میں گفتگو کرنا اس کو جھٹلانا سب ہی ان کے قتل کی تائید کرتے ہیں۔ دونوں اطراف سے ریلیاں نکل رہی ہیں اور بیانات اور دلائل داغے جا رہے ہیں۔

اگر ٹھنڈے دل سے غور کریں، تعقل کی میزان پر پرکھیں تو آپ کو اکثر باتیں ہر دو اطراف کی درست نظر آئیں گی اور آپ کنفیوژ ہو جائیں گے۔ یہ تیسرا طبقہ ہے جو خوفزدہ بھی ہے اور سچ مچ سمجھ نہیں پا رہا ہے کہ کیا کرے۔ عجیب کرب کی کیفیت ساری قوم پر طاری ہے۔ دو تولے کی زبان نے معاشرے کو کئی دھاروں میں بانٹ کر آتش فشاں کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔ جو کسی بھی وقت پھٹے گا اور اپنے ساتھ بہت کچھ جلا کر اور بہا کر لے جائے گا۔

ہمارے نزدیک اس کا حل صرف اور صرف وہ ہے جو آقا و مولا ﷺ نے چودہ سو سال

پہلے عطاء کردیا تھا۔ اور یہ ایم ڈی تاثیر کا دیوان نہیں جو مارکیٹ میں دستیاب نہیں ہوتا ہے۔ یہ مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ ہماری مراد قرآن مجید سے ہے اور دوسری بات آقا ﷺ کی حیات طیبہ اور صحابہ کرام کی آپ سے عقیدت اور محبت کا اظہار ہے۔

مغرب سے، مغرب زدوں سے اور ان کے جو خود کو روشن خیالی کی غلط اصطلاح کے زعم میں خود کو جدیدیت کے علمبردار سمجھتے ہیں صرف اتنی گزارش ہے کہ قرآن پاک کو پڑھ کر اس پر ذرا سا غور فرمائیں تو انہیں اندازہ ہوگا کہ مسلمانوں کے پیغمبر اور دیگر ادیان کے پیغمبروں اور رہبروں میں بنیادی فرق، ادب، احترام اور والہانہ عقیدت و محبت کا ہے۔ کسی اور پیغمبر سے خدا نے نہیں کہا کہ میرے محبوب میں نے یہ کائنات تیرے لئے بنائی ہے۔ اور یہ بھی آپ ﷺ کی شان ہے کہ دنیا کی ہر چیز مال و دولت، اسباب حتیٰ کہ آل اولاد سے بڑھ عزیز نہ جانو۔ بے شمار ایسی باتیں جن سے مسلمانوں کا آقا و مولا سے بندھن انتہائی محبت اور انتہائی عظیم ہو جاتا ہے۔ آپ کی محبت اور شفاعت ہی مسلمان کی دنیا بھی ہے اور دین بھی، بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

سو عیسائی اور یہودی اور دیگر بھی اپنے رہبروں کے کارٹون بھی بنا لیتے ہیں۔ تمسخر بھی کر لیتے ہیں جبکہ مسلمانوں کے لئے یہ موت کا مقام ہے کہ اس کے دامن سے آقا و مولیٰ ﷺ کی عقیدت و محبت نکال دو تو وہ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ مسلمان نہیں۔ رہی بات قانون کی تو گزارش ہے کہ یہ پہلے دن سے موجود ہے۔ ہاں نافذ العمل ضیاء دور میں ہوا۔ اسماعیل قریشی مرحوم اور ہمارے انتہائی محترم دوست ظفر علی راجا نے اس کی نوک پلک سنوار کر اسے قانون کی شکل میں لاگو کروا دیا۔ شیری رحمٰن نے جو ترمیمی بل پارلیمنٹ میں پیش کیا۔ بہتر نہ ہوتا کہ ظفر علی راجا اور ایسے ہی دوسرے صاحب بصیرت قانون دانوں سے مشورہ کر لیا جاتا مگر کرے کون، جدیدیت کے بخار نے ترسرسام کی سی کیفیت پیدا کر دی، ہذیان کبھی بھی کہیں بھی۔

یہ درست ہے کہ اس قانون کو بنیاد بنا کر کچھ بے گناہ لوگوں کے ساتھ ظلم کیا گیا مگر اسکا سبب آپ ﷺ کی عظمت و ناموس یا یہ قانون نہیں بلکہ وہ ذہن وہ ہاتھ ہیں جنھوں نے اس

قانون کا ناجائز استعمال ذاتی وجوہ کی بناء پر کیا۔

ادھر علماء کرام کا یہ حال ہے کہ کچھ اسی کو قتل اور کچھ شہادت قرار دے رہے ہیں، کچھ جنازہ پڑھانے سے انکاری تھے تو کسی نے منہ ڈھانپ کر جنازہ پڑھوایا۔ ان علماء کرام سے دست بستہ گزارش ہے کہ خدارا مل کر بیٹھ جایئے اور طے کر دیجئے کہ یہ قتل تھا یا شہادت اور یہ بھی واضح کر دیں کہ ایک آئینی حکومت میں فرد واحد کا یہ فعل کس حد تک قانونی و شرعی ہے۔ یہ بھی فیصلہ کیجئے کہ روشن خیال مسلمان کیا ہے اور انتہا پسند مسلمان کیا ہے اور صرف مسلمان کس کو کہتے ہیں۔

علماء کرام اور حکومت مل کر بیٹھیں تو یہ فیصلہ ایک ہی بار کر دیں کہ اس سارے معاملے میں غلط کیا ہے صحیح کیا ہے۔ اس سے پہلے یورپ میں کارٹون چھپتے ہیں، ہم ریلیاں نکالتے ہیں، اب وطن عزیز میں ایک عمل بھی ہوا اور رد عمل بھی ہوا۔ تو پہلے اپنا گھر تو ٹھیک کر لیں کہ غیروں کی حرکتوں اور کمینگیوں کا جواب زیادہ موثر انداز میں دے سکیں۔ کریں فیصلہ روشن خیال کون ہے، انتہا پسند کون ہے اور کیا یہ دونوں اس شخص سے بہتر ہیں جو اپنے آپ کو صرف مسلمان کہتا ہے۔ اس یقین کے ساتھ کہ نبی کریم ﷺ کیلئے میرے مال اسباب، جان و مال، آل اولاد سب آپ پر قربان، آپ کی حرمت پر قربان، آپ کے نام مبارک پر قربان، آپ کے قدموں کی دھول پر قربان کہ نبی کریم ﷺ تو اول و آخر اللہ کے بعد آپ ﷺ ہمارا سہارا ہیں۔ آپ ﷺ ہمارا ہی وسیلہ ہیں۔

خدارا جڑ بیٹھیے، کھوج نکال لیجئے کہ کون کیا ہے؟ اس سے پہلے کہ آتش فشاں پھٹے اور کچھ باقی نہ بچے۔ ایک دوسرے کے چہروں کو پہچان لیجئے کہ ہمیں اپنی گواہیاں بھی تو خود ہی دینا ہوں گی۔

(8,7 جنوری 2011ء روزنامہ الشرق لاہور)

☆☆☆☆☆

اٹانوالی کی آسیہ کا معاملہ

پروفیسر فضل حسین اعوان

اٹانوالی کی آسیہ کا معاملہ انسانی حقوق کا ہوتا تو اسلام سے بڑا کوئی مذہب انسانی حقوق کا علمبردار نہیں۔ دین حق کے پیروکار اور انسانیت کے محسن حضور ﷺ کے نام لیوا آسیہ کی مدد کو پہنچ جاتے۔ ایک خاتون پر ظلم تو دور کی بات اس کی طرف اٹھنے والی انگلی بھی حضور ﷺ کے امتیوں کے لیے نا قابل برداشت ہوتی۔ یہاں تو ایک خاتون کی جان داؤ پر لگی ہوئی ہے اب کچھ لوگ آسیہ کو پھانسی کے پھندے سے اتار لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کچھ تو اس قانون کا ہی خاتمہ چاہتے ہیں جس کے تحت آسیہ کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ کیا یہ لوگ جذبہ صادق کے تحت ایسا کر رہے ہیں۔ ان کو انسانی حقوق نے ایسا کرنے پر آمادہ کیا یا یہ دین میں جدت پسندی کو در لانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ یہ تو طے ہے دین اسلام میں رہنا ہے تو خود کو اس کے مطابق ڈھالنا ہوگا۔ دین کو اپنی خواہشات کے مطابق قطعاً قطعاً نہیں بدلا جا سکتا۔ اگر کسی کے اندر یہ احساس جاگزیں ہو گیا ہے کہ اسے مسلمان گھرانے کے اندر پیدا نہیں ہونا چاہئے تھا تو وہ اس کا ازالہ اور مداوا آج بھی کر سکتا ہے۔ کہ وہ دین اسلام چھوڑ جائے۔ دین چھوڑنے کے بعد معمولی سی قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ اپنے سر کی صورت میں۔ آئیں میدان میں اور اپنے باطن کا کھل کر اظہار فرما دیں۔

آسیہ کا معاملہ صرف پانی تک محدود نہیں۔ پانی کی بات ہوتی ہے تو ہم مسلمانوں کے دل پسیج جاتے ہیں ہمیں واقعہ کربلا یاد آ جاتا ہے کوئی مسلمان کسی دوسرے انسان کو پیاسا نہیں دیکھ سکتا۔ آسیہ کو کسی نے پانی پینے سے منع نہیں کیا۔ وہ مسلمان خواتین کے ساتھ کھیت میں

فالسہ توڑ رہی تھی اس نے مسلمان خواتین کو پانی پلانا چاہا تو انکار پر آگ بگولا ہوگئی۔ پانی نہ پینے کی وجہ آسیہ کا عیسائی اور دیگر خواتین کا مسلمان ہونا تھا۔ آسیہ نے اس موقع پر جو کچھ کہا وہ تھانہ ننکانہ صاحب میں درج ہونے والی ایف آئی آر میں موجود ہے۔ یہ ایف آئی آر میرے سامنے ہے۔ آسیہ نے جو کچھ کہا وہ لکھنے سے قلم لرزاں ہے۔ اس نے حضور ﷺ کی بیماری انتقال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بارے میں انتہائی گستاخانہ اور توہین آمیز ریمارکس دیئے۔ ملعونہ نے شان رسالت میں جو کچھ کہا میں نے زندگی میں ایسا پہلی بار پڑھا یا سنا ہے۔ جو لوگ مسلمان ہونے کے باوجود آسیہ کی وکالت کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ آسیہ نے کیا کہا؟ اگر معلوم نہیں تو ایف آئی آر منگوا کر پڑھ لیں۔

معزز شہری حضرات اور ایس پی شیخوپورہ سید محمد امین کی موجودگی میں آسیہ نے اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے معافی مانگی 19 جون 2009ء کو آسیہ پر مقدمہ درج ہوا اس کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد نوید اقبال ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ صاحب نے 11 نومبر 2010ء کو ملزمہ کو سزائے موت کا حکم سنایا۔ گورنر پنجاب جیل میں جا کر آسیہ سے ملے اور کہا کہ ان کی تحقیق کے مطابق آسیہ بے گناہ ہے۔ جس مقدمے کے فیصلے میں ڈیڑھ سال لگ گیا گورنر صاحب نے ایک دن کی تحقیق سے اسے غلط قرار دے کر اپنے فیصلے کو مبنی بر حقیقت قرار دے دیا کیوں نہ فوری اور سستے انصاف کیلئے سارے مقدمات گورنر صاحب کو ریفر کر دیئے جایا کریں۔ چیف جسٹس سپریم کورٹ اور وکلاء اس پر غور فرمائیں۔ فوری سستے انصاف کے خواہش مند مدعی براہ راست گورنر سے رجوع کر لیا کریں۔

گورنر نے ''تحفظ ناموس رسالت'' قانون کو کالا قانون قرار دیا ان کی دیکھا دیکھی مغربی ممالک کی پروردہ این جی اوز نے بھی ''تحفظ ناموس رسالت'' قانون کے خاتمے کا مطالبہ کر دیا۔ کئی پھپھے کٹنی قسم کی عورتوں نے اپنے جیسی کے توسط سے تحفظ ناموس رسالت قانون میں تبدیلی کا بل قومی اسمبلی میں جمع کرا دیا۔ پاکستان میں اگر کسی بات پر اتفاق ہے تو عظمت ناموس رسالت پر۔ توہین رسالت کی سزا موت ہے'' اس سے کسی مسلمان کو اختلاف نہیں۔

اس قانون کا خاتمہ تو کجا اس میں تبدیلی پر بات سننے پر بھی مسلمان تیار نہیں یہ پارلیمنٹ میں بھی لے جایا گیا تو حشر ''این آر او'' جیسے بل سے بھی بھیانک ہوگا۔ ویسے بھی وزیر قانون بابر اعوان نے کہہ دیا ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے ''تحفظ ناموس رسالت'' قانون میں تبدیلی و ترمیم نہیں ہوسکتی۔ ہمیں بابر اعوان کی صلاحیتوں پر مکمل بھروسا ہے۔ انہوں نے تو سوئس کیسز اوپن نہیں ہونے دیئے ان کیسز میں قوم تو کیا خود ان کا اپنا ضمیر بھی ان کے ساتھ نہیں۔ ''تحفظ ناموس رسالت'' پر تو پوری قوم چند شطونگڑوں اور شطونگڑیوں کے سوا ان کے ساتھ ہے اور پھر پارلیمنٹ میں بھی محبانِ رسول بیٹھے ہیں۔ قوم فکر نہ کرے۔ ناموس رسالت قانون ختم ہوگا نہ اس میں تبدیلی ہوگی۔ بالفرض ایسا ہو بھی گیا تو ایسا کرنے والے غازی علم دینؒ کی غیرت کو خود آواز دیں گے۔

(ماہنامہ جہانِ رضا جنوری ۲۰۱۱ء)

•••-----•••-----•••

شانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر محمد یوسف عرفان

خداسب کے پاس ہے۔ محمدؐ فقط امت مسلمہ کے پاس ہیں۔ مسلم اور غیر مسلم کا امتیاز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں مسلمان وہ ہے جو محمدؐ اور آپؐ کے خدا یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا اعلان اپنی زبان سے کرتا ہے اور یہ اعلان حلق سے نیچے نہیں جاتا اور ایسا مسلمان قول وفعل اور دل ودماغ کے تضاد سے باہر نہیں نکلتا جبکہ وہ مسلمان جو دل ودماغ اور زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا اعلان اور اعتراف کرتا ہے، وہ صاحب ایمان کہلاتا ہے۔ قرآن وسنت صاحب ایمان کیلئے راہ ہدایت ہے۔ وگرنہ ایمان سے محروم مسلمان کیلئے بھی یہ سب کچھ بے معنی ہے۔ ایمان عمل کا نام ہے علم کا مقام نہیں جس طرح دین کا علم مسلمانوں کے پاس ہے اسی طرح کفار ومشرکین یعنی ہنود ویہود اور صلیبی اتحادی ممالک کے پاس بھی ہے۔ لارنس آف عریبیہ قرآن وسنت کے علوم کا ماہر تھا، مگر عمل اور ایمان سے محروم تھا۔ عمل، ایمان اور محبت کا انعام ہے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ قرآن کے قاری ایسے احباب بھی ہیں جن پر قرآن لعنت بھیجتا ہے۔

حکیم الامت حضرت علامہ اقبال نے مسلمانوں کے اللہ پر ایمان اور محمد مصطفیٰ سے محبت اور جانثاری کی کیفیت پر رشک کرتے ہوئے غازی علم الدین شہید کے عمل کو سراہا اور فرمایا تھا کہ

”ترکھاناں دا پتر بازی لے گیا۔“

اسی فرطِ محبت وعقیدت میں حضرت علامہ نے انگریز سرکار سے اجازت لی کہ غازی علم دین شہید کو قبرستان میانی صاحب لاہور میں دفنایا جائے۔انہوں نے بیماری کے باوجود، ریلوے سٹیشن پہنچ کر غازی علم الدین شہید کی میت کا استقبال کیا اور اپنے ہاتھ سے لحد میں اتارا۔قرآن نے اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اطاعت الٰہی قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ روز محشر مسلمانوں کے اعمال اللہ تعالیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحب ایمان لوگ دیکھیں گے۔

مقام رسالت مآب کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے محمد مصطفیٰ کا نام، مقام اور ذکر بلند کر دیا ہے اب زمین و آسمان کی تمام بلندیوں سے بلندتر ذکر محمدؐ ہے اور مسلمان کی علمی، عملی، فکری اور روحانی معراج بھی اسم محمد ﷺ میں پنہاں ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے

اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰؐ کی محبت کو ایمان کا اعلیٰ ترین مقام قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اے مسلمانوں تمہارا ایمان اس وقت مکمل ہو گا جب تم اپنے بچوں، بچیوں اور پیشہ وارانہ صلاحیتوں یعنی سرکاری وغیرہ سرکاری ملازمتوں سے محمد مصطفیٰ کی محبت کو عزیز تر رکھو گے۔ امت مسلمہ غربت، مہنگائی اور بیروزگاری کا شکار ہے نیز کفار و مشرکین کے گولہ بارود کی آہنی بارش سے مر رہی ہے اور مالدار مسلمان کفار و مشرکین کے بنکوں میں اپنا مال جمع کرنے اور سود کھانے میں مصروف ہیں جبکہ انکے بال بچے اور اثاثے انہی کفار و مشرکین کے ملکوں میں ہیں۔ایسے سود خور اور لوٹ کھسوٹ سے مال جمع کرنے والے مقتدر مسلمانوں کا ایمان ناقص اور نامکمل ہے۔

مسلمان وہ ہے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہے اور اپنے دیگر مسلمان بھائیوں کو اپنی زبان، مال عمل اور منصب کے شر سے محفوظ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کا بہترین فرد آپ ﷺ سے محبت کو بہترین عمل اور آپ ﷺ سے محبت کرنے والی قوم کو بہترین امت قرار دیا ہے۔اللہ رب العالمین ہیں اور محمد مصطفیٰ ﷺ رحمت العالمین

ہیں۔آپؐ سے محبت کے ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں کہ خود اللہ اور اسکے فرشتے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجتے ہیں۔ نیز تمام حجر، شجر، حشرات اور کوہ و دمن درود و سلام بھیجتے ہیں اور درود و سلام کو مسلمان کیلئے بہترین عمل قرار دیا ہے۔اللہ تعالی نے اسم محمد کی تجلیات اور برکات کیلئے درود و سلام کو پنجگانہ فرض نماز اور دیگر نفلی نماز کا حصہ بنا دیا ہے۔اسی لئے مولانا ظفر علی خان نے فرمایا تھا کہ۔۔۔

نماز اچھی حج اچھا روزہ اچھا زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

شان رسالت مآب کی اسی کیفیت کو حضرت علامہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نارسیدی تمام بو لہبی است

دین مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے شعور اور ادراک کا نام ہے اگر کوئی شان رسالت مآب ﷺ سے نا آشنا رہتا ہے تو اس کا مقام اور انجام ابولہب اور ابوجہل کی صف میں ہے۔ جس کے بارے میں باری تعالیٰ فرماتا ہے ہیں کہ محمد کے دشمن بے نام و نشان رہے ہیں گے اور آپ ﷺ کا نام اور مقام ارفع و اعلیٰ رہے گا۔

قران کی نص ہے کہ اپنی آواز کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند تر نہ کرو اور نہ ہی محمد مصطفیٰ ﷺ کے گھر کے قریب بلند آواز سے باتیں کرو۔اسی طرح ہجو گو شعراء کا جواب دینے کا حکم ہوا۔قرآن میں مرقوم ہے آپ کی عام گفتگو بھی اللہ کی طرف سے القاء ہوتی ہے۔

وما ینطق عن الھویٰ

؎ ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

(11 جنوری 2011ء روزنامہ نوائے وقت)

سلمان تاثیر کا قتل یا شہادت؟

آفتاب کبیر (کالم نگار روزنامہ الشرق)

ہم سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے کہ اچانک کسی نے ہماری توجہ بریکنگ نیوز کی طرف دلائی۔ جو کہ کہسار مارکیٹ اسلام آباد میں سلمان تاثیر پر فائرنگ کے واقعے کے متعلق تھی ابھی اس خبر کو چند منٹ ہی گزرے تھے کہ تمام چینلز نے ان کی ہلاکت کی تصدیق کر دی۔ گورنر پنجاب کو جس شخص نے قتل کیا تھا اس کا تعلق گورنر پنجاب کے سیکیورٹی سٹاف سے تھا۔ جن کا نام ملک ممتاز حسین قادری ہے۔ بعد میں خود کو پولیس کے حوالے کرنے کے بعد انہوں نے کہا کہ چوں کہ گورنر پنجاب نے قانونِ توہینِ رسالت کو کالا قانون کہا تھا اس وجہ سے انہوں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اس واقعے کی تھوڑی دیر کے بعد رحمان ملک صاحب نے گورنر پنجاب کی ہلاکت کو شہادت کہا۔ جس کے بعد کئی وزراء بھی یہی کہتے ہوئے سنے گئے اور میڈیا بھی سلمان تاثیر کو شہید کہہ رہا تھا۔ ہر ایک نے بہ امر مجبوری اپنی وفاداری ظاہر کرنی تھی حکومت کے ساتھ۔ اگر شہادت سے بڑا درجہ بھی ہوتا تو یقیناً یہ وہ بھی دے دیتے۔ کسی نے اسے بھٹو کا قتل کہا، کسی نے پی پی پی کا قتل کہا۔ کسی نے سیاسی قتل کہا، الغرض جس کے منہ میں جو آیا اس نے کہہ دیا۔ چاہے وہ سیاسی اداکار تھے یا میڈیا کے کردار تھے۔

سارا کا سارا میڈیا، نامور، اینکرز اور نام نہاد سیاستدان جو سیاسی بصیرت سے تو بے بہرہ ہیں ہی، شریعت کی بھی الف ب سے واقف نہیں ہیں اور بولتے اس طرح ہیں جیسے وقت کے بہت بڑے امام ہیں یا وقت کے مجدد ہیں۔ یہ لوگ مختلف پروگراموں میں ایسا ہی تاثر دے

رہے تھے اور بضد دکھائی دیتے تھے۔ یہ ثابت کرنے میں کہ یہ دہشت گردی کا واقعہ ہے ٹارگٹ کلنگ ہے، انتہاپسندی ہے وہ مصر نظر آرہے تھے کہ ثابت کریں کہ ممتاز قادری نے قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ کسی نے اتنی زحمت گوارہ نہیں کی کہ قتل کے اس واقعے کو سیاق وسباق کے ساتھ دیکھنے کی کوشش کرتا۔ ان اصل محرکات کو جاننے کی کوشش کرتا۔ سلمان تاثیر نے توہین رسالت کے قانون کے متعلق کسی دیدہ دلیری کے ساتھ اپنے ریمارکس دیے تھے سلمان تاثیر نے کہا تھا کہ توہین رسالت انسان کا بنایا ہوا قانون ہے اس میں تبدیلی ممکن ہے اور یہ کالا قانون ہے۔ کیا سلمان تاثیر کا توہین آمیز لہجہ اور الفاظ قابل مذمت نہیں تھے یہ اصل وجوہات کسی کو نظر نہیں آرہی تھیں۔ کیا توہین رسالت کا قانون انسان کا بنایا ہوا ہے؟ ہر نام نہاد مبصر اس واقعے کو دہشت گردی اور انتہاپسندی کے ساتھ جوڑ رہا تھا۔

ایک نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ حکومت کا کام ہے ایسے عناصر کا سر کچل دے۔ اس طرح سے تجزیہ کرنا شاید ان کی مجبوری ہوگی کیوں کہ جو جتنا بڑا اور نامور ہو جاتا ہے وہ ہر مسئلے پر کھل کر بات تو کر سکتا ہے لیکن توہین رسالت کے معاملے پر ان کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں ان کی زبانیں، ان کے فہم وادراک انکا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ انہیں مصلحت پسندی یاد آجاتی ہے جو جتنی بڑی مسند پر بیٹھا ہے وہ اتنا ہی بڑا مصلحت پسند ہوگا۔

کئی حلقے حکومت کو توہین رسالت کے قانون کو چھیڑنے سے منع کر رہے تھے اور کر رہے ہیں لیکن لگتا یہی ہے کہ حکومت پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کا گورنر توہین رسالت کی نظر ہو جانے کے بعد بھی نہیں سمجھ رہی ہے تو پھر عین ممکن ہے کہ موجودہ حکومت بھی توہین رسالت کی نظر ہو جائے۔ اگر خسرو پرویز ہلاک ہوسکتا ہے اور اس کی سلطنت وحکومت جا سکتی ہے تو یہ بھی عین ممکن ہے کہ پی پی پی کی حکومت بھی ختم ہو جائے!! اللہ کا رسول ﷺ کوئی مذاق تو نہیں ہے کہ جس کا جب دل چاہے جہاں دل چاہے وہ زبان درازی شروع کر دے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ ہر صدی کا کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے اور یہ اس صدی کا فتنہ عظیم ہے، اس فتنے سے نمٹنے کے لئے ہم مسلمان قانون سازی نہیں کریں گے تو کیا غیر مسلم کریں گے؟

مسلم ہو یا غیر مسلم، اسے شان رسالت ﷺ کے متعلق بات کرنے سے پہلے سوچنا چاہئے کہ اگر یہ قانون ختم کر دیں تو اللہ کا رسول ﷺ کی توہین کرنا (نعوذ باللہ) لوگ مذاق سمجھیں گے۔ ہر کوئی آپ ﷺ کی ذات اقدس کو نشانہ بنانا شروع کر دے گا۔ یہود و نصاریٰ تو یہی چاہتے ہیں اور وہ آئے روز اس طرح کا اظہار کبھی فلم بنا کے، کبھی کارٹون کی صورت میں، کبھی فیس بک پر مقابلہ منعقد کرا کے کرتے رہتے ہیں۔ پھر مسلم ممالک میں بھی یہ روایت چل نکلے گی۔ ان حالات میں سب سے زیادہ روشن خیال وہ ہوگا جو اللہ کے حبیب ﷺ پر سب سے زیادہ گستاخی کرے گا۔ (نعوذ باللہ) یوں اسے آزادی رائے کہا جائے گا۔

لیکن ایسے کسی قانون کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ جس سے توہین رسالت کی راہ نکلتی ہو۔ اس طرح کے اقدامات سے معاشرے کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ جو خبیث ذہن گندی سوچ رکھتے ہیں ان کی ناپاک زبانیں بند ہو جاتی ہیں جو شان رسالت ﷺ میں گستاخی کرنا چاہ رہے ہوتے ہیں، وہ بولتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ اگر یہ ڈر اور خوف معاشرے سے ختم ہو جائے یا ختم کر دیا جائے تو جس کا جب دل چاہے گا نام نہاد آزادی رائے (توہین رسالت) کا اظہار شروع کر دے گا۔ لیکن خبردار کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اللہ کے حبیب ﷺ کی شان میں گستاخی کرے۔ چاہے وہ کوئی بھی ہے یا اس کا کوئی بھی مقام و مرتبہ ہے۔

میڈیا اور حکومت جس طرح ملک ممتاز قادر کو قاتل، ظالم، قانون ہاتھ میں لینے والا، جنونی، انتہا پسند اور مجرم پیش کر رہی ہے۔ اسی طرح سلمان تاثیر کو شہید، مظلوم اور بے قصور قرار دے رہی ہے اگر ایسا ہی ہے تو پھر ہمیں علم الدین غازی، عامر عبدالرحمٰن چیمہ کو بھی قاتل، انتہا پسند اور مجرم کہنا پڑے گا۔ جب کہ دوسری طرف راج پال اور جرمنی کے ایک توہین رسالت کے مرتکب اخبار کے ایڈیٹر کو مظلوم، شہید اور بے قصور کہنا ہوگا۔

جو اٹھائے انگلی ناموس شہِ ابرار پر — لعنت ایسی بے لگام آزادیٔ اظہار پر
پھر بھی ناموسِ رسالت پہ نہ آنے دیں گے آنچ — گو ہمیں لٹکا دیا جائے صلیب و دار پر

(روزنامہ الشرق انٹرنیشنل، ہفتہ 8 جنوری 2011ء)

گورنر پنجاب کا قتل.... اصل محرکات پر توجہ دی جائے

محمد احمد ترازی

4 جنوری 2011 کی سہ پہر گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو اسلام آباد کی کوہسار مارکیٹ کے قریب اُس وقت ایلیٹ فورس کے ایک گارڈ ملک ممتاز حسین قادری نے قتل کر دیا، جب وہ ایک ریستوران سے کھانا کھا کر اپنی گاڑی میں سوار ہو رہے تھے، میڈیا رپورٹ کے مطابق ایلیٹ فورس کے اہلکار نے گورنر پنجاب کو 27 گولیاں ماریں، پھر اپنی گن زمین پر رکھ کر خود کو گرفتاری کیلئے پیش کر دیا، گورنر پنجاب کو قتل کرنے والے گارڈ ملک ممتاز حسین قادری کا کہنا تھا کہ سلمان تاثیر نے توہین رسالت کے قانون کو کالا قانون کہا تھا، وہ توہین رسالت ﷺ کے مرتکب ہوئے، اُن کی گستاخ رسول آسیہ مسیح کے ساتھ ہمدردی اور پھانسی سے بچانے کی کوشش پر مجھے شدید رنج پہنچا تھا، اس لئے میں نے گورنر کے قتل کا منصوبہ بنایا، مجھے اپنے کئے پر کوئی ندامت نہیں، گارڈ ملک ممتاز حسین قادری کا یہ بھی کہنا تھا کہ اُس کا کسی تنظیم سے کوئی تعلق نہیں، اُس نے غلامی رسول ﷺ میں یہ خون کیا ہے کہ سرکار ﷺ مجھے اپنی غلامی میں قبول کرلیں۔ موقع پر موجود ایک عینی شاہد کے مطابق ملک ممتاز حسین قادری نے سلمان تاثیر کو مارنے کے بعد اللہ اکبر، کا نعرہ لگایا اور گن زمین پر رکھتے ہوئے کہا کہ یہ شخص گستاخ رسول تھا اسی لئے واجب القتل تھا، گستاخ رسول کی یہی سزا ہے، موقع پر موجود سب لوگ دیکھ لیں کہ میں نے گورنر کے علاوہ کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچایا۔

سب جانتے ہیں کہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے 20 نومبر 2010 کو توہین رسالت

کی مرتکب آسیہ مسیح سے شیخوپورہ ڈسٹرکٹ جیل میں ملاقات کی تھی اور آسیہ مسیح کے ہمراہ پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ بے گناہ ہے اور وہ صدر سے آسیہ مسیح کی سزا معاف کرانے کی سفارش کرینگے، جبکہ آسیہ مسیح کو توہین رسالت کے جرم میں ننکانہ صاحب کی مقامی عدالت سزائے موت سنا چکی ہے، سلمان تاثیر کی جانب سے یہ کہنے کے بعد کہ وہ صدر زرداری سے آسیہ مسیح کو معاف کرنے کی درخواست کریں گے، مذہبی رہنماؤں نے گورنر پنجاب کو گستاخ رسول قرار دیا تھا، سلمان تاثیر نے جیل میں آسیہ سے ملاقات کے بعد میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ آسیہ مسیح غریب اور اقلیتی برادری سے تعلق رکھتی ہے، اُس کی سزا معاف کر دینی چاہیے، اُن کا کہنا تھا کہ آسیہ مسیح نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ اُس نے اسلام یا حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے، بلکہ انہوں نے الزام لگایا کہ دیہاتیوں نے آسیہ کے ساتھ زیادتی کرنے اور گلیوں میں گھسیٹنے کیلئے گھر تک اُس کا پیچھا بھی کیا ہے، سلمان تاثیر کا کہنا تھا، کہ وہ عدالتی کاروائی میں مداخلت نہیں کرنا چاہتے، تاہم وہ ہر ممکن کوشش کریں گے کہ آسیہ کو اس جرم میں سزا نہ ملے جو اُس نے کیا ہی نہیں۔

اس گفتگو کے دو دن بعد ایک نجی ٹی وی چینل کو انٹرویوں دیتے ہوئے انہوں نے کہا تھا کہ پاکستان کا ''توہین رسالت قانون'' انسان کا بنایا ہوا ہے، خدا کی طرف سے نہیں ہے، انہوں نے الزام لگایا کہ اُن کی آسیہ مسیح کے ساتھ ملاقات کو مذہبی رہنماؤں کی جانب سے سیاسی رنگ دیا جا رہا ہے تاکہ عوام کو اُن کے خلاف کیا جا سکے، اُن کیلئے یہ ایشو اس حوالے سے اہم ہے کہ توہین رسالت قانون پر نظر ثانی کی جائے، انہوں نے کہا کہ میں نے جامع تحقیقات کرائی ہیں، جس سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ آسیہ کے خلاف اس قانون کا غلط استعمال کیا گیا ہے، یہ بات بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ سلمان تاثیر نے توہین رسالت کی مرتکب آسیہ مسیح کے حق میں ایک سے زیادہ بیانات جاری کیے، اُن کے اس طرز عمل پر عوام اور دینی حلقوں میں شدید غم و غصے کی کیفیت پائی جاتی تھی، اسی وجہ سے وہ دینی اور مذہبی حلقوں میں متنازعہ شخصیت بن کر ابھرے تھے۔

گورنر سلمان تاثیر کے اسلام اور اسلامی تعلیمات کے خلاف انہی متنازعہ اور دل آزار خیالات اور آسیہ مسیح سے ملاقات کے بعد مذہبی رہنماؤں نے انہیں شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ اگر صدر نے توہین رسالت کی ملزمہ کو معافی دی تو اُن کے خلاف ملک بھر میں شدید احتجاج کیا جائے گا، توہین رسالت قانون کی حامی مذہبی جماعتوں کے اتحاد، تحریک ناموس رسالت ﷺ نے تو صدر زرداری سے توہین رسالت قانون کے خلاف سخت بیانات دینے پر گورنر پنجاب کو برطرف کرنے کا مطالبہ بھی کیا اور 31 دسمبر 2010 کی تاریخی ملک گیر ہڑتال کر کے ثابت کر دیا کہ مسلمانان پاکستان کیا چاہتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ حضور ختمی المرتبت ﷺ کی عزت و ناموس پوری کائنات کے لئے سرمایۂ حیات ہے، اس قیمتی متاع کا تحفظ ہر مسلمان اپنی جان سے زیادہ ضروری سمجھتا ہے، دنیا بھر کے مسلمان بلاتفریق رنگ و نسل اور زبان علاقہ اس معاملہ میں بنیان مرصوص کی طرح ہیں، کیونکہ یہی اُن کے ایمان کا تقاضہ ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ والہانہ عشق کے تقاضے کے حوالے سے وہ ناموس رسالت ﷺ کے مسئلے میں انتہائی جذباتی نظر آتے ہیں، اور آخر کیوں نہ ہوں کہ ایک پکا اور سچا مسلمان اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کر ہی نہیں سکتا، ایک مسلمان اپنے آقا و مولا ﷺ کے نام و ناموس پر مر مٹنے اور اُس کی خاطر دنیا کی ہر چیز قربان کرنے کو اپنی زندگی کا ماحصل سمجھتا ہے، ہماری اس بات پر تاریخ کی کسی جرح سے نہ ٹوٹنے والی ایسی شہادتیں موجود ہیں جو ایک مسلمہ حقیقت بن چکی ہیں، تاریخ گواہ ہے کہ جہاں بھی مسلمانوں کو اقتدار حاصل رہا وہاں کی عدالتیں شاتمان رسول ﷺ کو سزائے موت کا فیصلہ سناتی رہیں، لیکن اس کے برعکس جب کبھی یا جہاں کہیں اُن کے پاس حکومت نہیں رہی، وہاں جانثاران تحفظ ناموس رسالت ﷺ نے غیر مسلم حکومت کے رائج قوانین کی پرواہ کیے بغیر گستاخان رسول ﷺ کو کیفر کردار تک پہنچایا اور خود ہنستے ہوئے تختہ دار پر چڑھ گئے۔

یہی وہ حقائق ہیں جس کی وجہ سے اسلام کے نام پر معرض وجود میں ۔ نے والے

پاکستان کے مسلمان ناموس رسالت کے حوالے سے بہت حساس واقع ہوئے ہیں ور نبی مکرم ﷺ کی شان میں ادنیٰ سے ادنیٰ گستاخی کو بھی ہرگز برداشت کرنے کو تیار نہیں ہیں، ایک مسلمان اس حوالے سے کس قدر جذباتی ہوتا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جرمنی میں جب ایک شخص نے خاکوں کی صورت میں توہین رسالت ﷺ کی جسارت کی، تو وہاں زیر تعلیم راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے عامر چیمہ نے اُس پر قاتلانہ حملہ کیا، لیکن وہ بال بال بچ گیا، جس کے بعد عامر چیمہ کو پراسرار انداز میں دوران حراست شہید کردیا گیا، جب عامر چیمہ کی لاش پاکستان پہنچی تو اُس کی شہادت پر ہزاروں لوگوں نے اُس کے گھر پہنچ کر عامر چیمہ کے والد کو بیٹے کی شہادت پر نہ صرف مبارکباد دی، بلکہ جس محلے میں عامر چیمہ شہید کی رہائش تھی، اُس کی قریب واقع چوک کا نام عامر چیمہ شہید چوک رکھ دیا، لوگ آج بھی اس نوجوان سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور اُسے شہید ناموس رسالت ﷺ قرار دیتے ہیں۔

قارئین محترم! برصغیر پاک و ہند میں توہین رسالت ﷺ کے ارتکاب کرنیوالوں کے محاسبے کا سلسلہ بہت پرانا ہے، تقسیم ہند سے پہلے لاہور میں راج پال نام کے ایک ہندو نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا تو لاکھوں مسلمان سڑکوں پر نکل آئے تھے، ایک انگریز مجسٹریٹ نے جب راج پال کو رہا کردیا تو مسلمانوں کا غم وغصہ اپنے عروج پر پہنچ گیا، بہت سے لوگوں نے راج پال کو قتل کرنے کی نیت کی، لیکن یہ سعادت ایک ایسے نوجوان کے حصے میں آئی جو ایک بڑھئی کا بیٹا تھا، علم دین نامی نوجوان نے راج پال کو چھریوں کے پے در پے وار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا، بعد میں علم دین پر مقدمہ چلایا گیا، قائداعظم محمد علی جناح نے علم دین کا مقدمہ لڑا، بلکہ مفکر پاکستان علامہ اقبال نے اُس کی رہائی کیلئے مہم چلائی، لیکن انگریز عدالت نے علم دین کو پھانسی کی سزا دی، جسے اس بہادر سپوت نے خوشدلی سے قبول کیا اور تختہ دار پر جھول گیا، علم دین شہید زندگی کے آخری سانس تک اس بات پر فخر محسوس کرتا رہا کہ اُس نے ایک گستاخ رسول کو واصل جہنم کر کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی عقیدت اور محبت کا

اظہار کیا ہے، آج بھی علم دین کو غازی علم دین شہید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اقبال کے یہ خراج عقیدت ''اسی تہ گلاں کر دے رہے، ترکھاناں دامنڈا بازی لے گیا''، تاریخ کا حصہ ہے۔

خیال رہے کہ غازی علم دین شہید کے جسد خاکی لیجانے کیلئے اپنے گھر سے چارپائی دینے اور نوجوانی میں علامہ اقبال کے قدموں میں بیٹھنے والے انگریزی ادب میں برصغیر کے پہلے پی ایچ ڈی کا اعزاز رکھنے والے ممتاز دانشور وادیب ڈاکٹر محمد دین تاثیر کے بیٹے سلمان تاثیر سے عوام کو یہ توقع نہیں تھی کہ وہ اتنے اہم حساس اور نازک معاملے پر اس قدر غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کریں گے، سلمان تاثیر نے نہ صرف یہ کہ قانون توہین رسالت ﷺ کو کالا قانون کہا اور بنا تحقیق آسیہ مسیح کو بے گناہ قرار دیا، بلکہ عدالتی فیصلے پر تنقید کر کے خود توہین عدالت کے بھی مرتکب ہوئے، انھوں نے اس بات کی بھی پرواہ نہیں کہ کہ اُن کے اس دل آزار، افسوسناک طرز عمل سے ملک کے لاکھوں عوام جو ناموس رسالت ﷺ پر کٹ مرنے کا جذبہ رکھتے ہیں، کے دلوں پر کیا بیتے گی، افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ ببانگ دہل ایسے لوگوں کو جوتے کی نوک پر رکھنے کی بات بھی کرتے رہے، جب حکومت کا ایک ایسا ذمہ دار نمائندہ اور صوبے کا آئینی سربراہ جو کہ خود عدالتی فیصلوں پر عمل کرنے اور کرانے کا پابند ہو، اسلامیان، پاکستان کے جذبات کو برانگیختہ کرنے والے بیانات دے گا، دین و مذہب کی تعلیمات کے خلاف دل آزار باتیں کرے گا تو اسلام اور ذات رسالتمآب ﷺ سے عشق رکھنے والوں کا مشتعل ہونا اور بھڑکنا ایک فطری عمل ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ سابق فوجی آمر کے نامزد کردہ گورنر سلمان تاثیر جنہیں صدر آصف زرداری نے اس منصب پر برقرار رکھا، کی تبدیلی کا مطالبہ وزیراعلیٰ پنجاب کی جانب سے کئی مرتبہ کیا گیا، لیکن ایوان صدر کی حمایت ہونے کی وجہ سے وہ مرتے دم تک اپنے عہدے پر برقرار رہے۔ سلمان تاثیر کے بارے میں یہ بھی گمان کیا جاتا ہے کہ انہیں اس معاملے میں امریکہ کی سرپرستی حاصل تھی، یہ بات بھی نوٹ کرنے والی ہے کہ امریکی حکام

نے توہین رسالت قانون 295 سی، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی ترمیم اور امتناع قادیانیت آرڈیننس کو ختم کرانے کے لئے کئی بار کوششیں کیں، کیونکہ یہ قوانین امریکہ، امریکی حواریوں اور قادیانی لابی کے سینوں میں نیزے کی انی کی طرح کھٹکتے ہیں، امریکی صدر سے لے کر امریکی سفیر تک ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ یہ قوانین ختم کر دیئے جائیں تا کہ دشمنان اسلام کو شان رسالت مآب ﷺ میں توہین وتحقیر کا کھلا لائسنس مل جائے، لیکن عوامی ردعمل کو دیکھتے ہوئے کسی بھی حکومت کو یہ جرات نہ ہو سکی کہ ان قوانین میں چھیڑ چھاڑ کر سکے، یہ بات بھی ریکارڈ کا حصہ ہے کہ بعض حکومتی ذمہ دار، این جی اوز اور نام نہاد سیکولر ذہن لوگ بڑے زور سے مسلسل ان قوانین کی مخالفت کرتے رہے ہیں، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے جذبات بھڑکتے رہے ہے، جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ جن لوگوں کے ذمے سلمان تاثیر کی سیکورٹی تھی انہی میں سے ایک شخص نے سلمان تاثیر کو گولیاں مار کر قتل کر دیا۔

آج مغربی میڈیا یہ پروپیگنڈا کر رہا ہے کہ پاکستان میں مذہب کے نام پر اختلاف کی گنجائش ختم ہو چکی ہے، حکمران جماعت کے لوگ یہ تاثر دینے کوشش کر رہے ہے کہ سلمان تاثیر کا قتل مذہبی تشدد کا شاخسانہ اور بڑھتے ہوئے مذہبی جنون کی علامت ہے، ہمارے خیال میں یہ پروپیگنڈا قطعاً غلط ہے، ہم مانتے ہیں کہ ماورائے آئین اقدامات کی کسی طور حوصلہ افزائی اور حمایت نہیں کی جا سکتی، لیکن جب ریاست اپنے فرائض سے غفلت برتے اور ریاستی ذمہ داران موجود قانون اور اُس قانون کے تحت دیئے گئے عدالتی فیصلوں کا احترام اور پاسداری نہ کریں، قانون کا مذاق اڑائیں، مجرموں کی وکالت کریں، عوام کے مذہبی جذبات و احساسات سے کھیلیں اور اس قانون کے خلاف اعلان جنگ کریں جس کا مقصد ذات رسالت مآب ﷺ اور مقدس شخصیات کی تحریم وتکریم کے ساتھ ملک کا استحکام، معاشرے کی بقاء اور فرد کا تحفظ اور سلامتی ہو، تو پھر ملک میں غازی علم الدین اور ممتاز حسین قادری جیسے لوگوں کو پیدا ہونے سے کون روک سکتا ہے، آج گورنر پنجاب کا قتل ناموس رسالت قانون کی ضرورت واہمیت اور افادیت کو ثابت کرتا ہے، ریاست اور معاشرے کے استحکام اور بقاء کیلئے

ضروری ہے کہ اس کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت بالکل اسی طرح کی جائے جس طرح جغرافیائی سرحدوں کی جاتی ہے۔ جمعیت علماء پاکستان کے صدر اور تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے کنوینر ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر کا یہ مطالبہ قابل توجہ ہے کہ عدالت اس معاملے کی تحقیقات کرے کہ گورنر پنجاب کا قتل کس جذبے کے تحت کیا گیا، لہٰذا سوچنا ہوگا کہ وہ کیا عوامل تھے جو ایک ایسے نوجوان جس کی ایک سال قبل شادی ہوئی، جس کا دو ماہ کا بیٹا ہے، جو پانچ بہنوں کا بھائی اور جس کا باپ ایک معمولی راج مستری کا کام کرتا ہے، کو حالات اس نہج پر لے گئے کہ اس نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، حکومت کو چاہئے کہ وہ اس معاملے کو سیاسی رنگ دینے کی بجائے اصل اسباب ومحرکات پر توجہ دے اور آئندہ لوگوں کو اس راہ پر چلنے سے بچانے کے لئے کسی بھی ایسی ترمیم سے گریز کرے جس کا مقصد توہین رسالت۔ کے مجرموں کو بچانا یا فائدہ پہنچانا ہو۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ملک ممتاز حسین قادری کا اعترافی بیان اور میڈیا سے کی گئی گفتگو صاف ظاہر کرتی ہے کہ اس کا عمل عشق رسول ﷺ اور جذبہ ایمانی کا مظہر ہے، جو کہ خالصتاً ایک مذہبی معاملہ ہے، جسے حکومت سیاسی رنگ دے کر اس قانون میں ممکنہ ترمیم کے خلاف مذہبی جماعتوں کے اتحاد کے نتیجے میں بیدار ہونے والی تحریک کو سبوتاژ کرنا چاہتی ہے اور ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کے لئے کٹ مرنے کے اس ایمانی جذبے کو سرد کرنا چاہتی ہے جو ممتاز حسین قادری کے عمل سے اسلامیان پاکستان کے دلوں میں ایک بار پھر زندہ جاوید ہو گیا ہے، حکومت چاہتی ہے کہ کسی طرح اس قتل کو سیاسی رنگ دے کر سارا ملبہ پنجاب حکومت پر ڈال دیا جائے، مقاصد خواہ کچھ بھی ہوں، لیکن ہر پاکستانی عاشق رسول ﷺ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ سلمان تاثیر کے قتل کا اصل محرک کیا ہے، ایک طرف جہاں عوامی رائے عامہ سمیت موبائل پیغامات، فیس بک اور نیٹ پر موجود مواد اس بات کی گواہ ہیں، تو دوسری طرف علماء کا نماز جنازہ پڑھانے سے انکار، مختلف شہروں میں ممتاز حسین قادری کی رہائی کے لئے ہونے والے مظاہرے، خاندان کی کفالت اور دو کروڑ کے انعام کا اعلان، عدالت میں پیشی

کے وقت عوام اور وکلاء کا ہار پھولوں کے ہاروں اور عقیدتی بوسوں سے والہانہ استقبال، اللہ اکبر، نعرہ رسالت کے فلک شگاف نعرے اور متعدد تنظیموں سمیت سینکڑوں وکلاء کا ممتاز حسین قادری کا مقدمہ لڑنے کا اعلان اس بات کا اظہار ہے کہ وہ مسلمانان پاکستان کی نظر میں کوئی مذہبی جنونی اور دہشت گرد مجرم نہیں بلکہ ایک ایسا مجاہد ہے جس نے اُن کے جذبہ ایمانی کو تازگی اور نئی حرارت بخشی ہے، اسلامیان پاکستان سمجھتے ہیں کہ ملک ممتاز حسین قادری آج کا غازی علم دین ہے جس نے غازی مرید حسین، غازی عبدالقیوم، غازی عبدالمنان، غازی میاں محمد، غازی احمد دین، غازی معراج الدین، غازی فاروق، غازی حاجی محمد مانک اور غازی عامر چیمہ شہید جیسے مجاہدوں (جنہوں نے راجپال، سوامی شردھانند، نتھورام، چینچل سنگھ، کھیم چند، پالا ملک، بھیشو، چرن داس، ویدا سنگھ، ہردیال سنگھ، نعمت احمد قادیانی، عبدالحق قادیانی جرمن اخبار ایڈیٹر جیسے مرتدوں کو واصل جہنم کیا) کی سنت کو زندہ کر کے ملت اسلامیہ کے جذبات کی ترجمانی کی اور یہ ثابت کر دیا کہ پاکستانی مسلمان بہت کچھ برداشت کر سکتے ہیں، لیکن شاتمان رسول ﷺ اور ان کے حمایتوں کو کسی طور بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

بتلا دو گستاخِ نبی ﷺ کو غیرت مسلم زندہ ہے
اُن پر مر مٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

(روزنامہ الشرق لاہور، 11,12 جنوری 2011ء)

•••------••------•••

امریکی پالتو دانشور اور 295/C

حافظ شفیق الرحمٰن (سینئر کالم نگار روزنامہ دن)

ہمارے ہاں بلوغت فکر سے عاری، فراست و بصیرت سے معریٰ اور ذہانت و ذکاوت سے محروم امریکہ پرست اور مغرب نواز مفولی مزاج اور ذہنیت رکھنے والی ایک عجیب وغریب مخلوق نے جنم لیا ہے۔ یہ مخلوق خود کو آزاد خیالی، سائنسی اندازِ فکر، روشن خیالی، تحمل، برداشت اور انسانی حقوق کی تن تنہا محافظ سمجھنے کے خبط اور جنون کے عارضوں میں بری طرح مبتلا ہے۔ جونہی نبی کریم ﷺ کی تکریم کے قانون کے تحفظ اور نفاذ کی بات ہوتی ہے تو ان خبط کا اور جنون دیوانگی اور پاگل پن کی سرحدوں کو چھونے لگتا ہے۔ یہ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں پھر ان کے من میں جو شیطانی خیال آتا ہے، تھوتھنیاں اٹھا کر بکنا بکارنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان میں اکثر وہ خواتین و حضرات ہیں، جو باضابطہ دو، دو اور بے ضابطہ کئی کئی شادیاں انجوائے کر چکے ہیں۔ ان میں سے کئی مغرب کے فری سیکس کے تصور کو عملی جامہ پہنانا روشن خیالی، شعور اور آزاد خیالی کا لازمہ جانتے ہیں۔ یہ لزبزم اور گے کلچر کے چلتے پھرتے بینر ہیں۔ ہمارے الیکٹرونک و پرنٹ میڈیا کی بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے کہ جنسی بے راہ روی کے چلتے پھرتے اشتہارات اور قحبہ خانوں سے لے کر قمار خانوں تک کی سرپرستی کرنے والی دین بیزار شخصیات میڈیا کی مدار المہام بنی ہوئی ہیں۔ انہی کے دم قدم سے قحبہ خانوں، قمار خانوں اور مستورے خانوں کا دھندہ چل رہا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ یہ مخلوق ہمہ دانی کی دعویدار ہے۔ یہ اپنے سوا ہر کسی کو جاہل اجڈ اور گنوار تصور کرتے ہیں۔ ان کا یہ احساس تفاخر اور انانیت اس حد

تک بڑھی ہوئی ہے کہ ابلیس، نمرود، فرعون، ہنی بال، ابولہب اور ابوجہل بھی اگر آج زندہ ہوتے تو ان کی شاگردی اختیار کرنے میں فخر محسوس کرتے۔ یہ ذہنی، باطنی اور داخلی سطح پر بد ترین قسم کی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ ان کے ملفوف جرائم نے ان کو ہمہ جہتی نا آسودگی کی دیمک زدہ البم بنا کر رکھ دیا ہے۔ اب تو ان کے جرائم ان کے چہروں مہروں، چال ڈھال، وضع قطع، الفاظ و مطالب اور لب و لہجہ سے ٹپک اور چھلک کر ان کی اصلیت کو بے نقاب کر رہے ہیں۔ نا آسودگی ان کا طرہ امتیاز ہے۔ یہ عالمی طاقت اور اس کے حواریوں کی دہلیزوں کے قلمی جاروب کش ہیں۔

یہ مخلوق انفرادی زندگی سے لے کر عائلی زندگی تک اور عائلی زندگی سے لے کر معاشرتی زندگی تک اور معاشرتی زندگی سے لے کر مملکتی زندگی تک کسی بھی معاملہ میں اخلاقیات اور شائستگی کی پابند نہیں۔ اس مخلوق کے نامی گرامی دانشوروں میں اکثر کی ازدواجی زندگی عدم توازن کا شکار ہے۔ وہ سٹھیا گئے ہیں لیکن اپنے دل کی سیاہی اپنے سفید بالوں پر خضاب کر کے ملکہ پکھراج اور طاہرہ سید کی طرح اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ابھی تو میں جوان ہوں، تحمل اور برداشت کے بھاشن دینے والے یہ سوامی میڈیا کا ہر چوراہا ل کر بیٹھے ہوئے ہیں اور بھول چکے ہیں کہ آج تک وہ کتنی حوا کی بیٹیوں کی عصمتیں پامال کر چکے ہیں۔ وہ لوگ تحمل اور برداشت کے کس طرح پرچم بردار بن سکتے ہیں جنہوں نے عہدِ شباب سے اب ایک ایک اور دو دو عورتوں کو اپنی بیویاں بنایا اور بعد ازاں انہیں طلاق مغلظہ دے کر فارغ کر دیا۔ یہ شرافت اور شائستگی کی بات کرنے والے اس حد تک غنڈہ گردانہ افتادِ طبع اور بد وضع احسان ناشناس جبلت رکھتے ہیں کہ موقع ملتے ہی اپنے محسنوں کی بیویاں بھی لے اڑتے ہیں۔ یہ اس پر فخر کرتے ہیں، ”شرم ہم کو مگر آتی نہیں“۔

یہ مخلوق سیاست، میڈیا اور دینی حلقوں میں بھی مٹھی بھر تعداد میں پائی جاتی ہے۔ المیہ تو یہ ہے کہ فن خوشامد میں اتارو ہونے کیوجہ سے یہ مٹھی بھر تعداد پاکستانی پاور پالیٹکس کے کاریڈورز کا ریڈ کارپٹ بنی ہوئی ہے۔ یہ اس پر اتراتے نہیں تھکتے کہ بحیثیت ریڈ کارپٹ ہی

سہی، ان کی رسائی پاور پالیٹکس کے کاریڈورز تک ہے۔ پاکستان ایسے پسماندہ و درماندہ ترقی پذیر ممالک میں یہ مفولانِ ابدی غیر ملکی مغربی سفارتکاروں اور عالمی مالیاتی و خیراتی اداروں سے درپردہ اور خفیہ ذرائع سے بھاری بھرکم سرمایہ حاصل کر کے امریکا پرستانہ اور مغرب نوازنہ خیالات و نظریات اور تصورات و میلانات کی ادھر ادھر ابکائیاں کرتے پھرتے ہیں۔ یہ اس حد تک امریکا نواز اور مغرب پرست ہیں کہ اگر انہیں امریکی و مغربی کتوں کی کھٹلی قے بھی چاٹنے کو مل جائے تو یہ اسے اپنی چرب زبانی اور طلاقت لسانی کی بدولت خمیرہ، عنبری جواہر دار قرار دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

گلوبل کروسیڈر امریکا اور کرسچن یونین (یورپی یونین) کے ان قلمی کاموں نے آج کل پاکستان میں قانونِ توہین رسالت کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی اٹھا رکھا ہے۔ اس ٹاسک کو وہ بلا معاوضہ انجام نہیں دے رہے، کرسچن یونین اور گلوبل کروسیڈر کی پروردہ این جی اوز ان کی سرپرست ہیں۔ آج سے تقریباً ٹھیک 11 سال 6 ماہ قبل اپنے ایک مضمون بعنوان ''توہین رسالت کا پس منظر'' میں اکل کھرے ترقی پسند بابا سبط الحسن ضیغم نے لکھا تھا: ''اگر کوئی فرد یا افراد کا گروہ یہ مطالبہ کرے گا کہ اسے ہر فرد، ہر معزز، ہر بزرگ، ہر نبی اور پیغمبر خاص طور پر سرورِ کائنات کو توہین کرنے، انہیں گالی دینے کا حق دیا جائے تو خود اس سے مطالبہ کرنے والی ذہنی سطح کا پتہ چلتا ہے کیونکہ ایسے مطالبات وہی کر سکتے ہیں، جن کی ذہنی سطح کسی ایسے ہیجانی مقام پر پہنچ جاتی ہے جہاں اسے ذہنی امراض کے ڈاکٹروں کے پاس لے جانا ضروری ہوتا ہے۔ اگر کوئی فرد کسی عام شخص کی بھی توہین کرنے، اسے گالی دینے کا حق مانگتا ہے تو کوئی سماج بھی اسے یہ حق نہیں دے گا اور نہ ہی اُسکے مطالبہ کی تائید کرے گا اور جسے گالی سے نوازے یا جس کی توہین کرنے کے حق کی مانگ کی جاری ہو، وہ کسی کا باپ ہو، کردار میں کوتاہ قد ہو، اسکے باوجود اس مطالبہ کرنے والے کی کوئی حمایت و تائید نہیں کرے گا اور اگر جس کی توہین کی جارہی ہو اور گالی کا حقدار بنایا جارہا ہو، وہ کوئی بزرگ، کوئی دُرویش، کوئی روحانی رہنما ہو یہاں تک کہ آخری پیغمبر ﷺ کی ذات ہو تو بات برداشت سے باہر ہو جائے گی۔ یورپی تہذیب

کا کھوکھلا پن اب اس سماج کو مکمل تباہی کے دہانے پر لے جا چکا ہے۔ جو انہوں نے عیسائیت کے نام پر قائم کر رکھا ہے۔ جو عیسائیت کی توہین ہے کیونکہ جو کچھ یورپ میں عیسائیت کے نام پر کیا جا رہا ہے وہ عیسائیت دین عیسیٰ سے قطعی طور پر الٹ ہے یورپ کا قدیم ایجنڈہ ہے کہ عیسائیت کے فروغ سے یورپی سماج کی حدود میں اضافہ کیا جائے۔

مسلمانوں سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف توہین آمیز تقریریں کرنے اور کتابیں چھاپنے کی کھلی چھٹی ہونا چاہیے جو سراسر غیر انسانی مطالبہ ہے، مطالبہ تو یہ ہونا چاہیے کہ سزا صرف اور صرف اس فعل کے مرتکب کو ملنا چاہیے۔ صیہونی ریاست اسرائیل مین ایسے کئی قوانین ہیں جو قطعی طور پر غیر انسانی ہیں، امریکا اور اس کے حلیفوں نے آج تک انہیں تبدیل کرنے کا مطالبہ نہیں کیا، لاٹھی لے کر مسلم دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ امریکا بہادر ہی ہے جو پاکستان پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ قانون توہین رسالت کو ختم کر دیا جائے۔ شیری رحمٰن، عاصمہ جہانگیر، حنا جیلانی، ڈاکٹر مہدی حسن، ہود بھائی، جاوید غامدی ایسے کینڈے اور قماش کے خواتین و حضرات ہیں، جو اپنے آقا اور مربی امریکا کو خوش کرنے کے لئے امریکی آرکسٹرا پر یہی راگ الاپ رہے ہیں۔ پاکستان امریکا بہادر کے کہنے پر پاکستان نژاد امریکیوں اور اُن کے لے پالکوں کے مطالبے پر توجہ کیوں دے؟

ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید نے اپنے ایک مضمون بعنوان ''حکومت کیلئے رسوائی کا سامان'' میں یہ سوال اٹھایا تھا: کیا امریکا بہادر اپنی قانون سازی میں دنیا کے دوسرے چھوٹے اور بڑے ملکوں سے مشورے طلب کرتا ہے؟ کیا امریکا کسی ملک کو یہ حق دینے کے لئے تیار ہے کہ وہ اس ملک کے مشورہ کے مطابق اپنے ملک میں قانون سازی کرے، کیا پاکستانیوں کے مطالبہ پر امریکا اپنے ہاں یہ قانون بنانے کیلئے تیار ہے کہ آئندہ اس کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا؟ اور اس کی تمام قانون سازی اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوگی؟ آخر کیا وجہ ہے کہ امریکا اور اس کے حواریوں یا اس کے رزق پر پلنے والی این جی اوز پاکستان میں حقوق انسانی

کے نام نہاد علمبرداروں کے پیٹوں ہی میں C-295 کا مروڑ کیوں اٹھتا ہے؟ آخر پاکستان میں ہندو، سکھ، پارسی، مجوسی، بہائی اور دیگر مذاہب کے پروکار بھی بستے ہیں۔ وہ اس قدر جوش سے C-295 کے خلاف جلوس کیوں نہیں نکالتے؟ ان کے مذہبی رہنماؤں میں سے اب تک کتنے افراد نے خودکشی کا ارتکاب کیا ہے؟ جس شخص نے کبھی چوری نہیں کی یا کبھی چوری نہیں کرے گا تو کیوں چوروں کی حمایت میں جلوس نکالے گا؟ بیانات دے گا؟ جس شخص نے کبھی زیادتی کا ارتکاب نہیں کرنا اسے اس سے کیا غرض کہ زانی کو رجم کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ یا قانون زانی کی کیا سزا مقرر کرتا ہے؟ یا اس کے دل کا چور اسے مجبور کرے گا کہ کہ خدانخواستہ اسی سے کہیں یہ فعل صادر نہ ہو جائے، اس لئے پیش بندی کے طور پر وہ زانی کی سزا کے خلاف جدو جہد کرے تا کہ برے وقتوں میں قانون کا نہ ہونا اسے جرم کی سزا سے بچالے؟ بین الاقوامی طاقتوں اور خاص طور پر امریکا سپر پاور کی یہ ''پھرتیاں'' کس امر کی غمازی کر رہی ہیں۔
(روزنامہ دن 10 جنوری 2011ء)

•••----•••----•••

مصلحت......مجبوری اور خوف سے پاک ''سچ''

عقیل احمد ترین

سلمان تاثیر کے قتل کو پیپلز پارٹی نے سیاسی رنگ دیکر اپنے اوپر سے ''سیکولر'' ہونے کا تاثر زائل کرنے کی کوشش کی ہے سلمان تاثیر پیپلز پارٹی کے ایک ایسے مکتبہ فکر کی نمائندگی کرتے تھے جو ناموس رسالت ایکٹ کو برا جانتے اور اسکو بدلنے تک آمادہ تھے۔ ان میں شیری رحمٰن سمیت کئی اور لوگ بھی شامل تھے۔ بہرحال سلمان تاثیر کے قتل کے بعد پاکستان کو سیکولر بنانے والوں کو شٹ اپ کال مل گئی ہے۔ پتہ نہیں کیوں؟ اس ملک میں رہنے والے اس ملک کے بننے کے اسباب اور اس کے مقاصد کو کیوں بھول جاتے ہیں۔ جینز پہن کر، شراب پی کر نئے سال پر ہلا گلا کر کے اور 14 فروری کو ویلنٹائن ڈے منا کر پتہ نہیں کچھ لوگ یہ کیوں سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ وہ عقل کل ہو گئے اور پتہ نہیں کیوں ان کی سوچ یہ بن جاتی ہے کہ وہ مادر پدر آزاد ہیں اور دین کی کوئی اہمیت نہیں رہی۔ جہاں تک تعلق سلمان تاثیر کے قتل کا ہے تو گورنر نے ایسا ساز چھیڑ دیا تھا جس کے تاروں نے بالآخر ٹوٹ کر ان کا پھندا بن جانا تھا۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کا امیج عالمی سطح پر گورنر پنجاب کے قتل سے خراب ہوا وہ یہ نہیں جانتے کہ گستاخِ رسول صرف پاکستان میں ہی نہیں مارے گئے بلکہ اگر وہ بیرون ملک بھی ہوئے تو کوئی نہ کوئی عامر چیمہ ان تک ضرور پہنچتا رہا ہے۔ میں اکیسویں صدی کا مسلمان ہوں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ممتاز قادری اگر سلمان تاثیر کو گستاخ سمجھتا تو اسے عدالتوں سے رجوع کرنا چاہئے تھا اسے مقدمہ درج کرا دینا چاہئے تھا لیکن میرے سمیت بہت سے لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ غیرت ایمانی کے آگے کسی کا بس نہیں چلتا جس طرح سے دین اسلام کی

آبیاری اور تحفظ کیلئے ہر دور میں اولیاء اللہ اور بزرگان دین پیدا ہوتے ہیں اسی طرح ہر دور میں نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی زبان کھینچنے، سرتن سے جدا کرنے اور پیٹ پھاڑنے کیلئے کوئی نہ کوئی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پیروکار، کوئی نہ کوئی عامر چیمہ شہید اور کوئی نہ کوئی غازی علم الدین شہید پیدا ہو جاتا ہے اور ان کو روکنا کسی ڈرون حملے کسی پھانسی گھاٹ کسی زنداں کے بس کی بات نہیں۔ نبی اکرم ﷺ پر میری قیامت تک آنے والی نسلیں قربان! جس نبی کریم کی حرمت کی قسم خود رب العالمین اٹھالے اس کی گستاخی کرنے والے کا حشر نشر نہ کر سکنے کے بعد ہمیں مسلمان کہلوانے کا کوئی حق نہیں! حیرت یہ ہے کہ کوئی ہمیں ہمارے ماں باپ کو گالی دے دے تو ہم مرنے مارنے پر اتر آتے ہیں اور کوئی اس کائنات کے پیدا ہونے کا سبب بننے والے کی بے حرمتی کرے تو ہمارے جذبات نہیں جاگتے۔ ہم میں کرنٹ پیدا نہیں ہوتا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ناموس رسالت کی گستاخی کرنے پر سزائے موت ثابت نہیں تو وہ سورہ النساء کی آیت ۵۶ پڑھ لیں اور اس کے نزول کا پس منظر بھی دیکھ لیں اسی طرح سورہ لہب میں حضور ﷺ سے رب العالمین کی محبت اور ان کو پتھر مارنے جیسی گستاخی اور زبان درازی جیسے فعل پر ایک اپنے کے بارے میں پروردگار عالم نے جو فرمایا اور اس کے ساتھ جو کچھ کیا اس کو قرآن حکیم کی تفسیر میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ اے بندے (جس نے حضور کو صفا و مروہ میں پہلے خطاب کے اختتام اور معبود حق کی پہلی دعوت عام پر پتھر مارا اور برا بھلا کہا) اس کے ہاتھ توڑ دوں گا اور دنیا میں ذلیل کروں گا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس گستاخ کے ہاتھ ٹوٹ گئے اور اس حالت میں مرا کہ اس کے جسم میں کیڑے پڑ گئے۔ قارئین کرام جب تک ہم رسول ﷺ کی عزت و ناموس کو اپنی جان اپنی اولاد اور اپنی دولت سے بڑھ کر نہیں چاہیں گے خدا کی قسم ہم پر عذاب آتے رہیں گے اور یہ عذاب ہی تو ہے کہ ہم 21 ویں صدی میں گیس بجلی سے محروم ہیں۔ لوگ نوٹ اٹھائے پھرتے ہیں اور خریدنے کو چیز نہیں یہ عذاب نہیں تو اور کیا ہے۔۔۔؟

(9 جنوری 2011ء، روزنامہ جناح لاہور)

فرعون پیدا ہوگا تو موسیٰ اس کے گھر میں موجود ہوگا

رانا محمد ابراہیم نفیس

روشن خیال ماڈرن اور ترقی پسند شاعر فیض احمد فیض کے ہم زلف ڈاکٹر ایم ڈی تاثیر کے بیٹے سلمان تاثیر جنہیں ڈکٹیٹر پرویز مشرف جیسے بے دین اور ملحد خونی نے اپنے روشن خیالی کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کیلئے پنجاب کا گورنر نامزد کیا اور اس کے ملک سے عبرتناک فرار کے بعد جناب زرداری کی یاری نے 15-05-2008 کو گورنرشپ کی اگلی باری ان کی گود میں ڈال دی۔ برطانیہ کی دو سگی بہنیں گوریاں فیض احمد فیض اور ڈاکٹر ایم ڈی تاثری کی وجاہت پہ مرمٹیں اور اسلام قبول کر کے دونوں نے شادی کر لی۔ 31 مئی 1944ء کو آنکھ کھولنے والے سلمان تاثیر، لندن میں بی سی اے کیا۔ عبوری حکومت میں وفاقی وزیر برائے انڈسٹریز بنے۔ پہلی بار 1988ء کے الیکشن میں ایم پی اے کی نشست جیتی۔ بعد میں بھی انتخابات لڑے مگر کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ منہ میں سونے کا چمچ لیکر پیدا ہونے والے کاروباری لحاظ سے بھی بہت سمارٹ ثابت ہوئے۔ دبئ میں اثاثوں کے مالک ہونے کے علاوہ پاکستان میں ورلڈکال وائرلیس فون کمپنی بھی سلمان تاثیر کی ہے۔

گورنر کا رعب و دبدبہ گورنر ہاؤس کا پروٹوکول اور مال و زر کی بہتات سلمان تاثیر کو بہا لے گئی۔ اپنے باتونی پن اور کھلے ڈھلے انداز نے انہیں اتنا دلیر کر دیا کہ ملعونہ آسیہ کی وکالت کا بیڑہ اٹھا لیا۔ اور یہ بھول گئے کہ یہ سیاست کا نہیں ایمان کی حرارت کا میدان ہے۔ انہیں محتاط رہنے کے مشورے دیئے گئے کہ اس آگ میں ہاتھ نہ ڈالیں مگر وہ مسلسل میڈیا میں ڈنکے کی

چوٹ پر ناموس رسالت قانون کو کالا قانون کہنے پر بضد رہے۔ جلتی پر تیل چھڑکا گیا کہ معاملے کو لٹکانے کیلئے ترمیمی بل پیش کرنے کا ڈول ڈالا گیا، نتیجے میں پورے ملک میں اشتعال کی لہر دوڑ گئی۔ سارا ملک سراپا احتجاج بن گیا۔ 31 دسمبر کو پورے ملک میں شٹر ڈاؤن پہیہ جام ہڑتال رہی۔ پھر وہ سانحہ رونما ہوا جس میں گورنر سلمان تاثیر کے ایک محافظ کمانڈو نے حرمت رسول ﷺ کی خاطر گورنر پر کلاشنکوف کا پورا برسٹ فائر کر کے خود کو حکام کے حوالے کر دیا۔ اور برملا کہا کہ میں نے قانون ناموس رسالت کو کالا قانون کہنے پر ایسا کیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس نادیدہ ہاتھ نے گورنر کو عیسائی عورت کے کیس میں الجھایا اور پھر کس نے انہیں اوپن مارکیٹ میں جا کر کھانا کھانے کا مشورہ دیا اور مروایا؟ جبکہ اپنے سخت موقف کی وجہ سے وہ ہٹ لسٹ پر تھے۔ ہمیں یقین ہے کہ گورنر کو دھکیل کر مذہب کے حوالے سے دیوار کے ساتھ لگانے اور مذہبی حلقوں سے لڑوانے اور بھڑوانے والوں کے تانے بانے اگر مل گئے تو قتل کے سیاسی یا غیر سیاسی ہونے کا پول بھی خود بخود کھل جائے گا۔

تین دوست صبح صبح سبزی منڈی جا رہے تھے۔ راستہ میں تیتر نے بولی لگائی۔ ایک نے پوچھا یہ کیا کہہ رہا ہے؟ نمازی شخص نے کہا یہ کہہ رہا ہے کہ سبحان تیری قدرت۔ سبزی فروش بولا نہیں یہ کہہ رہا ہے دھنیا، پیاز، ادرک۔ تیسرا قصائی تھا جھٹ سے بولا نہیں یہ کہہ رہا ہے سری پائے ڈھک کے رکھ۔ غرض جیسا منہ ویسی چپیڑ۔ ہر بندے کی بولی اور سوچ الگ الگ ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔ جانے والا اپنی نادانی سے جان سے گیا۔ اب اس کی لاش پہ سیاست کی جا رہی ہے۔ کوئی اسے شہید کے رتبے پہ فائز کر رہا ہے۔ برطانیہ میں پاکستانی ہائی کمشنر کہتا ہے کہ تاثیر نے سیکولرازم کے لئے جان دی ہے۔ پہلے جناب رحمان ملک فرماتے تھے کہ قاتل نے کالا قانون کہنے پر قتل کیا ہے۔ اب سارے حکومتی وزیر مشیر کورس کے انداز میں گنگنا رہے ہیں کہ یہ سیاسی قتل ہے۔ تحقیقاتی ٹیم کے سربراہ نے بھی کہا ہے کہ قاتل نے مذہبی طور پر مشتعل ہو کر یہ قدم اٹھایا ہے۔ اور سید منور حسن نے کہا گورنر اپنے قتل کے خود ذمہ دار ہیں جس مولوی نے جنازہ پڑھایا اس نے چالیس سیکنڈ میں (یہ اخباری خبر ہے) جنازہ نمٹا

دیا۔ چالیس سیکنڈ میں تو سورہ فاتحہ بھی خشوع وخضوع سے مکمل نہیں ہوتی۔ پی پی پی کا قتل کو سیاسی قرار دینا اس کی سیاسی مجبوری ہے۔ کیونکہ وہ پنجاب میں اپنا کلہ گاڑنے کیلئے اپنا سیاسی چلہ کامیاب کرنا چاہتے ہیں۔ اس قتل کی آڑ میں اقلیتوں کی ہمدردی اور ووٹ حاصل کرنے کی سیاست کی جا رہی ہے۔

سیاست میں جتنی غلاظت اس نام نہاد جمہوری دور میں انتہا کو پہنچی ہے پاکستان کی تاریخ میں نہ تھی۔ جناب زرداری کا صدر پاکستان بن جانا اگر افسانوی بات لگتی ہے تو ان کا تین سال نکال جانا بذات خود بہت بڑا عجوبہ ہے۔ بقول نواز شریف زرداری قرآن پاک پر حلف اٹھا کر مکر گئے۔ یہاں تو حاجیوں کو بھی لوٹا گیا۔ کسی نے وزیر مذہبی امور کو انگلی لگائی، وزیر بجلی راجہ پرویز اشرف نے بدعہدی کی، کسی نے اس کا گریبان پکڑا، وزیر پٹرولیم ہر ماہ عوام کو پٹرول کے شعلوں جھلساتے ہیں، کسی چنگاری نے ان کے دامن کو میلا کیا۔ مہنگائی کا طوفان بد تمیزی ہے۔ خودکشیوں کی لائن لگی ہوئی ہے وارداتوں نے جینا حرام کر دیا ہے۔ کسی وزیر کے گریبان تک کسی غریب کا ہاتھ پہنچا۔ اغواء برائے تاوان، بھتہ خوری، ڈرگ مافیا، لینڈ مافیا سب سرعام دندنا رہے ہیں۔ مگر عوام اپنی بے بسی، بے امیدی، بے حسی کے گہرے دلدل میں گرفتار ہیں۔ انہیں پاپی پیٹ ہی جینے نہیں دیتا۔ عام شخص کو شاید سیاست سے مکمل ناامیدی ہو چکی ہے۔ لیکن جہاں مسلمان کے محبوب نبی ﷺ کی حرمت کا ہو وہ بھڑک اٹھتے ہیں ان کے ایمان کی جانچ کا مسئلہ آجائے تو حرمت رسول ﷺ پہ آنچ نہیں آنے دیتے اور یہ نئی بات نہیں ہے۔ ایک پوری تاریخ ہے اور تاریخ نے ایک بار پھر یہ ثابت کر دیا ہے کہ ابھی ایمانی حرارت کی چنگاری مسلمانوں کے دل میں لو دے رہی ہے، بجھی نہیں۔

سلمان تاثیر کا جو دل چاہتا وہ دھڑلے سے کہہ دیتے۔ عام شخص کو ان سے کچھ لینا دینا نہ تھا۔ انہوں نے تین شادیاں کیں۔ پہلی آمنہ تاثیر جس سے تین بچے ہیں، دوسری شادی لندن میں کی اس سے بھی تین بچے ہیں، تیسری شادی انڈین صحافی تلوین سنگھ سے کی جو کہ ایک سکھ خاتون تھی، جس سے ایک بیٹا آتش تاثیر ہے۔ جس نے آنکھ کھولنے سے بیس سال کی عمر تک

باپ کا منہ نہیں دیکھا۔ آج آتش تاثیر لندن کا معروف صحافی ہے۔ اس نے اپنی پہلی کتاب ہی اپنے باپ سلمان تاثیر کے بارے میں لکھی۔ ''تاریخ کا اجنبی'' اس کتاب کے گیارہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور آٹھ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس کا ایک انٹرویو بھارتی جریدے آؤٹ لک میں شائع ہوا۔ جس میں اسنے کہا کہ سلمان تاثیر سے میری آخری ملاقات بینظیر کے قتل کے بعد لاہور میں ہوئی۔ آتش تاثیر کا کہنا ہے کہ میری ذاتی زندگی افسانوی طرز کی کہانی پر مبنی ہے۔ میری پیدائش بھارتی صحافی تلوین سنگھ اور سلمان تاثیر کے درمیان ایک مختصر مگر بھرپور تعلق کے نتیجے میں ہوئی۔ سلمان تاثیر کی یہ وہ تین شادیاں ہیں جو ریکارڈ پر ہیں۔

مگر کیا کبھی پنجاب کے عوام نے سلمان تاثیر کے ماضی کو کھنگالا۔ گورنر اپنے حال میں مست اور قوم اپنے نصیب پر اب پی پی والے جہاں چاہیں اس قتل کے ڈانڈے مینڈے سیاست سے ملالیں لیکن ایک بات اور فائنل بات ضرور ذہن میں رکھیں کہ کم از کم پاکستان میں کوئی شخص اشارے کنائے یا ڈھکے چھپے انداز میں کوئی ایسی بات کرے جس سے توہین رسالت کا پہلو نکلتا ہو تو پھر سمجھ لیں کہ پاکستان کی زمین کے اوپر تو اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے البتہ نیچے ہو سکتی ہے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر توہین رسالت قانون میں کوئی ترمیم یا اصلاح مطلوب تھی تو علماء کرام کا بورڈ کیوں نہیں بٹھایا گیا۔ معاملہ کو طول کیوں دیا گیا۔ بے دین لوگوں کی کمیٹی بنائی گئی۔ جو سورہ اخلاص نہیں پڑھ سکتے وہ توہین رسالت قانون میں میخ نکالیں۔ ملک ممتاز قادری کے اس ردعمل کے بعد تو اب رحمان ملک بھی شہادت دینے پر آ گئے ہیں کہ اگر کوئی میرے سامنے توہین رسالت کرے تو میں اسے اپنے ہاتھ سے گولی ماروں گا۔ اب شیری رحمٰن نے بھی ترمیمی بل کا کیس دفتر داخل کر دیا ہے۔ اور وزیراعظم فرما رہے ہیں کہ ہم کوئی ترمیم نہیں کریں گے۔ جہاں تک مذہبی جنونیوں کی سکیورٹی فورس اور پولیس سے سکروٹنی یا چھان بین کا تعلق ہے تو احتیاطی تدابیر اپنی جگہ جناب رحمان ملک صاحب مگر ایک بات یاد رکھیں آپ پورے ملک کو شطرنج سمجھ کر اس کے ساتھ جیسی مرضی چاہیں چالیں کھیلیں، فاؤل کریں،

سیاسی لفرا کریں وہ سب چل سکتا ہے لیکن مسلمان قوم کے تن من سے کوئی محبت رسول ﷺ کی خوشبو کم نہیں کر سکتا۔ جہاں کوئی فرعون پیدا ہوگا تو موسیٰ اس کے گھر میں ہی موجود ہوگا۔ کیوں قارئین کرام ہم غلط تو نہیں کہہ رہے۔

(روزنامہ انصاف 10 جنوری 2011ء)

•••-----•••-----•••

بس بھئی بس! اور نہیں پوپ صاحب!

شجاعت ہاشمی

لیجئے صاحب! عیسائیوں کے مذہبی پیشوا پوپ بینی ڈکٹ نے حکومت پاکستان سے اپیل کی ہے کہ قانون ناموس رسالت کو ختم کر دیا جائے۔ گورنر پنجاب کے قتل کے بعد اس کی ضرورت بہت بڑھ گئی ہے اور یہ کہ اس قانون سے ناانصافی اور تشدد کا جواز پیدا ہوتا ہے۔ انہوں نے پاکستانی قیادت سے پُر زور اپیل کی ہے کہ اس قانون کو ختم کرنے کے لیے فوری اقدامات کئے جائیں تاکہ پاکستان کی مسیحی آبادی کو تحفظ فراہم کیا جائے اور وہ تشدد اور امتیازی سلوک کے خوف کے بغیر اپنے مذہبی عقائد کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ پوپ بینی ڈکٹ نے مصر، عراق اور نائجیریا میں عیسائیوں پر ہونے والے حملوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ان ملکوں کی حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ عیسائی برادری کے تحفظ کو یقینی بنائیں۔

سنی اتحاد کونسل کے پیر افضل قادری اور حنیف طیب وغیرہ نے جلسے، جلوس اور ریلیاں نکالنے کا ایک پروگرام دیا ہے۔ ہر طبقہ فکر نے اس بیان کی مخالفت کی ہے بجز ہمارے حکمرانوں اور مغرب زدہ روشن خیالوں کے۔ بات اگر دلیل کی ہے تو ہم حاضر ہیں ہمیں قائل کر لیجئے یا ہم سے قائل ہو جایئے ورنہ ہم سمجھیں گے کہ پوپ صاحب کے بیان سے اختلاف نہ کرنے میں کچھ اور بھی مقاصد شامل ہیں، کچھ اور بھی راز ہیں، کچھ اور بھی ضرورتیں ہیں جن کی پردہ داری، امرِ مجبوری ہے۔

پوپ کا لفظی مطلب ہے باپ، رومن کیتھولک عیسائیوں کا سب سے بڑا مذہبی رہنما

St, peter کا سلسلہ وار جانشین، پندرہویں صدی تک رومن شہنشاہ پوپ کے فتوے کو قانون کا درجہ دیتے تھے حتیٰ کہ جب کوئی بادشاہ پوپ کی نافرمانی کرتا تو اسے حلقہ مذہب سے خارج کر دیا جاتا اور اس کے خلاف عدم تعاون کا فتویٰ صادر کر دیا جاتا۔ یہ درجہ و رتبہ تھا پوپ کا۔ مگر پوپ نے صلیبی لڑائیوں کے لئے تمام یورپ سے مدد طلب کی اور امیر و غریب بغیر امتیاز جنگ کے لئے اکٹھے ہوئے، پھر انہی لوگوں کے سرداروں نے ذاتی لالچ اور دشمنی کی وجہ سے صلیبی جنگوں کو کامیاب نہ ہونے دیا اور یوں پاپائیت کی تباہی، صلیبی جنگوں سے ہی شروع ہو گئی۔ رفتہ رفتہ پوپ کے حکم کا انکار، اس کے فتووں کو رد کرنا گویا بادشاہ کی طاقت کی دلیل ہو گئی۔

پوپ اور حکومتوں کی کش مکش میں پوپ نے لوگوں میں اپنا اقتدار، احترام اور خوف قائم کرنے کے لئے مظالم، دغابازی، مکاری، جاسوسی، اذیت اور قتل و غارت کی جو تاریخ رقم کی ہے۔ تاریخ انسانیت اس پر نہایت متاسف و شرمندہ ہے۔ چودھویں صدی میں پوپ مکمل طور پر شاہ فرانس کے چنگل میں پھنس گیا اور دھیرے دھیرے کلیسا کا ایک بڑا حصہ علیحدہ ہو کر یونانی کلیسا میں تبدیل ہو گیا۔ بالآخر شاہ ہنری ہشتم نے پوپ کی غلامی کا جوا اتار پھینکا اور خود چرچ آف انگلینڈ کا قائد بن گیا۔ بعد میں کالون، لوتھر اور جان فاکس نے عیسائی عقائد میں بے شمار تبدیلیاں کیں، ۔ پھر چرچ کی وحشتیں، ۔۔۔۔ ہیں ہم حضرت عیسیٰ کو بھی علیہ السلام کہہ کر روح اللہ نہ کہیں تو اپنے آقائے نامدار ﷺ کا بابرکت نام نہیں لیتے کہ یہی ہمارے آقا ﷺ کا حکم ہے۔

محترم پوپ بینی ڈکٹ صاحب کی اپیل سے جو دلائل ہمارے ذہن میں آتے ہیں پیش ہیں۔ نیز یہ کالم تا دیر انٹرنیٹ پر بھی رہے گا۔ پوپ صاحب یا ان کے کوئی بھی چاہنے والے جواب دینا چاہیں تو بخوشی ہمارا ای میل پتہ حاضر ہے۔ ہم ہمیشہ اپنی اصلاح کے لئے تیار رہتے ہیں۔

محترم میرا سوال یہ ہے کہ سنگاپور میں سنگاپور کا قانون چلتا ہے یا کسی پوپ کا یا کسی اور

ملک کا، ایک ٹشو پیپر آپ پھینکیں، پولیس کی گرفت میں ہوں گے، ہانگ کانگ میں ایک سگریٹ کا ٹکڑا باہر پھینک کر دکھایئے، انگلینڈ میں پارکنگ کرتے وقت گاڑی کا وہیل سفید لائن سے ایک انچ بھی پیچھے رہ جائے، آپ کی گاڑی پر ٹکٹ سو پچاس پاؤنڈ کا۔ ان کا قانون ہے اور ہر ملک کے قانون پر دوسرے ملک کے باشندے وہاں جا کر عمل پیرا ہوتے ہیں کوئی بحث نہیں کرتا کہ ٹشو یا سگریٹ ہی تو پھینکا تھا یا ٹائر ایک انچ ہی تو پیچھے رہا تھا نہیں صاحب قانون ہے کوئی اسے چیلنج نہیں کرتا۔ کوئی اسے نہیں توڑتا، کوئی اسے بدلنے کی اپیل نہیں کرتا۔

یہ قانون پیغمبر اسلام ہمارے آقا ﷺ کی بعثت کے ساتھ آیا اور ضیا دور میں نافذ العمل ہو گیا۔ اچھا کام برے آدمی کا ہاتھ سے بھی ہو جائے تو اچھا ہی ہوتا ہے آج امت کی واضح اکثریت اس قانون کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتی ہے۔ آپ نے اسے تبدیل کرنے کی اپیل کیسے کر دی۔ کیا اخلاقیات اس کی اجازت دیتی ہے۔ تمام دنیا کے مسلمان، تمام ممالک میں جا کر ان کے قانون پر عمل کرتے ہیں اسے تہ دل سے مانتے ہیں تو پھر مسلمان ملک میں مسلمانوں کے سب سے بڑے نازک مسئلے پر ہمارے نبی کریم ﷺ کے بارے میں ہمارے قانون کو کیوں نہیں مانا جاتا۔

آسیہ بی بی کا مسئلہ عدالت میں ہے۔ سلمان تاثیر صاحب کو وہ سب نہ کہنا چاہیے تھا اور نہ کرنا چاہیے تھا۔ ہمیں ان سے اور ان کے خاندان سے ہمدردی ہے کہ مسلمان کی اپنی کچھ اقدار ہیں۔ رہی بات ممتاز قادری کی وہ اس کا ذاتی اور اضطراری فعل تھا۔ کسی بھی ملک میں قانون ہوتے ہوئے قانون کو خود ہاتھ میں لینا کسی صورت درست اور جائز نہیں۔ مگر یہ سب ہمارا معاملہ ہے ویٹی کن میں بھونچال کیوں آ گیا۔

عزت مآب آپ کا درجہ آپ کے مذہب میں باپ کا ہے۔ کیا ایک باپ ساتھ والے گھر کے بچوں پر ظلم ہوتے دیکھ سکتا ہے؟ پھر آپ کو آسیہ بی بی کے ساتھ عافیہ کیوں نظر نہیں آتی؟ فلوجہ کے معصوم گولیوں سے چھلنی بچے کیوں نہیں دیکھائی دیتے؟ آپ کے پیروکار ملکوں نے 30,25 لاکھ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی، کبھی دہشت گردی کے نام پر جراثیمی ہتھیاروں کی موجودگی کے نام پر، پھر اسرائیل کی جارحیت، ہزاروں، لاکھوں معصوم، عورتوں اور بچوں، مردوں کا قتل، عزت مآب کی جبین پر ایک شکن نمودار نہیں ہوتی۔ کیا پاپائے اعظم جس مذہبی رواداری کی توقع ہم سے کرتے ہیں، اپنے پیروکار ممالک کو بھی اسکا درس دیں گے؟ جہاں حجاب

ونقاب کا مسئلہ ہے، داڑھی رکھنے پر دہشت گرد اور کہیں محمد نام رکھنے پر ہنگامہ ہے، کہیں گنبد و مینار کی تعمیر کی اجازت نہیں تو کبھی تہذیبوں کے ٹکراؤ کے نام پر مسلمانوں کو الگ رکھنے کی سازش ہے؟ بولئے صاحب! کسی ایک کا تو جواب دیجئے۔

پوپ جی! مسیحی ہی نہیں، تمام غیر مسلم پاکستانی ہمارے بھائی ہیں ان کی عزت و مال کی ذمہ داری یقیناً حکومت پاکستان کی ذمہ داری ہے۔ اگر حکومت اس میں کہیں کہیں ناکام ہوتی ہے تو مذہبی رنگ مت دیجئے کہ یہاں مسلمانوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہوتا ہے۔ ہمیں سب کے لئے لڑنا ہے، تمام مذاہب کے لئے، تمام فرقوں کے لئے کہ یہ پیغمبر اسلام ﷺ کا درس ہے۔ ہم تمام مذاہب کی مقدس کتابوں کا احترام کرتے ہیں تو پھر گوانتا موبے میں قرآن کے ساتھ ہونے والے سلوک پر آپ کے جذبات کیوں مشتعل نہیں ہوتے؟ ہم ہر پیغمبر اور ہر مذہب اور فرقے کے رہنما کا احترام کرتے ہیں۔ تو کیا آپ کو زیب دیتا ہے کہ اپنے پیروکاروں کے اس گھناؤنے فعل پر یعنی قانون ناموسِ رسالت کا احترام نہ کرنے پر، قرآن پاک کی بے حرمتی پر نہ صرف یہ کہ اس کی مذمت نہ کریں بلکہ ایسے قوانین کو ختم کرنے کی اپیل بھی کریں۔

ذرا یاد کیجئے محترم آپ نے 12 دسمبر 2006ء کو ایک بازنطینی بادشاہ کے بیان کو دُہرا کر تمام دنیا کے مسلمانوں کی دل آزاری فرمائی جب آپ نے جہاد کے تصور کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کے احتجاج پر آپ نے فرمایا! معذرت قبول کیجئے۔ میں نے تو کسی کی بات دہرائی تھی۔ کوئی پوچھے دنیا بھر میں یہی گھٹیا بات بچی تھی، آپ کے دہرانے کو۔

بس بھئی بس! اور نہیں پوپ صاحب! ہم اللہ کی زمین پر فساد نہیں پھیلانا چاہتے۔ ہم نے کسی نبی پیغمبر کے مذہب یا کتاب کو برا نہیں کہا بلکہ ہمیشہ احترام کیا۔ پھر مسلمانوں کے پیغمبر انسانیت اور ہدایت و رشد کی آخری کتاب جس کا ایک ایک زیر زبر آج تک درست چلا آرہا ہے کیوں نہیں تعظیم دی جاتی، کیوں نہیں حرمت دی جاتی اور یاد رکھئے میڈیا جس تیزی سے موثر ہو رہا ہے، اس کا تمام تر فائدہ مسلمانوں کو جارہا ہے کہ حقیقتیں آشکار ہو رہی ہیں، سچ سامنے آرہا ہے اور آشکارائی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو رہا ہے۔ سو آپ سے اتنی ہی گزارش ہے کہ

بس بھئی بس! اور نہیں پوپ صاحب!

(15 جنوری 2011ء روزنامہ الشرق لاہور)

سلمان تاثیر اپنے ہی ہاتھوں مارے گئے

ایم ادریس خان

اس قتل پر ہزار تبصرے ہوئے لیکن جو بات دل کو لگی ہے وہ یہی ہے کہ سلمان تاثیر اپنے ہی ہاتھوں مارے گئے۔ جہاں اس کا الزام عدم برداشت کے کلچر پر جاتا ہے وہیں دوسری جانب جدید مغربی تعلیم، سیکولرازم اور انتہا درجے کی روشن خیالی بھی کٹہرے میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ ایک اعلیٰ حکومتی منصب پر فائز کوئی شخص اس قدر حساس موضوع پر اتنے غیر محتاط بیانات آخر کیوں کر دیتا رہا، ایک ایسا آدمی جس کے باپ نے غازی علم دین شہید کی میت کو کندھا دینے کو اپنی زندگی کا اثاثہ گردانا وہ کیونکر توہین رسالت کا مرتکب ہو سکتا تھا، اس نے عمر بھر سورت یاسین کو سینے سے لگائے رکھا لیکن سیاسی مصلحتوں کے باعث وہ ایک ایسے عنوان پر غیر ذمہ داری کے ساتھ بیان دیتا رہا جو کسی بھی طور اس کا میدان ہی نہ تھا، آسیہ بی بی کا کیس ابھی عدالت میں تھا اسے سیشن عدالت سے موت کی سزا سنائی گئی تھی۔ ابھی بہت سے مراحل باقی تھے، ہائی کورٹ، سپریم کورٹ موجود تھے جو معاملے کا جائزہ لینے کا استحقاق رکھتی ہیں، اس کے بعد صدر سزا کو معاف یا برقرار رکھنے کا آئینی اختیار رکھتے ہیں ایسے میں انہیں کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ اس معاملہ میں کود کر متنازعہ بن بیٹھے اور مذہبی حلقے ان کے خلاف فتوے جاری کرنے پر مجبور ہو گئے۔

یہ واقعہ ہماری معاشرت پر بہت سے سوالیہ نشان چھوڑ گیا ہے یہ ماننا پڑے گا کہ اس مقدمے کے اصل فریقین کم علمی، کج فہمی، جذباتی سماجی اور سیاسی رویے رکھتے ہیں۔ جب

تک انہیں سزائے موت نہیں دے دی جاتی اس وقت تک اس طرح کے واقعات کا تدارک نہیں ہو سکتا، کیا یہ ممکن نہ تھا کہ پارٹی کی اعلیٰ کمان کی طرف سے روک دیا جاتا، سوال یہ ہے کہ یہ جانتے بوجھتے کہ اس طرح کے بیانات سے نہ صرف یہ کہ سلمان تاثیر خود متنازعہ ہو کر اپنی زندگی کو خطرات میں ڈال رہے ہیں بلکہ خود پیپلز پارٹی کا امیج معاشرے میں خراب ہو رہا ہے کیونکر انہیں منع نہ کیا گیا اور آخر وہی ہو کر رہا جس کا خدشہ ظاہر کیا جا رہا تھا نہ صرف یہ کہ انہیں روکا نہیں گیا بلکہ پیپلز پارٹی ہی کی ایک خاتون رکن اسمبلی نے قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ میں ترامیم کے لئے بل بھی پارلیمنٹ میں جمع کرا دیا، اس سے یہ محسوس ہوا کہ گویا سلمان تاثیر پارٹی ہی کی ترجمانی کر رہے تھے ممکن ہے خاتون رہنما کا یہ عمل بھی انفرادی ہو لیکن حکومت نے اس کی مخالفت نہ کر کے معاملے کو مزید مشکوک بنا کر رکھ دیا، یقیناً یہ کام ان دونوں شخصیات کے اپنے ہی تھے لیکن حکمران جماعت نے اپنی پوزیشن واضح نہیں کی جس سے پیپلز پارٹی کو خود بھی عوامی غم و غصہ کا سامنا کرنا پڑا، پارٹی قیادت اگر بروقت اپنے گورنر کے بیانات کا نوٹس لے کر اپنی پالیسی بھی واضح کر دیتی تو شاید اس واقعہ سے بچا جا سکتا تھا۔

کون بد بخت ہے جو یہ چاہتا ہو کہ قانون ناموس رسالت ﷺ ختم کر دیا جائے، روشن خیال یہ مت بھولیں کہ یہ ملک اسلام ہی کے نام پر وجود میں آیا تھا اس کی وجہ وجود ہمارا دین مبین ہے، ایک مسلمان کا ایمان اس وقت تک مکمل ہی نہیں ہو سکتا جب تک وہ دنیا کی کسی بھی چیز سے زیادہ آپ ﷺ کو محبوب نہ جانے، یہ واقعہ ہمیں یہ سبق بھی دے گیا ہے کہ حکمران ہمیشہ کیلئے بھول جائیں کہ اس نوع کے قوانین کو ختم بھی کیا جا سکتا ہے، تاہم اس کا غلط استعمال کرنے والوں کے لئے کوئی آئینی، قانونی بندوبست نہ کرنا بھی درست نہیں، ماضی میں ایسے کئی واقعات پیش آ چکے ہیں جن میں لوگوں نے اسلام اور قرآن کے نام پر مخالفین کو نشانہ بنایا، اس ضمن میں آج سے چند سال قبل گوجرانوالہ میں پیش آنے والے اس مشہور واقعہ کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے جس میں محض غلط فہمی کی بنیاد پر ایک دینی رجحان رکھنے والے شخص کو قرآن کی بے حرمتی کے نام پر موٹر سائیکل کے پیچھے گھسیٹ کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا جو کوئی بھی

اس قانون کی آڑ میں اپنے مخالف کے درپے ہے دراصل وہ فتنہ فساد پھیلانے کا ارادہ رکھتا ہے اور ہمارے علمائے کرام، مذہبی رہنماؤں سے زیادہ اس بات کو کون جانتا ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب میں فتنہ پھیلانے کو قتل سے زیادہ سنگین فعل قرار دیا ہے لہٰذا یہ مناسب ہوگا کہ قانون کے خاتمے پر بحث میں وقت کے ضیاع کی بجائے اس کے درست استعمال کے لئے قانون سازی پر غور کیا جائے، میں نہیں سمجھتا دین کی حقیقت کو جاننے والے اس معاملہ کو بھی متنازعہ بنائیں گے مذہبی جماعتوں اور علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سلسلے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہوئے ان طبقات کے تحفظات دور کر دیں جنہیں اس قانون کے غلط استعمال کا ڈر لگا رہتا ہے۔

(8 جنوری 2011ء روزنامہ الشرق لاہور)

•••———•••———•••

حکمرانوں کیلئے عبرت کا مقام

عمر خان جوزوی

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل میں بہت بڑا راز پوشیدہ ہے اور سلمان تاثیر کے قتل میں اہل عقل و دانش کیلئے ایک نہیں کئی طرح کی نشانیاں بھی ہیں اور یہ قتل فول پروف سیکورٹی میں مدہوش حکمرانوں کیلئے ایک عبرت بھی ہے کیونکہ اکثر حکمران فول پروف سیکورٹی میں بسا اوقات اس طرح مدہوش ہو جاتے ہیں کہ وہ نہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بھول جاتے ہیں بلکہ اس طرح کے اقدام اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کرتے جس سے نہ صرف اللہ اور اس کا رسول ﷺ ناراض ہوتا ہے بلکہ لاکھوں اور کروڑوں نہیں بلکہ ایک ارب سے زائد مسلمانوں کی دل آزاری بھی ہوتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض اور ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔۔۔؟ یہ سب کے سامنے اور اس سے ہر شخص بخوبی واقف ہے۔

فرعون سے لے کر مرزا غلام احمد قادیانی اور راجپال تک جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بغاوت کا اعلان کر کے مسلمانوں کی دل آزاری کی اللہ نے ان سب کو دنیا کیلئے عبرت کا نشانہ بنایا۔ تاریخ گواہ ہے کہ شروع سے لے کر آج تک جس بد بخت نے بھی رسول ﷺ کی گستاخی کی یا حضور ﷺ کی شان میں کوئی نازیبا الفاظ استعمال کئے یا سرکار دو جہاں کو کوئی تکلیف پہنچائی وہ انجام بد سے کبھی بچ نہ سکے۔ حضور ﷺ کی ناموس کے تحفظ کیلئے تن من دھن قربان اور رسول ﷺ کے دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کو اللہ نے

مسلمانوں کے ایمان کا ایک لازمی حصہ بنادیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب بھی رسول ﷺ کا کوئی دشمن سر اٹھاتا ہے تو غازی علم دین، عامر چیمہ اور ممتاز قادری جیسے عاشق رسول ﷺ حالات سے بے پرواہ ہو کر میدان عمل میں نکل آتے ہیں اور یوں رسول اللہ ﷺ کے اس دشمن کو دنیا کیلئے عبرت کا نشانہ بنادیتے ہیں۔

گستاخ رسول کو کیفر کردار تک پہنچانا ہر مسلمان اپنے لئے ایک اعزاز سمجھتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر انسانِ قبیلے اور قوم کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ گستاخ رسول کا خاتمہ ان کے ہاتھوں ہو۔اس سلسلے میں یہ ایک واقعہ ہی کافی ہے۔رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کعب بن اشرف جو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن اور گستاخ رسول تھا کا قتل قبیلہ اوس کے چند صحابہ کرام نے کیا۔اس کے بعد اللہ اور اس کے رسول کے ایک اور دشمن نے سر اٹھایا اس کا نام سلام بن ابی الحقیق اور کنیت ابورافع تھی ابورافع کا شماران اکابر مشرکین میں تھا جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف دوسروں کو ورغلانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اسی ابورافع نے اللہ کے محبوب پیغمبر ﷺ کو تکلیف بھی بہت پہنچائی۔قبیلہ اوس جو اس سے پہلے گستاخ رسول کعب بن اشرف کو جہنم واصل کر چکے تھے وہ ابورافع کا خاتمہ بھی کر سکتے تھے لیکن قبیلہ خزرج کے صحابہ ان سے آگے ہوئے اور کہا کہ ابورافع کا کام ہم تمام کریں گے اور اس سلسلے میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگی جو رسول ﷺ نے دے دی۔ابورافع کس طرح کے قلعے میں رہتا تھا اور اس کی فول پروف سکیورٹی کا کیا حال تھا یہ سوچ کر بھی رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود قبیلہ خزرج سے تعلق رکھنے والے عاشق رسول نے اس کا کام تمام کر دیا۔

یہ واقعہ اور اس طرح کے دیگر واقعات ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہیں جو آج ناموس رسالت ایکٹ میں ترمیم کرنے کے لئے پرتول رہے ہیں گستاخ رسول کی سزا سزائے موت ہے حکمران اگر غیروں کی خوشنودی کیلئے سترہ کروڑ مسلمانوں کو شہید کر کے بھی اس قانون میں ترمیم کردیں تو مجھے اس رب کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری اور تمام کائنات

کی جان ہے حکمران گستاخ رسول کو پھر بھی انجام بد سے نہیں بچا سکیں گے بعض ناعاقبت اندیش اور سیاسی مداری گورنر پنجاب کے قتل کو سیاسی رنگ دینے کی ناکام کوشش کررہے ہیں جو دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔ گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے گستاخ رسول آسیہ کو جس طرح پناہ دینے کی کوشش کی اور ناموس رسالت قانون کے بارے میں جو زبان درازی کی ان کا قتل اسی کا نتیجہ ہے دوئم ملک ممتاز حسین قادری نے بھی سر عام یہ اعلان کر دیا ہے کہ انہوں نے ناموس رسالت کے تحفظ کیلئے گورنر پنجاب کا کام تمام کر دیا ہے۔ گورنر پنجاب کے قتل میں حکمرانوں بالخصوص تحفظ ناموس رسالت ایکٹ میں ترمیم کے بارے میں سوچنے والوں کیلئے بہت بڑا پیغام اور سبق موجود ہے۔ دراصل یہ اللہ کی طرف سے ان ظالموں کیلئے ایک وارننگ ہے کہ اگر یہ گستاخان رسول کو تحفظ اور تحفظ ناموس رسالت ایکٹ میں ترمیم کرنے سے اب بھی باز نہ آئے تو فول پروف سیکورٹی انتظامات کے باوجود ان کا حال بھی کعب بن اشرف، ابورافع، غلام احمد قادیانی، راجپال اور دیگر سے ہرگز مختلف نہیں ہوگا اس لیے حکمرانوں کو سلمان تاثیر قتل واقعے سے سبق حاصل کرنا چاہئے اور تحفظ ناموس رسالت ایکٹ میں انگلیاں مارنے سے باز رہنا چاہئے ورنہ پھر یہ بھی انجام بد کیلئے تیار رہیں۔

(12 جنوری 2011ء روزنامہ الشرق لاہور)

•••-----•••------•••

قانون توہین رسالت اور غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ

اشتیاق بیگ

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کے بعد ملک میں ایک نئی بحث نے جنم لیا ہے۔ ایک طبقہ سلمان تاثیر کو شہید اور پاکستان میں لبرل ازم کا علمبردار قرار دیتے ہوئے خراج تحسین پیش کررہا ہے، ان کی یاد میں شمعیں جلا رہا ہے جبکہ دوسرا طبقہ ممتاز حسین قادری کو غازی قرار دیتے ہوئے اسکا تعلق غازی علم دین شہید سے جوڑ رہا ہے اور ان پر پھول نچھاور کر رہا ہے۔ 81 سال بعد ایک بار پھر غازی علم الدین شہید کا نام اور واقعہ ذہنوں میں تازہ ہوگیا ہے اور آج ہر ایک کی زبان پر ہے۔

لاہور کا رہائشی 19 سالہ غازی علم الدین پیشے کے لحاظ سے ایک بڑھئی تھا۔ تقسیم ہند سے پہلے انڈیا میں ہونے والے ایک واقعہ نے علم دین کی زندگی میں ہلچل برپا کر دی۔ 1923ء میں ایک انتہا پسند ہندو نے رسول اکرم ﷺ کی شان میں ایک نہایت گستاخانہ کتاب تحریر کی۔ یہ کتاب ایک فرضی نام سے لکھی گئی جسے لاہور کے ایک ہندو پبلشر راجپال نے شائع کیا۔ کتاب میں انتہائی نازیبا باتیں درج تھیں جنہیں کوئی بھی مسلمان برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ کتاب کی اشاعت سے پورے برصغیر کے مسلمانوں میں شدید غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ مسلمانوں نے اس کتاب پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا اور اس کے پبلشر کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ سیشن کورٹ نے راجپال کو مجرم قرار دیتے ہوئے سزا سنادی جسکے بعد لاہور ہائی کورٹ نے اس سزا کے خلاف اپیل کی۔ سماعت میں مجرم راجپال کو اس

وجہ سے رہا کر دیا کہ اس وقت مذہب کے خلاف گستاخی کا کوئی قانون موجود نہ تھا۔

مسلمانوں نے ہائی کورٹ کے اس فیصلے کے خلاف پورے ملک میں تحریک شروع کر دی۔ نوجوان علم دین اپنے دوست رشید کے ساتھ لاہور کی تاریخی وزیر خان مسجد کے سامنے اس ہجوم میں موجود تھا جو ہندو رائٹر راجپال کے خلاف نعرے بازی لگا کر رہا تھا۔ جذبات کا ایک تلاطم تھا جو ہجوم کے نعروں کی گونج میں اُمڈ رہا تھا۔ امام مسجد نے انتہائی درد بھری آواز میں کہا: مسلمانو! شیطان راجپال نے اپنی کتاب میں ہمارے نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی ہے اور عدالتوں نے اسے بری کر دیا ہے جس سے اسلام دشمنوں کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔ امام مسجد کے یہ الفاظ غازی علم الدین کے دل میں اتر گئے اور اس نے اسی وقت فیصلہ کیا کہ وہ گستاخ رسول کو واصل جہنم کر کے ہی دم لے گا۔ اس نے اپنی اس خواہش کا اظہار اپنے قریبی دوست رشید سے کیا۔ وہ بھی راجپال کو اس گستاخی کا مزا چکھانا چاہتا تھا دونوں دوستوں نے اس مسئلے پر تین مرتبہ قرعہ اندازی کی اور تینوں مرتبہ علم الدین کا نام آیا، آخر کار رشید علم الدین کے حق میں دستبردار ہو گیا۔ اللہ نے یہ سعادت یقیناً علم دین کے ہی نصیب میں لکھی تھی

6 ستمبر 1929ء کو علم الدین بازار سے ایک چھری خرید کر سیدھا راجپال کی دکان کی طرف روانہ ہوا۔ راجپال ابھی دکان پر نہیں آیا تھا۔ علم دین نے اس کا انتظار کیا اور جیسے ہی راجپال اپنی دکان میں داخل ہوا تو علم دین نے چھری سے اس کے سینے پر زوردار وار کیا جو اس کے دل میں پیوست ہو گیا۔ راجپال موقع پر ہی ڈھیر ہو گیا۔ پولیس نے اسے گرفتار کر لیا اور اس پر قتل کا مقدمہ درج کر کے کیس چلایا گیا۔ علامہ اقبال کی درخواست پر قائداعظم نے علم دین کا مقدمہ لڑا۔ قائداعظم نے ایک موقع پر علم دین سے کہا کہ وہ جرم کا اقرار نہ کرے۔ غازی علم دین نے کہا کہ میں یہ کیسے کہہ دوں کہ میں نے قتل نہیں کیا۔ مجھے اس قتل پر ندامت نہیں بلکہ فخر ہے۔ کورٹ نے علم دین کو سزائے موت دی۔ قائداعظم جناح لبرل تصور کیے جاتے تھے اور اس وقت ہندو مسلم اتحاد کے بہت بڑے حامی تھے، ہندو اخبارات نے ان

پر کڑی تنقید کی لیکن قائداعظم نے اس تنقید کو رد کرتے ہوئے کہا: مسلمانوں کیلئے حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ ہر چیز سے بڑھ کر ہے"۔

31 اکتوبر 1929ء غازی علم الدین شہید کی سزائے موت پر عملدرآمد کا دن تھا۔ علم دین سے ان کی آخری خواہش پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ مجھے صرف دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ غازی علم الدین کو جب پھانسی گھاٹ پر لایا گیا اور جب پھندا ان کی گردن میں ڈالا گیا تو اس نے وہاں موجود لوگوں سے کہا "اے لوگو! گواہ رہنا میں نے راجپال کو نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے پر واصل جہنم کیا ہے، آج میں آپ سب کے سامنے کلمہ طیبہ کا ورد کر کے حرمت رسول ﷺ پر اپنی جان نچھاور کر رہا ہوں"۔ غازی علم الدین کو پھانسی کے بعد برطانوی حکومت نے ان کی میت بغیر نماز جنازہ جیل کے قبرستان میں دفنا دی جس پر مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا اور علامہ اقبال نے ایک مہم چلائی اور آخر کار انگریزوں نے اس یقین دہانی پر تدفین کے وقت ہنگامہ آرائی نہیں ہوگی اس کی اجازت دے دی گئی۔

15 دن بعد جب غازی علم الدین شہید کے جسد مبارک کو قبر سے نکالا گیا تو ان کا جسد خاکی پہلے دن کی طرح تر و تازہ تھا۔ علم الدین شہید کے والد نے علامہ اقبال سے علم دین کی نماز پڑھانے کی درخواست کی جس پر علامہ اقبال نے کہا وہ بہت گنہگار انسان ہیں اس لئے اتنے بڑے شہید کی نماز جنازہ وہ نہیں پڑھا سکتے۔ غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ پڑھانے کی سعادت محدث پاک و ہند امام اہلسنت سید دیدار علی شاہ صاحب بانی ادارہ حزب الاحناف لاہور کو حاصل ہوئی۔ غازی علم الدین کی نمازہ جنازہ لاہور کی تاریخ کی سب سے بڑی نماز جنازہ تھی جس میں لاکھوں لوگوں نے شرکت کی۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ عاشق رسول ﷺ کے جنازے کو کندھا دے۔ علامہ اقبال نے غازی علم الدین شہید کی جنازہ کو کندھا دیا اور اپنے ہاتھوں سے انہیں قبر میں اتارا۔ اس موقع پر علامہ اقبال نے نم آنکھوں کے ساتھ کہا: ترکھان کا بیٹا آج ہم پڑھے لکھوں پر بازی لے گیا اور ہم دیکھتے ہی رہ گئے۔ علم دین

شہید کی پھانسی کے بعد ایسے حالات پیدا ہوئے جس کے بعد انگریزوں کو قوانین میں تبدیلی کرنا پڑی اور کسی بھی مذہب کی توہین کو جرم قرار دیا گیا اور اس طرح ایک نوجوان کی قربانی قانون میں تبدیلی کا پیش خیمہ بنی۔ آزادی پاکستان کے بعد توہین رسالت کے قانون کو پاکستان پینل کوڈ کا حصہ بنایا گیا اور 1982ء میں اس وقت کے صدر ضیاء الحق نے اس قانون میں ترمیم کرتے ہوئے قرآن کریم کی توہین کی سزا عمر قید جبکہ حضور اکرم ﷺ کی توہین کی کم از کم سزا موت رکھی

یہ کالم تحریر کرتے ہوئے مجھے 2006ء میں ناموس رسالت ﷺ پر اپنی جان نچھاور کرنے والا 28 سالہ نوجوان عامر چیمہ یاد آ رہا ہے۔ والدین نے اپنے اکلوتے بیٹے کو ٹیکسٹائل کی اعلیٰ تعلیم کیلئے جرمنی بھیجا مگر قدرت نے ان کے بیٹے کو ''شہادت'' کی سند دے کر وطن واپس بھیجا۔ عامر چیمہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ ایک جرمن اخبار نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخانہ خاکے شائع کئے ہیں تو وہ تن تنہا اخبار کے دفتر پہنچ گیا اور تنبیہہ کی کہ اگر اخبار نے خاکوں کی اشاعت نہ روکی تو وہ ایڈیٹر کی جان لے لے گا۔ پولیس نے عامر چیمہ کو گرفتار کر لیا اور دوران حراست پولیس عامر پر تشدد کرتی رہی۔ ایک صبح عامر چیمہ کی لاش سیل میں لٹکی ہوئی پائی گئی۔ پولیس نے اس واقعہ کو خودکشی قرار دیا۔ عامر کی جیب سے اردو میں لکھا خط برآمد ہوا۔ جس میں تحریر تھا کہ ''اسے اپنی جان کا خطرہ ہے، اس کی موت کو خودکشی نہ سمجھا جائے''۔ عامر نے خط میں اپنے والدین سے اس خواہش کا بھی اظہار کیا تھا کہ ''موت کی صورت میں اس کی تدفین مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں کی جائے اور ان مقدس مقامات پر اس کی مغفرت کیلئے دعائیں کی جائیں''۔

موت تو ہر ایک کو آنی ہے اور اس سے فرار ممکن نہیں لیکن عامر کی موت ایسی موت تھی جس پر زندگی کو بھی رشک آیا۔ اس کا جسد خاکی وزیر آباد میں اس کے گاؤں لے جایا گیا جہاں ملک کے مختلف شہروں سے لاکھوں لوگ جوق در جوق اس عاشق رسول ﷺ کا آخری دیدار کرنے اور اس کی میت کو کندھا دینے کے لئے آئے تھے۔ عامر کی نماز جنازہ پڑھانے کی

سعادت ان کے والد کو ہوئی۔ اس طرح عامر چیمہ بھی کئی دہائیوں بعد غازی علم دین کی طرح تاریخ میں امر ہو گیا۔ عامر چیمہ کی شہادت پر میں نے اس کے والد پروفیسر نذیر چیمہ کو فون کیا اور شہید کا باپ ہونے پر خراج تحسین پیش کیا۔ پروفیسر صاحب نے مجھے کہا کہ کاش میرا ایک اور بیٹا ہوتا تو میں اسے بھی نبی کریم ﷺ کی ناموس پر قربان کر دیتا۔ میں نے پروفیسر صاحب کو اپنی جانب سے حج کی سعادت کی پیشکش کی تاکہ وہ شہید کی وصیت کے مطابق مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اس کیلئے مغفرت کی دعائیں کر سکیں۔ پروفیسر صاحب نے میری پیشکش پر شکریہ ادا کیا۔ کچھ عرصے بعد جب مجھے اللہ تعالیٰ نے غسل کعبہ کی سعادت عطا فرمائی اور مجھے خانہ کعبہ کے اندر کچھ وقت گزارنے کا موقع ملا تو میں نے خانہ کعبہ کے اندر عامر چیمہ کی مغفرت کیلئے دعائیں کیں۔

ناموس رسالت پر مر مٹنے کا جذبہ صرف پاکستان تک ہی محدود نہیں بلکہ شمع رسالت کے پروانے دنیا بھر میں موجود ہیں اور اپنی جانیں نچھاور کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں۔ ہالینڈ میں مقیم مراکشی باشندے عبدالرحیم کو جب یہ پتہ چلا کہ ہالینڈ کے وین گوگ نامی ایک آرٹسٹ نے ماڈل عورت کو برہنہ جسم پر (نعوذ باللہ) قرآنی آیات تحریر کیں اور اسے آرٹ کا ایک شاہکار نمونہ قرار دیا تو وہ یہ برداشت نہ کر سکا اور اس نے اس بدبخت آرٹسٹ کو قتل کر دیا۔ عدالت نے عبدالرحیم کو 6 سالہ قید کی سزا سنائی اور کہا کہ عدالت کو امید ہے کہ ملزم کو اپنے کئے پر پچھتاوا ہوگا اور وہ مستقبل میں ایسا نہیں کرے گا تو عبدالرحیم نے مسکراتے ہوئے جج کو جواب دیا کہ اسے اپنے کئے پر پچھتاوا نہیں بلکہ فخر ہے اور اگر کسی نے دوبارہ ایسی گھٹیا حرکت کی تو وہ یہ جرم ایک بار پھر کرے گا۔ یہ سن کر جج نے عبدالرحیم کی سزا کو عمر قید میں تبدیل کر دیا اور کہا کہ اس دیوانے کا علاج کروایا جائے۔ جج کو شاید معلوم نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں دیوانگی ہی مسلمانوں کیلئے ایک اعزاز ہے۔ حال ہی میں ہالینڈ کی فریڈم پارٹی کے لیڈر اور فلم ''فتنہ'' کے پروڈیوسر گرٹ ولڈر کو ایک مراکشی مسلمان نے قتل کرنے کی کوشش کی مگر وہ بچ نکلا۔ فلم ''فتنہ'' میں حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی گئی

ہے۔ واضح ہو کہ گرٹ ولڈر وہی ملعون ہے جس نے اس سے قبل یہ بیان دیا تھا کہ اگر مسلمان ہالینڈ میں رہنا چاہتے ہیں تو انہیں (نعوذ باللہ) آدھے قرآن کو تلف کرنا ہوگا۔ ملعون گرٹ ولڈر کو ہالینڈ کی حکومت نے انتہائی خفیہ مقام پر منتقل کر دیا ہے جہاں اسے سخت پہرے میں رکھا گیا ہے۔

پاکستان میں قانون کا غلط استعمال کسی ایک قانون تک محدود نہیں۔ ٹریفک کے قوانین سے لے کر قتل کے قانون تک ایسے بے شمار قوانین ہیں جس کا غلط استعمال ہو رہا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان قوانین کو ''کالا قانون'' قرار دے کر ختم کر دیا جائے۔ راجپال کا قتل علم دین نے اس لئے کیا کہ اس وقت مذہب کے خلاف گستاخی کا کوئی قانون موجود نہیں تھا اور مراکش کے عبدالرحیم نے بھی قانون اس لئے اپنے ہاتھ میں لیا کہ ہالینڈ میں بھی یہ جرم قابل سزا نہیں۔ آج امریکہ اور مغربی قوتیں توہین رسالت قانون میں ترمیم اور اسے بے اثر کرنا چاہتی ہیں اور اس طرح کا تاثر دے رہے ہیں کہ توہین رسالت قانون صرف غیر مسلموں کیلئے ہے جبکہ اس قانون کی زد میں آنے والے مسلمان بھی ہیں جس کی حالیہ مثال ڈیرہ غازی خان میں امام مسجد اور ان کے بیٹے کو توہین رسالت کے جرم میں عمر قید کی سزا دینا ہے۔ کسی جرم کے فیصلے کیلئے قانون اور عدالتیں ہی بہترین ذریعہ ہیں۔ اگر حکومت ناموس رسالت قانون میں تبدیلی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی تو اسے وفاقی وزیر اقلیتی امور شہباز بھٹی کی سربراہی میں اس مقصد کیلئے بنائی گئی کمیٹی کو فوراً ختم کر دینا چاہیے تاکہ مسلمانوں کے خدشات دور ہو سکیں۔

اگر آسیہ بی بی کی عدالتی سزا کو معاف کر دیا جاتا تو اس سے ہماری عدالتی فیصلوں کی وقعت نہ رہتی اور کئی یورپی ممالک آسیہ اور اس کے خاندان کو جان کے خطرے کا بہانہ بنا کر سیاسی پناہ دینے کی پیشکش کرتے جس سے توہین رسالت کے مرتکب افراد کی حوصلہ افزائی ہوتی۔ عیسائیوں کے پیشوا پوپ بینڈکٹ کے حالیہ اشتعال انگیز بیان سے کہ حکومت پاکستان آسیہ بی بی کو رہا اور ناموس رسالت قانون کو ختم کرے، دنیا بھر کے مسلمانوں کی دل آزاری

ہوئی ہے۔ پوپ بینڈکٹ کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ایک مسلمان اپنی ذات، خاندان اور ملک کی توہین تو شاید برداشت کر لے مگر وہ حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی قطعاً برداشت نہیں کر سکتا اور یہ وہ نام ہے جو زباں بھی وضو کر کے لیتی ہے۔ ناموس رسالت کا تحفظ ہر شے پر مقدم ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی محبت ہر مسلمان کا سرمایہ ہے اور یہ سرمایہ اسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

(12 جنوری 2011ء روزنامہ جنگ)

•••-----•••-----•••

حضور ﷺ سے محبت ہی اصل دین ہے

محمد علی عارف

مسلمانوں کی حضرت محمد ﷺ سے اتھاہ محبت اوران کے نام پاک کے ساتھ بے پناہ وابستگی دنیا میں مسلمانوں کے اجتماعی وجود کی ضامن رہی ہے۔کوئی برائے نام اور بے عمل مسلمان بھی حضور ﷺ کی شان وعظمت کے خلاف کوئی بات برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا بلکہ کٹ مرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے حالانکہ اسے محبت اور عشق رسول کا کوئی دعویٰ نہیں ہوتا مگر فطری طور پر ہر مسلمان کے قلب وذہن میں حضور ﷺ کی عظمت ورفعت ایک بے نام محبت وعقیدت اسی طرح مرتسم ہو چکی ہوتی ہے اسے محو کر دینا کسی کے بس میں نہیں ہے یہ ایک عجیب جذبہ اور نا قابل فہم نشہ اور سرشاری ہے کہ محمد ﷺ کے اسم گرامی پر مسلمان مر مٹنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔آج تک بے شمار لوگ شاتم رسول کافروں کے قتل میں ملوث ہو کر خوشی سے پھانسیوں پر جھول گئے ہیں درحقیقت یہی غیر فانی جذبہ ہے کہ جس نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو ہمیشہ زندہ اور پائندہ رکھا ہے جب تک یہ عظیم جذبہ محبت وعقیدت اہل ایمان کے قلوب میں موجزن رہے گا دنیا کی کوئی طاقت مسلمانوں کے اجتماعی وجود کو ختم نہیں کر سکتی۔

اکثر وبیشتر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آپ ﷺ سے بے پناہ محبت تھی جو عشق کے درجے تک پہنچی ہوئی تھی جب خفیہ تبلیغ کے زمانے میں اپنے جذبہ عشق سے مجبور ہو کر علی الاعلان دین حق کی تبلیغ کعبۃ اللہ میں فرمائی حالانکہ اس دور میں لوگ اپنے ایمان کو

پوشیدہ رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے اسلام میں پہلا خطبہ دینا شروع کیا تو کفار و مشرکین چاروں طرف سے ان پر ٹوٹ پڑے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اتنا مارا کہ تمام چہرہ زخمی ہوگیا۔ ناک کان سب لہولہان ہوگئے اتنا بے دردی سے مارا تو آپ زخمی ہوکر گر پڑے۔ حضرت ابو بکر صدیق کے قبیلے کے لوگ بنو تمیم وہاں سے اٹھا کر لائے اور عتبہ بن ربیع کے خلاف اعلان کیا کہ اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فوت گئے تو وہ اس کا انتقام عتبہ بن ربیع سے لیں گے جس نے سب سے زیادہ سختی سے مارا تھا شام تک بے ہوش رہے۔ شام کو پہلی بات ان کے منہ سے یہ نکلی کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟ قبیلے کے لوگ بددل ہوکر وہاں سے اٹھ کر چلے گئے والدہ ام خیر سے بس یہی ایک سوال تھا کھانے پینے سے انکاری تھے، آخر والدہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہن ام جمیل کے پاس بھیجا وہ بھی اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھیں تاہم وہ ان کی والدہ کے ساتھ آ گئیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر رو پڑیں ام جمیل سے بھی وہی سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ خیریت سے ہیں اور ارقم کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔ انہوں نے قسم کھالی کہ میں حضور ﷺ کی زیارت کے بغیر کچھ نہ کھاؤں گا آدھی رات کو والدہ انہیں حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے لپٹ گئے اور خوب روئے خوشی اور نشاط میں محبت اظہار کرنے والے تو بہت ہوتے ہیں مگر عشق و محبت وہی ہے جو آتش نمرود میں بھی کود پڑے اور مصیبت اور تکالیف کے وقت بھی محبوب کے بغیر نہ رہ سکے۔

حضرت عمر فاروق کتنے بہادر اور جری تھے لیکن حضور ﷺ کے وصال کے وقت ننگی تلوار لیے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ جو کہے گا کہ حضور ﷺ کا وصال ہوگیا اس کی گردن اڑا دوں گا یہ حضرت عمر نہیں ان کا عشق نعرہ زن تھا حضرت عثمان گم سم تھے بولا نہیں جاتا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ بے حس و حرکت چپ چاپ بیٹھے تھے صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا عشق کامل تھا کہ اس سے پہلے جتنے صدمے کو برداشت کیا حضرت عمر کو بٹھایا اور باہر آ کر خطبہ دیا۔ جب غزوہ احد میں بہت سے مسلمان شہید اور زخمی ہوئے تو عورتیں بھی پریشان ہوکر

گھروں سے نکل آئیں۔ ایک انصاری عورت والہانہ طور پر ہر مجمع میں جاتی اور حضور ﷺ کی خیریت پوچھتی کسی نے کہا تمہارے والد شہید ہو گئے مگر انہوں نے بے قراری سے پوچھا کہ حضور ﷺ کیسے ہیں؟ اتنے میں خاوند کے شہید ہونے کی خبر ملی کسی نے بیٹے اور کسی نے بھائی کی شہادت کی خبر سنائی کہ سب شہید ہو گئے ہیں مگر انہوں نے پھر پوچھا کہ حضور ﷺ کیسے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ وہ بخیریت ہیں اور تشریف لا رہے ہیں لوگوں نے اشارے سے بتایا کہ وہ اس مجمع میں ہیں دوڑتی ہوئی گئیں اور زیارت فرمائی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی زیارت ہو جانے کے بعد ہر مصیبت ہلکی اور معمولی نظر آنے لگی ہے۔ حضور ﷺ کا کپڑا مبارک پکڑ کر عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب آپ زندہ سلامت ہیں تو مجھے کسی کی شہادت کی پرواہ نہیں۔

اس طرح کا واقعہ کئی عورتوں کو پیش آیا عورتیں عموماً کم حوصلہ اور رنج وغم کے اظہار میں بے صبر ہوتی ہیں مگر حضور ﷺ کی محبت نے عورتوں تک کو یہ حوصلہ اور ایسا حیرت انگیز صبر عطا فرمایا صلح حدیبیہ میں عروہ بن مسعود ثقفی کفار ومشرکین کے سفیر بن کر حاضر ہوئے اور واپس جا کر صحابہ کرام کے عشق ومحبت اور بے پناہ عقیدت کا یوں ذکر کیا اے قریش میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے درباروں کو بھی دیکھا ہے خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس قوم کا ایسا عالم ہو اگر وہ تھوکتے ہیں تو جس کے ہاتھ پڑ جائے وہ اس کو بدن اور منہ پر مل لیتا ہے جو بات محمد ﷺ کے منہ سے نکلتی ہے سب اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں وضو کا پانی زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ منہ اور جسم پر مل لیتے ہیں بولتے ہیں تو بہت پست آواز میں۔

•••-----•••-----•••

مذہبی انتہا پسندی سے سیکولر انتہا پسندی تک

چوہدری ذبیح اللہ بلگن

اگر آپ تقدس، عفت اور توقیر کا عملی مظاہرہ دیکھنے کے متمنی ہیں تو پھر کسی نہ کسی طرح امریکہ کا ویزہ حاصل کیجئے کسی بھی ٹریول ایجنٹ سے ٹکٹ لیں اور نیویارک کا سفر کریں۔ نیو یارک ایئرپورٹ سے امیگریشن کے تقاضے پورے کریں اور ایئرپورٹ سے باہر نکلتے ہی امریکہ مردہ باد کا نعرہ بلند کریں۔ محض پانچ سے دس منٹ کا وقت گزرے گا چند باوردی اہلکار آپ تک رسائی حاصل کریں گے اور آپ کی مشکیں کس کر پیٹھ کے ساتھ لگاتے ہوئے باندھ دیں گے۔ آپ کے چہرے پر کالے رنگ کا غلاف ڈالیں گے۔ اس کے بعد آپ کہاں جائیں گے شاید آپ کو بھی معلوم نہ ہو۔ اگر آپ اس انجام کے بعد بھی یورپی ملک میں پہنچنے کے بعد آپ وہاں ہولوکاسٹ واقعہ کو موضوع سخن بنائیں۔ دوران گفتگو ہولوکاسٹ کی صحت پر استدلال پیش کریں۔ اگر کسی نے آپ کی یہ گفتگو سماعت کر لی اور یہ شکایت قانون نافذ کرنیوالے اداروں تک پہنچ گئی تو یقین کر لیجئے کہ محض نصف گھنٹہ لگے گا اور آپ کسی پولیس اسٹیشن کی کرسی پر بیٹھے اپنے خلاف درج ہونے والی ایف آئی آر کی کاپی کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اس ایف آئی آر کے نتیجے میں آپ کو زیادہ نہیں تو تین سال تک قید تو ضرور ہوگی۔ اگر آپ کو اب بھی تقدس اور ناموس کا مفہوم سمجھ نہ آیا تو ایک واقعہ سماعت کیجئے۔ یہ گزشتہ سال کا واقعہ ہے۔ دسمبر 2009ء میں لندن میں شدید برف باری اور دھند کے باعث پروازیں تاخیر کا شکار تھیں۔ موسم کی بحالی کے باعث جب پروازوں کا آغاز ہوا تو انتظامیہ نے امریکی

ایئرلائن کے جہازوں کو ترجیحی بنیادوں پر سفر کی اجازت دی۔اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے ایئر پورٹ پر موجود ایک یمنی باشندے نے امریکہ مردہ باد کا نعرہ بلند کیا۔ پلک جھپکتے یہ سیکورٹی فورسز نے اس کو آن گھیرا اور اس کے خلاف امریکہ کو گالیاں دینے کے الزام میں مقدمہ درج کرلیا گیا۔ 72 گھنٹے بعد اس نوجوان کو عدالت میں پیش کر کے اس کا ریمانڈ طلب کیا گیا۔ سیکورٹی فورسز کا کہنا تھا کہ وہ اس نوجوان کے متعلق یمن سے ریکارڈ منگوانا چاہتے ہیں۔اب ذرا تدبر کو بروئے کار لاتے ہوئے فیصلہ کیجئے کہ امریکہ ایک ملک ہے اور یہ ملک الاسکا اور جزیرہ ہوائی کے سوا اڑتالیس ریاستوں پر مشتمل ہے۔ یہ ریاستیں جن میں بیشتر ایسی ریاستیں بھی ہیں جو سمندر پار ہیں اور انہوں نے امریکہ سے الحاق کیا ہوا ہے۔تمام کی تمام کرہ ارض پر ہیں ان ریاستوں کے تقدس کے بارے میں کسی الہامی کتاب میں درج ہے اور نہ کسی بھی دین کی تعلیمات ان کے حرمت کا حکم دیتی ہیں۔ اس کے باوجود یونائیٹڈ سٹیٹ آف امریکہ کے تقدس کے پامالی قابل جرم سزا ہے۔اسی طرح ہولوکاسٹ ایک واقعہ ہے جسے مرگ انبوہ بھی کہا جاتا ہے۔فرانس اور جرمنی سمیت 13 ممالک ایسے ہیں جہاں ہولوکاسٹ پر کسی بھی نظر ثانی بلکہ اس کے بارے میں تحقیق کو غیر قانونی قرار دیا گیا ہے۔اس پر تحقیقی بحث سے بھی بعض ممالک میں تین سے دس سال تک قید کی سزا اور جرمانے بھی ہو سکتے ہیں۔ ہولوکاسٹ کا واقعہ دوسری جنگ عظیم کے دوران وقوع پذیر ہوا۔یہوذیوں کے مطابق اس قتل و غارت گری میں 90 لاکھ سے زائد یہودیوں کو قتل کر دیا گیا تھا۔راقم انتہائی احترام سے استفسار کناں ہے کہ کسی ایک ریاست کے خلاف غم و غصے کا اظہار کرنا اور کسی واقعہ کا انکار کرنا نا قابل معافی جرم قرار دیا جاسکتا ہے تو آخر کیا وجہ ہے کہ دنیا کے دوسرے بڑے مذہب اسلام کے پیغمبر ﷺ کی ناموس اور تقدس کو موضوع بنانے اور اس پر ناقدانہ اظہار کرنے والے ہر نوع کی پابندی اور حدود و قیود سے بے نیاز ہونے کے خواہش مند ہیں۔طرز عمل وہی درست تھا جو ایم ڈی تاثیر نے آج سے 82 سال قبل علامہ اقبال کی معیت میں اختیار کیا تھا۔اس کا نام علم دین تھا اور وہ بڑھئی کا بیٹا تھا۔ناموس رسالت کے عنوان پر اس نے راجپال کو ہلاک کر

دیا۔ میانوالی جیل میں پابند سلاسل علم دین کو سزائے موت سنادی گئی۔ وکیل محترم نے کہا محض ایک بار انکار کردو قضا سے زیست کی جانب لوٹ آؤ گے۔ بڑھئی کے فرزند نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک اعزاز جو مجھے میسر آیا ہے اس سے نجات کیونکر چاہوں۔ پھندے پر جھولنے کے بعد اسے بغیر نماز جنازہ کے میانوالی میں دفن کر دیا گیا۔ ایم ڈی تاثیر اور علامہ اقبال ہی تھے جنہوں نے علم دین جو غازی علم دین بن چکا تھا اس کی میت کے حصول کی جدو جہد کو تحریک میں بدل دیا۔ اور اس تحریک کی مالی معاونت ایم ڈی تاثیر نے کی۔ سلمان تاثیر اس دنیا میں نہیں رہے، رہیں گے ہم بھی نہیں، کوئی بھی نہیں رہے گا۔ سلمان تاثیر اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ وہ جس نے 27 گولیوں کا زیور سلمان تاثیر کے جسم میں اتارا ہے اس کے بقول اس نے یہ انتہائی اقدام ناموس رسالت کے سبب اٹھایا ہے۔ قاتل اور مقتول کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ بخدا اگر سلمان تاثیر ایسے نہ تھے جیسا کہ بیان کیا جا رہا ہے تو اللہ ان سے ناانصافی نہیں رکھے گا۔ اور اگر قاتل رسالت مآب ﷺ کا راست عاشق ہے تو پھر اللہ اپنے محبوب سے محبت رکھنے والوں کو رسوا نہیں کرے گا۔

معاملہ ناموس اور عقیدت کا ہے۔ کوئی بے حمیت بھی ماں بہن کی گالی نہیں لیتا۔ اور جن کے نام پر ہزاروں خونی رشتے قربان کیے جا سکتے ہیں پھر ان کی ناموس پر کیسا سمجھوتا۔ یقین جان لیجئے سلمان تاثیر کے بہیمانہ قتل کے محرکات محض جذباتی تقاریر اور مذہبی انتہا پسندی نہیں ہے۔ سلمان تاثیر کی ہلاکت میں سیکولر انتہا پسند نجی محفلوں سے نکل کر بر سر عام حساس موضوعات پر سخن وری کریں گے پھر کیونکر ممکن ہے کہ اہلیان مذہب انتہا پسندی کی جانب جانے پر مجبور نہ ہوں۔ 98 فیصد مسلم آبادی والے ملک میں جب مقدس ہستیوں کے تقدس کو موضوع استہزاء بنانے کی سعی کی جائے گی تو پھر اس کے خلاف ردعمل بھی فطری ہوگا۔

اس میں شک نہیں کہ دلیل کی زبان میں بات ہونی چاہئے مگر کیا یہ معیار امریکہ کی دو رخی کی نقاب کشائی کیلئے اسی طرح کارآمد ہے؟ ہولوکاسٹ جو مبینہ طور پر یہودیوں کا قتل عام ہے کیا یہ استدلال کا فلسفہ ان کے لئے یکساں اہمیت کا حامل ہے؟ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔

جب آزادی اظہار رائے کے متعدد معیار اور پیمانے ہوں گے تو پھر دلیل اور استدلال کہاں رہ جائیں گے۔ جولین اسانج (وکی لیکس) آزادی اظہار رائے کے حق کو استعمال کرتا ہے تو اس پر جاسوسی ایکٹ کے تحت مقدمہ قائم کرنے کے لئے ٹیم مقرر کر دی جاتی ہے۔ جبکہ دوسری جانب مائیکل ہارٹ کے بقول کائنات کی سب سے عظیم ہستی کے ناموس کے لئے قائم کئے گئے قوانین کی منسوخی یا تبدیلی کیلئے ہر طرح کی ہرزہ سرائی کو جائز حق تصور کر لیا گیا ہے۔ یہ وہ دہرے معیار ہیں جو غازی ممتاز قادری جیسے نوجوانوں کو انتہائی اقدام اٹھانے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ جب تک سیکولر انتہا پسندی کے خلاف بند نہیں باندھا جاتا مذہبی انتہا پسندی کا سدباب ممکن نہیں ہو سکتا۔

(10 جنوری 2011 روزنامہ جناح)

•••——•••——•••

توہین رسالت ایکٹ محض نعرے نہیں!

ایوب بیگ مرزا

گزشتہ برس ننکانہ صاحب کے ایک گاؤں اِٹاں والی میں چند خواتین فالسہ چُن رہی تھیں۔ ان میں عیسائی خاتون آسیہ بی بی بھی شامل تھی۔ یہ ایک ہی گاؤں کی رہنے والی تھیں اور باہم مل جل کر محنت و مشقت کر کے بچوں کا پیٹ پالتی تھیں۔ ان میں کبھی کوئی جھگڑا یا کشیدگی مذہب کی بنیاد پر نہ تھی۔ وقوعہ کے روز وہ اکٹھی بیٹھ کر دوپہر کا کھانا کھا رہی تھیں۔ ان کی تعداد 8 یا 10 تھی۔ پانی پینے کے لئے صرف تین گلاس تھے۔ عیسائی خاتون آسیہ بی بی نے ایک گلاس میں پانی پیا تمام مسلمان خواتین نے بقیہ دو گلاس پانی پینے کے لئے استعمال کئے اور اس گلاس کو استعمال نہ کیا جس میں عیسائی خاتون نے پانی پیا تھا۔ اس بات کو عیسائی خاتون نے نوٹ کیا اور اسے اپنی سخت توہین خیال کیا۔ پہلے اس نے مسلمانوں کو برا بھلا کہا اور پھر حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ ان عورتوں نے واپس جا کر مردوں سے بات کی کہ اس عیسائی خاتون نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ جس پر گاؤں میں پنچائیت نے آسیہ بی بی طلب کیا۔ آسیہ بی بی نے اعتراف کیا کہ اس نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ پنچائیت نے تھانہ اور ڈی سی او سے رابطہ کیا جس نے فریقین کو طلب کیا۔ پہلے پنچائیت والوں کا موقف سنا گیا اور بعد ازاں اُس نے آسیہ بی بی کے علاوہ تمام لوگوں کو کمرے سے نکال دیا۔ مقصد یہ تھا کہ آسیہ بی بی جو کہنا چاہے بغیر دباؤ کے کہہ دے لیکن چند منٹ بعد ہی اُس افسر نے تمام لوگوں کو واپس بلا لیا اور کہا کہ وہ تو صاف صاف اعتراف کر رہی ہے۔ کسی قسم کی انکوائری اور تفتیش کی ضرورت ہی نہیں اور سیشن جج نے تھانے کو آسیہ بی بی

کے خلاف مقدمہ درج کرنے کا حکم دے دیا۔ 14 ماہ کی سماعت کے بعد سیشن جج نے ملزمہ کو جرم دار قرار دیتے ہوئے سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ دشمنانِ اسلام کی اس سزا پر چیخ و پکار تو سمجھ آتی ہے۔ پاکستان کے سیکولر دانشوروں کو بھی کرنٹ لگا ہے۔ اور تو اور بلانوش گورنر سلمان تاثیر آسیہ بی بی کے آستانے پر حاضری دینے پہنچ گیا۔ میڈیا کے سامنے عدالتی فیصلے کی مذمت کی اور اس بدبخت خاتون سے صدر کے نام معافی کی درخواست لکھوائی اور مذہبی رہنماؤں کے خلاف زبان درازی کرنے لگے۔ حالانکہ 1973ء کا آئین جسے سیاست دان اپنے مفاد کے تحت کبھی آسمانی صحیفہ بنا دیتے ہیں اور کبھی پاؤں تلے روندتے ہیں۔ واضح کرتا ہے کہ کوئی عدالتی سزا یافتہ شخص اُس وقت صدر پاکستان سے سزا کی معافی کے لئے رحم کی اپیل کرسکتا ہے جب عدالتی کاروائی کے تمام مراحل طے ہو چکے ہوں یعنی سپریم کورٹ بھی اُس کے خلاف فیصلہ صادر کر چکی ہو۔ لیکن حکومت کے اعلیٰ منصب دار نے آئین کی صریحاً خلاف ورزی کرتے ہوئے میڈیا کے سامنے سیشن جج سے سزا یافتہ مجرمہ سے صدر کے نام درخواست لکھوائی۔ علاوہ ازیں پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا نے نہ صرف اس فیصلے کے بلکہ توہین رسالت کے قانون کے خلاف بھی طوفان اٹھا دیا۔ تھوڑی دیر کے لئے فرض کرلیں کہ جج نے قانون کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا اور قانون کو بالائے طاق رکھ کر فیصلہ کیا ہے تو اس میں قانون کا کیا قصور ہے۔ اسے تبدیل کرنے کی ضرورت کیوں پڑ گئی؟ فیصلہ اگر غلط ہوا ہے تو اعلیٰ اور اعلیٰ ترین عدالت سے رجوع کریں۔ کیا قتل کے یا دھوکہ دہی کے کسی مقدمہ میں غلط فیصلہ ہونے پر دفعہ 420, 302 کو آئین سے خارج کرنے کا سوال کبھی اٹھایا گیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ امریکی ڈالروں کی چکاچوند نے اور مغرب کی بے حیا اور مادر پدر آزاد تہذیب نے انہیں اتنی بری طرح اپنی گرفت میں لے لیا ہے کہ کہ مسلمان ہوتے ہوئے بھی شرعی قوانین اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے مسلمانوں کا والہانہ عشق انہیں کانٹے کی طرح چبھتا ہے اور وہ شمنانِ اسلام کے اس ایجنڈے پر اندھادھند عمل پیرا ہوتے ہیں کہ عین روح محمد اس کے بدن سے نکال دو۔ تاریخ اسلام ایسے فیصلوں سے بھری پڑی ہے۔ جن میں شاتم

رسول کو جہنم واصل کیا گیا۔ نبوی دور میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جب کسی شاتم رسول کو قتل کیا گیا تو آپ ﷺ کا اس کے قاتل کو قصاص اور دیت سے مبرا قرار دینا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے بلکہ جس بدبخت نے حضور کی ہجو کی تھی، حضور ﷺ نے خود اس کے قتل کا حکم فرمایا تھا۔ فتح مکہ کے دن جب عام معافی کا اعلان کیا گیا کہ یہ لوگ اگر خانہ کعبہ کے غلاف سے بھی لپٹ جائیں تب بھی انہیں قتل کر دیا جائے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ابن خطل کو اس حالت میں قتل کیا گیا کہ وہ خانہ کعبہ کے غلاف سے چمٹا ہوا تھا۔ قرآن حکیم نے تو صحابہ جیسے مقدس نفوس کو بھی انتباہ کر دیا تھا کہ جو کوئی حضور ﷺ کے سامنے بلند آواز سے بولے گا اس کے تمام اعمال حبط کر لئے جائیں گے اور اسے معلوم بھی نہیں ہوگا۔ یہ تصور نہیں بھی کیا جا سکتا تھا کہ مسلمان ریاست میں مسلمان حکمرانوں کے ہوتے ہوئے کوئی بدبخت حضور کے خلاف زبان درازی کرے گا تو نہ صرف اسے بدترین سزا نہیں دی جائے گی بلکہ اس کے حق میں آوازیں بھی اٹھائیں گے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

قارئین کرام! مملکت خداداد پاکستان جسے حضور ﷺ کے غلاموں نے لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ لگا کر حاصل کیا تھا، وہاں آسیہ بی بی پیدا ہوتی رہیں گی۔ یورپ میں حضور ﷺ کے خاکے بنتے رہیں گے اور قرآن کو نذر آتش کرنے کے اعلان ہوتے رہیں گے حقیقت یہ ہے کہ ہم دھواں دار تقریروں سے ٹائر جلانے اور گاڑیوں کے شیشے توڑنے سے انہیں آقا نامدار اور کتاب اللہ کی توہین سے روک نہیں سکیں گے۔ ہم میں دینی شعائر اور حضور ﷺ کی ذات کے حوالہ سے جذبہ ہے لیکن یہ نعروں اور جذباتی تقاریر تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اگر اللہ پر ایمان ہے، اگر قرآن حق ہے اور اگر رسول اللہ ﷺ پر ہمارے ماں باپ فدا کرنے کے دعوے سچے ہیں تو اس ملک کو اور اس دنیا کو اسلام کا گہوارہ بنانے کے لئے جت جائیں۔ یہ ہے وہ کاروبار یہ ہے وہ تجارت جس میں خسارے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ دنیا نہیں تو نہ سہی، آخرت میں تو جنت منتظر ہوگی۔ بصورت دیگر دنیا میں ذلیل و رسوا تو ہو رہے ہیں، آخرت میں بھی نجات سوالیہ نشان بن جائے گی۔ واللہ اعلم۔ لہٰذا محض نعرے نہیں گستاخانِ رسول کو منہ توڑ جواب دینے کے لئے اسلام کا نظام عدل اجتماعی نافذ کرنا لازم ہے۔

اے آقا ﷺ ہم شرمندہ ہیں!۔۔۔

مولانا محمد علی

کائنات کی سب سے مقدس مخلوق انسان ہیں پھر انسانوں میں سے جو مسلمان ہیں، مومنین ہیں پھر ان مومنین میں سے جو انبیاء علیہم السلام ہیں، حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم المرسلین حضور اکرم ﷺ تک جتنے نبی پیغمبر تشریف لائے وہ بلاشبہ اس کائنات کے افضل ترین لوگوں میں سے تھے، پھر انبیاء میں سب سے اعلیٰ وارفع بلند و برتر اکمل و افضل حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات ہے۔ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے شمار رحمتیں لامحدود سلام نازل ہوں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو وہ بہترین سے بہترین صلہ عطا فرمائے جو کسی نبی کو اپنی قوم کی طرف سے کسی رسول کو اپنی امت کیطرف سے دیا جاسکتا ہے۔ حضور پر نور ﷺ جب تشریف لائے تو ہر طرف تاریکی کا دور تھا اور ظلم و ستم کا راج تھا، آپ ﷺ نے عدل و انصاف کے چراغ جلائے مخلوق اور خالق کے درمیان فاصلے مٹائے اور انسانیت کو ہدایت کا راستہ دکھلا کر بے شمار احسانات فرمائے۔

اے رحمت دو عالم ﷺ آپ نے اپنی امت کو توحید کا سبق سکھایا، سنت کا راستہ دکھایا آپ نے ہمیں قرآن و حدیث کا دستور دیا، آپ نے ہی ہمیں اسلام کی رسی عطا فرمائی جس نے ہمیں ادھر ادھر بھٹکنے سے محفوظ کر دیا اور اے آقا! ﷺ آپ کے لائے کلمہ کی بنیاد پر ہم نے یہ ارض پاک حاصل کی۔ جی ہاں پاکستان کلمہ طیبہ کے نعرے پر معرض وجود میں آیا، یعنی پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ یہی وہ بنیاد ہے جس پر پاکستان دنیا کے نقشے پر ابھرا۔

آج ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اس بنیاد پر کنفیوژن پیدا کر دی گئی ہے۔ آج کی نسل کو پتا ہی نہیں کہ ہم نے یہ وطن کیوں حاصل کیا۔ قرارداد مقاصد 1944ء سے لے کر دستور پاکستان 1973ء تک یہی نصب العین ہے کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے اقتدار اعلیٰ کا مالک صرف اللہ ہے اور اس ملک کا نظام قرآن وسنت کے زریں اصولوں پر چلانا ہے۔ ان اصولوں میں روشن وتاباں قانون سرکار دو جہاں حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی عظمت و حرمت ہے۔ آیئے پہلے دیکھتے ہیں یہ نظام قرآن پاک نے کس انداز سے بیان کیا۔ سورہ اعراف آیت ۱۵۷ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ ''پس جو لوگ رسول ﷺ پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں، جو ان کے ساتھ بھیجا گیا، ایسے ہی لوگ پوری کامیابی پانے والے ہیں۔

ایذاء رسول کی سزا کے متعلق قرآن میں ارشاد ہے، سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵۷ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ ''بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک رسول ﷺ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے کے لئے دو سزاؤں کا ذکر ہے۔ پہلی سزا لعنت ہے اور دوسری سزا ذلت آمیز عذاب ہے۔ یہاں اللہ کریم نے لفظ ایذاء کا ذکر فرمایا ہے جس کے بارے میں علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ایذا معمولی شرک کہتے ہیں اگر یہ بڑھ جائے تو ضرر کہلاتا ہے۔ (رسائل ابن عابدین: ۵۹۲)۔ اس تصریح سے معلوم ہوا کہ ایذاء رسول کا معاملہ کتنا نازک ہے۔

رسول خدا ﷺ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے والے لعنتی لوگوں کے بارے میں گزشتہ آیت کے صرف تین آیات بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، سورت احزاب آیت ۶۱ کا ترجمہ ملاحظہ ہو ''لعنت کیے گئے ہیں جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جائے گی''۔

اس آیت سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کے مرتکب ہوں ایسے بدکردار اور پھٹکارے ہوئے لوگوں کی دنیا میں سزا قتل ہے، چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گستاخ رسول پر دنیاوی لعنت یہی ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے، اسی لئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، وہ پھٹکارے ہوئے جہاں پائے جائیں، پکڑے جائیں اور قتل کئے جائیں۔ (الشفاء:۲۷۳)۔علامہ سحنون مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ شاتم رسول کافر ہے اور اس کا حکم قتل ہے جو شخص اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وہ پھٹکارے ہوئے ہیں جہاں پائے جائیں پکڑے جائیں اور بری طرح قتل کئے جائیں۔ (تنبیہ الولاۃ والحکام ؟)،

شان رسول احادیث رسول کی روشنی میں گستاخ رسول کی سزا صرف اور صرف موت ہے۔ احادیث مبارکہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ "جو شخص کسی نبی کو برا کہے اس کو تم قتل کرو اور جو میرے صحابہ کو برا کہے اسے مارو" یہ حدیث مبارکہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مکمل سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔ (الشفاء:۲۷۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو کعب بن اشرف کو ٹھکانے لگائے، کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے اس فرمان پر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس موذی کو قتل کر دیا۔ (بخاری)

حضور ﷺ کی محبت سب انسانوں سے بڑھ کر ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کو اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری ومسلم)

اس کے علاوہ ہزاروں احادیث ایسی پیش کی جاسکتی ہیں، جو حرمت نبوی پر دلالت کرتی ہیں۔ ان تمام آیات مبارکہ اور احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ توہین رسالت کے مرتکب کی سزا کیا ہے۔

قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے ختم نبوت کا قانون متفقہ طور پر منظور کرا کے قادیانیوں اور

مرزائیوں کو کافر مطلق قرار دلوایا تھا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ بھٹو مرحوم کی جماعت کے بعض اراکین جو اقتدار کی کرسیوں پر براجمان ہیں ایک ملعونہ (آسیہ) کی حفاظت اور پشت پناہی کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ ملعونہ خود تھانے میں مسیحی برادری کے سامنے اپنے جرم کا اقرار کر چکی ہے پنجاب کے گورنر خود تھانے جا کر اس ملعونہ کی معافی کا اعلان کرتے ہیں، جس کو عدالت سے سزا سنائی جا چکی ہے۔ مزید تعجب کی بات یہ ہے کہ سلمان تاثیر، ڈاکٹر ایم ڈی کے بیٹے ہیں اور ڈاکٹر ایم ڈی تاثیر وہ شخص ہے کہ جس نے شمع رسالت کے پروانے غازی علم الدین شہید کی میت کے لئے تابوت کا انتظام کیا تھا۔ آج اسی عاشق رسول باپ کا بیٹا توہین رسالت کے قانون کے خلاف آوازیں بلند کر رہا تھا۔ یہی لوگ جو آج سیکولرازم، روشن خیالی اور آزاد سوچ کا جھنڈا اٹھائے توہین رسالت کے قانون پر بھی حملہ آور ہوں گے بلکہ اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے نعوذ باللہ ختم نبوت کے قانون پر حملہ آور ہو چکے ہیں۔ مختلف ٹی وی چینلز کے ٹاک شوز میں اس پر بحث و تمحیص جاری ہے اور سادہ لوح مسلمانوں کے ذہنوں کی غلط ذہن سازی کی جا رہی ہے۔

اس نازک موقع پر تمام دینی جماعتوں اور مسلمانوں کی ایمانی غیرت و حمیت کا تقاضا ہے کہ وہ متحد ہو کر اس فتنہ کے خلاف آواز اٹھائیں۔ موجودہ حالات میں ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھنے کا اہتمام بھی کرے۔ اس سے اللہ کی نصرت مسلمانوں کے ساتھ شامل حال ہو گی اور حضور ﷺ کی ناموس و ختم نبوت کے تحفظ کا جذبہ پوری ایمانی حرارت کے ساتھ بیدار ہو جائے گا۔ آغا شورش کاشمیری نے کیا خوب کہا تھا:

وضاحت نہیں کر سکتا، مگر آواز دیتا ہوں
کہ اس کرب و بلا میں سخت جانوں کی ضرورت ہے
کہاں ہیں سید الکونین کی امت کے دیوانے
کہ ناموس نبی کے پاسبانوں کی ضرورت ہے

(8 جنوری 2011ء، روزنامہ الشرق لاہور)

دشمنِ احمد پہ شدت کیجئے

انوار احمد علوی

اگر قانون کے غلط استعمال کی وجہ سے اسے ختم کرنا ضروری ہے تو پھر تمام قوانین کا خاتمہ کردیجئے لیکن اس قانون کے توہین رسالت، قوانین حدود و قصاص اور امتناع قادیانیت آرڈیننس کے علاوہ دیگر قوانین کے خاتمہ کا مطالبہ کیوں نہیں کیا جاتا؟ کیا ان کے تحت کسی کو غلط سزا نہیں ملی؟ ہماری قومی اور سیاسی قیادت کو یہ بات جان لینی چاہئے کہ قوم اس معاملہ میں بہت حساس ہے۔ جب ہم ملزمان کے ساتھ خصوصی نوعیت کی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں تو قوم کو یہ پیغام جاتا ہے کہ کیس پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ردعمل کے طور پر احتجاج اور بعض اوقات خود قانون کو ہاتھ میں لینے کی ترغیب دی جاتی ہے جیسا کہ آسیہ کے کیس میں بعض حضرات نے اس کے سر کی قیمت لگائی ہے۔ یہ طرز عمل ملزمان کیلئے اور خود حکومتی ذمہ دران کیلئے مسائل پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اس لئے ہمارے سیاسی رہنما اور حقوق انسانی کے دعویدار اس قوم پر رحم کھائیں اور کوئی طرز عمل اختیار نہ کریں جس سے قانون کو ہاتھ میں لینے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہو۔ میں پوری ذمہ داری سے یہ بات کہتا ہوں کہ حضور پاک ﷺ اور انبیاء کی عزت و ناموس کے حوالے سے بے حد حساس ہونے کے باوجود چند لوگوں کو چھوڑ کر مسلمان دوسرے مذاہب کے معاملہ میں بہت روادار ہیں۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ کسی مسلمان نے اعتقاد کے مطابق بائبل کی بے حرمتی نہیں کی حالانکہ بائبل

تحریف شدہ ہے۔آج بائبل میں انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین پر مبنی مواد موجود ہے۔انبیاء کی نعوذ باللہ کردار کشی کی گئی، شراب نوشی، زنا کاری، دھوکہ دہی اور جھوٹ وفریب کی طرح کے جنسی واخلاقی جرائم کی ترغیب پر مبنی مضامین کے باوجود کسی مسلم مذہبی پیشوا نے بائبل پر پابندی، اسے جلانے یا اس کی توہین کرنے کے لئے عوام کی ذہن سازی نہیں کی۔مسلمانوں کے نزدیک جناب عیسیٰ علیہ السلام سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت وناموس کا تحفظ مسلمانوں کا دینی تقاضا ہے اور اس جرم کا ارتکاب ناقابل معافی جرم ہے۔قانون توہین رسالت جس طرح حضور ﷺ کی گستاخی کرنے والے پر لاگو ہوتا ہے اسی طرح کسی بھی نبی کی توہین پر بھی لاگو ہوگا۔

چنانچہ فیڈرل شریعت کورٹ اپنے فیصلے میں قرار دے چکی ہے کہ ”عملاً تمام فقہاء اور علماء نے اتفاق کیا ہے کہ مندرجہ بالا آیات کے پیش نظر اور تمام انبیاء کے ہم مرتبہ ہونے کے سبب سے وہی سزائے موت جو اوپر قرار دی گئی ہے، اس معاملہ میں بھی لاگو ہوگی جہاں کوئی شخص ان میں سے کسی کے متعلق بھی کوئی توہین آمیز بات کہتا یا کسی طرح کی گستاخی کرتا ہے“۔انبیاء علیہم السلام کے علاوہ عیسائیت کے مذہبی پیشواؤں میں بہت سی شخصیات ایسی ہیں جنہیں اسلامی عقائد کی رو سے کوئی تقدس حاصل نہیں ہے لیکن مسلمانوں نے ان کے کارٹون بنانے یا ان کی توہین کے طرز عمل سے ہمیشہ اجتناب کیا ہے۔مگر افسوس کے ساتھ یہ بات کہنا پڑ رہی ہے کہ مسیحی رہنماؤں کا اس معاملہ میں طرز عمل اس جرم کی ترغیب دینے کے مترادف ہے۔وہ مسیحی ملزمان کی رہائی کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس قانون کو ختم کرنے کا مطالبہ تو کرتے ہیں لیکن کبھی انہوں نے اس جرم کی مذمت نہیں کی اور نہ ہی کبھی مطالبہ کیا کہ اگر توہین رسالت ثابت ہو جائے تو ملزم کے خلاف کاروائی کی جائے۔اگر مسلمان اس قدر مذہبی رواداری کا مظاہرہ کر رہے ہیں تو خواہ مسیحیوں کے نزدیک حضور سید عالم ﷺ کی عزت وناموس کا تحفظ ان کے دینی عقائد کا حصہ نہ بھی ہو تو بھی انہیں اربوں لوگوں کے دلوں کی دھڑکن ہونے کے ناتے سے اس طرز عمل کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے اور اس فعل کے مرتکب سے لاتعلقی کا اعلان کرنا چاہئے۔

اس قانون کے خلاف دلائل کا بودا پن اس وقت مزید واضح ہو جاتا ہے جب ہم انسانی حقوق کا نام پر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ دنیا بھر میں کوئی ایسا طرزِ عمل تو اختیار نہیں کیا جا سکتا جس سے کسی انسان یا گروہ یا فرد کی عزت اور ساکھ کو نقصان پہنچے کیونکہ یہ حقوق انسانی کے خلاف ہے لیکن انبیاء ورسل کی عزت کے تحفظ کا قانون انسانی حقوق کے خلاف قرار پائے۔ کیا ہر کسی کو اربوں مسلمانوں کی دل آزاری کی اجازت دی جا سکتی ہے؟ انسانی حقوق اور جمہوریت کے نام نہاد علمبرداروں کو پاکستان کے جمہور عوام کی رائے کا احترام بھی سیکھنا ہوگا جو تمام ترمیم جوئی کے باوجود اس قانون کو اپنے دین و ایمان کا تقاضا سمجھتے ہیں۔

ہمارے بہت سے دانشور اس قانون کے بے گناہوں کے خلاف استعمال کو روکنے کے لئے قانون سازی کا مطالبہ کر رہے ہیں، یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ اسلام یک نزدیک ایک بے گناہ کا قتل ساری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ اسلام کی منشاء قطعاً یہ نہیں کہ جس سے اختلاف ہو اسے پھانسی دے دی جائے لیکن ہم یہ جاننے کا حق رکھتے کہ یہ مطالبہ صرف اس قانون کے لئے کیوں ہے؟ حالانکہ قانونِ تعزیرات کی دفعہ 194 کی رو سے اگر کوئی شخص کسی بے گناہ کو سزائے عمر قید یا سزائے قتل دلانے کے ارادے سے غلط بیانی کرے یا جھوٹی گواہی دے تو اس کو عمر قید کی سزا دی جائے گی اور اگر کسی پر سزائے موت لاگو ہو جائے اور بعد میں ثابت ہو جائے کہ اس کی وجہ جھوٹی گواہی تھی تو ایسے جھوٹے گواہ کو سزائے موت دی جا سکے گی۔ اس لئے صرف 295 سی کیلئے اس طرح کی شق کا مطالبہ نہ صرف امتیازی بلکہ خواہ مخواہ متنازعہ قرار پائے گا۔ اس لئے ہماری بصد ادب گزارش ہے کہ خواہ مخواہ طے شدہ معاملات کو متنازعہ بنانے کی کوشش نہ کی جائے۔ مسائل میں گھری یہ قوم اس کی متحمل نہیں ہو سکتی بلکہ عاشق صادق کا مشورہ تو یہ ہے۔

دشمنِ احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں سے کیا مروت کیجئے

☆☆☆☆☆

ایسا کیوں ہے؟

منیر احمد خلیل

مغربی میڈیا حیرت زدہ ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے کہ سچے کھرے عملی مسلمانوں کی سی زندگی نہ گزارنے والے لاابالی اور دینی اعتبار سے ڈھیلے ڈھالے، لہو ولعب میں پڑے ہوئے، مائیکل جیکسن، میڈونا اور شکیرا کی گائیکی کے شیدائی، جدید فیشن میں ڈوبے ہوئے فر فر انگریزی بولنے اور شاندار کیریئر کے پیچھے دوڑنے، امریکہ، کینیڈا، برطانیہ اور آسٹریلیا کے ویزوں کے لئے پاپڑ بیلنے والے اور جدید مغربی تعلیم سے آراستہ نوجوان بھی گورنر سلمان تاثیر کے قتل کو جائز قرار دیتے اور قاتل ملک امتیاز قادری کو اپنا ہیرو سمجھتے ہیں، وہ Towitter اور Facebook پر اسے خراج تحسین پیش کرتے ہیں، یہ میڈیا یہ سوال بھی کرتا ہے کہ کیا ناموس رسالت ﷺ سے سعودی عرب، انڈونیشیا اور ملائشیا اور بنگلہ دیش اور دیگر اسلامی ممالک کے مسلمانوں کی کوئی دلچسپی نہیں؟ صرف پاکستان کے مسلمان ہی اس کو سب سے بڑا مسئلہ کیوں باور کرتے ہیں اور کیوں اس کے تحفظ کے لئے اتنے جذباتی ہیں؟

جی ہاں، سچ ہے کہ آج کا مسلمان دین سے دور ہے۔ قرآن اور تعلیمات نبوی ﷺ سے بڑی حد تک نا آشنا ہے۔ ضعیف الاعتقادی اور کمزوریٔ ایمان کے مرض میں مبتلا ہے۔ فرسودہ رسوم و رواج کے دلدادہ اور بے بنیاد اوہام و روایات کا اسیر ہے، فساد اخلاق کے اندھیروں میں کھویا ہوا اور غفلت اور بے عملی میں ڈوبا ہوا ہے۔ مادہ پرستی کے غبار میں اٹا ہوا اور

خواہشات نفس کی دھند میں گم پڑا ہوا ہے مسائل میں الجھا اور مشکلات زندگی میں پھنسا ہوا ہے لیکن اس کے نفس کی جڑوں میں سے حب رسول ﷺ کی ایک ایسی جڑ ہے جو کبھی نہیں مرتی، یہ خزاں رسیدہ ہو جاتا ہے سوکھ کر ٹنڈ منڈ ہو جاتا ہے لیکن یہ جڑ سے پہنچنے والی رطوبت اور نمی سے پھر اس کے اندر مسلمانیت کی کونپلیں پھوٹ پڑتی ہیں۔ اسکے بظاہر سوکھے تنے کے کسی نہ کسی پہلو سے ایمان و یقین کی کوئی شاخ نمودار ہو جاتی ہے۔ مائیکل جیکسن، میڈونا اور شاکیرا کی نغمگی میں کھو جانے والے احساس مسلمانی کی پھر سے بازیافت ہو جاتی ہے خدا کے بارے میں اس نادان کے اندر اتنی شدید اپنائیت بیدار نہیں ہوتی۔ اس کے خلاف بات کرنے والوں کے بارے میں اس کا خیال ہوتا ہے کہ وہ چونکہ ہندو، سکھ، بدھ، یہودی، عیسائی سب کا خدا ہے اس لئے یہ خدا کا دفاع نہیں کرے گا تو کوئی اور کر لے گا لیکن جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو تو یہ اپنا سمجھتا ہے دنیا بھی اس کو یہی باور کراتی ہے کہ رحمت اللعالمین کے پیکر انور صرف مسلمانوں کے پیغمبر ہیں۔ قرآن ھدی للناس ہے لیکن ہدایت سے بھری ہوئی دانائی کو Own کرنے پر تیار نہیں، ان لئے یہ خطا کار نسیان شعار مسلمان اسے بھی صرف اپنی ہی کتاب سمجھتا ہے۔ لہٰذا اس کا دفاع بھی یہ اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے۔

دنیا کے کسی بھی کونے میں سرور کونین ﷺ کی شان میں کوئی گستاخی ہو یا قرآن کی توہین کا کوئی سانحہ ہو تو یہ تڑپ اٹھتا ہے۔ دھند میں گم اس کی مسلمانیت کا پوری آب و تاب کے ساتھ ظہور ہوتا ہے اور یہ پوری غیرت کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ پھر حقوق انسانی کی علمبردار اور خاندانی نظام کے انحطاط وانہدام کی شکار مغربی دنیا نے کبھی غور نہیں کیا کہ فطرت انسانی میں ازل سے انسان انسان میں درجہ بندی پائی جاتی ہے۔ ماں باپ جیسا درجہ عام انسانوں میں سے کسی اور کا نہیں ہوتا۔ ایک آدمی، خود گالی کھا لیتا اور اپنی توہین برداشت کر لیتا ہے لیکن اس کے ماں باپ کو کوئی گالی دے بیٹھے اور ان کی بے عزتی کرے تو وہ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے والدین کو اپنے آپ سے بلند تر اور بہت محترم سمجھتا ہے۔ استاد انسان کا محسن اور مربی ہوتا ہے۔ مادہ پرستانہ تصور تعلیم کے رواج پا جانے سے قبل

استاد بھی حد درجہ لائق احترام سمجھا جاتا تھا۔ پھر روحانی اور دینی پیشواؤں کا درجہ عام لوگوں سے ارفع گردانا جاتا ہے۔ اب اس ساری درجہ بندی میں نگاہ اٹھاتے جایئے۔ حضور نبی کریم ﷺ ہمیں سب سے بلند و بالا و برتر نظر آتے ہیں۔ یہ جو افضل ترین اور مقرب ترین صحابہ کرام بھی آپ کو مخاطب کرتے ہوئے میرے ماں باپ آپ پر قربان کے فدایانہ اور والہانہ جذبے کا اظہار کرتے تھے تو یہ فدائیت آج کمزور تو ہو سکتی ہے لیکن مردہ نہیں ہو سکتی۔ حضور ﷺ کی شان میں جب کبھی اور جہاں بھی گستاخی ہوئی یہ والہیت و فدائیت عود کر آتی ہے۔ غیرت انگڑائی لے کر بیدار ہو جاتی ہے حمیت کی سوکھی رگوں میں جان آ جاتی ہے۔

ابھی کچھ ہی عرصہ پہلے امریکی صدر باراک حسین اوباما جب بھارت کے دورے پر آئے تو امریکی بحریہ کے جہاز بھی آ کر بمبئی کے ساحلوں پر تیرنے لگے۔ کیوں؟ امریکی صدر کی حفاظت اتنا اہم معاملہ ہے کہ امریکہ والے اس میں میزبان ملکوں پر بھروسہ نہیں کرتے۔ اس لئے کہ ان کے صدر کو اگر کوئی گزند پہنچے تو یہ دنیا کے سب سے طاقتور ملک اور سب سے طاقتور قوم کی بے عزتی سمجھی جائے گی۔ چنانچہ وہ اپنے صدر کی حفاظت کا اہتمام خود بھی کرتے ہیں۔ اس کی جان کی حفاظت گویا امریکی وقار کی حفاظت ہے۔ مغربی دنیا کو امت مسلمہ کے ناموس رسول ﷺ کے جذبے کو بھی اس سے بڑھ کر قیاس کرنا چاہیئے۔ حضور ﷺ کی ناموس سے ہی ہماری عزت و وقار، ہمارا وزن ہے۔ آپ طفیل ہی ہم آج اپنی ایک شناخت رکھتے ہیں۔

(14 جنوری 2011ء روزنامہ اوصاف لاہور)

•••-----•••-----•••

مقتول یا شہید۔۔۔قاتل یا غازی

عبدالقادر حسن

گورنر سلمان تاثیر پاکستان کی سب سے طاقت ور سیاسی شخصیت تھے جسے ایک آمر جنرل پرویز مشرف نے ملک کے سب سے بڑے صوبے کا گورنر مقرر کیا اس میں ایک بیرونی طاقت کی خواہش بھی شامل تھی لیکن سلمان تاثیر اس طاقت کے باوجود منگل کی سہ پہر کو اسلام آباد میں اپنے ہی محافظ کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ سرکاری اور مرحوم کے ذاتی میڈیا کے لئے وہ شہید لیکن نجی میڈیا کیلئے مقتول، متوفی یا زیادہ سے زیادہ رعایت یہ کہ جاں بحق۔ جس طرح انہیں موت آئی وہ بظاہر شہید تھے لیکن جب ان کے مبینہ قاتل نے کہا کہ میں نے انہیں ان کے اس بیان کی سزا کے طور پر قتل کیا ہے جس میں انہوں نے ناموس رسالت کے قانون کو ''کالا قانون'' کہا تھا تو معاملے کی نوعیت یکسر بدل گئی۔ جو لاتعداد پیغامات ملے اس میں صرف ایک ایس ایم ایس میں یہ کہا گیا کہ مقتول کی حرکت بھی انتہا پسندانہ تھی اور قاتل کا عمل بھی اس طرح دونوں غلط تھے۔ اخبار میں ایک خبر چھپی جس میں ایک بازار کی یونین کے صدر نے کہا کہ چونکہ دکانوں کو نقصان کا ڈر ہے اس لئے ہڑتال کر رہے ہیں لیکن سب سے عجیب بات یہ تھی کہ متوفی کے ایک سیاسی وارث نے اس کے مخالفوں میاں صاحبان سے کہا کہ وہ جنازے میں شرکت نہ کریں' بدامنی کا خطرہ ہے کیونکہ کارکن مشتعل ہیں۔ شادی کی تقریب میں تو دعوت پر شرکت کی جاتی ہے لیکن موت فوت پر کسی دعوت کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ دشمن بھی جنازے میں شرکت کرتے ہیں جسے ایک بہت ہی فراخدلی اور اچھی بات سمجھا جاتا ہے۔

ایسا کبھی شاید ہی ہوا کہ جب کسی کو جنازے میں شرکت سے منع کیا جائے۔ میاں شہباز شریف' جو اس حادثے کے وقت اسلام آباد میں تھے' فوراً ہی ہسپتال پہنچے تھے جبکہ کارکنوں کے اشتعال کا یہ ایک بڑا موقع تھا لیکن انہوں نے پروانہ کی۔ کسی موت اور غم کی تقریب میں شرکت سے خطرہ نہیں ہونا چاہئے۔ ہمارا کلچر یہی ہے۔

قاتل اور مقتول دونوں کا قول اور فعل ہماری ایک تاریخی کشمکش کی نشاندہی کرتا ہے جس کا آغاز قیام پاکستان سے ہوا جب برصغیر کے مسلمانوں کے مشترکہ ملک پاکستان کے مقاصد اور نظریات کا احترام نہیں کیا گیا۔ یہ ملک کسی قسم کے سیکولرزم کے لئے نہیں خالص اسلام کی سربلندی کے لئے قائم ہوا تھا۔ قیام پاکستان میں سیکولرزم کو شامل کرنا ایک واقعاتی اور تاریخی بددیانتی ہے۔ سیکولرزم کا کم ازکم مطلب ریاست اور مذہب کو الگ الگ رکھنا ہے اب کون کہہ سکتا ہے کہ قیام پاکستان میں مذہب کا حصہ نہیں تھا بلکہ یہ سراسر ایک اسلامی مذہبی تحریک تھی جس کے نتیجے میں یہ ملک بلکہ یہ معجزہ رونما ہوا۔ کئی بار عرض کیا ہے کہ قائد کے بعد جو لوگ پاکستان پر مسلط ہو گئے وہ غیر نظریاتی لوگ تھے محض رسماً مسلمان انہوں نے اپنی آسانی اور مفاد کے لئے اسلام سے روگردانی کی کیونکہ اس میں ان کے مال و دولت کا نقصان تھا اسلام ایسی بے تحاشا اور نا منصفانہ دولت مندی جائز نہیں سمجھتا چنانچہ غیر اسلامی نظریات چلتے رہے تا آنکہ جنرل پرویز مشرف کی روشن خیالی نے سیکولرزم کو عملاً سرکاری حیثیت دے دی۔ پرویز مشرف کی وارث ہماری آج کی حکومت بھی سیکولرزم کا دم بھرتی ہے۔ متوفی سلمان تاثیر اسی دور کی پیداوار تھے یعنی سیکولر اور روشن خیال چنانچہ ان کی گفتگو حد درجہ بے تابانہ اور غیر محتاط ہوا کرتی تھی۔ گورنر ہاؤس کے در و دیوار کے شکوہ نے انہیں زیادہ ہی غیر محتاط کر دیا تھا۔ انہوں نے ناموس رسالت کے قانون کو کالا قانون کہہ دیا۔ سلمان تاثیر کے والد ماجد نے غازی علم الدین شہید کے لئے علامہ اقبال کے ساتھ مل کر کارنامے سرانجام دیئے تھے۔ میانوالی سے ان کی میت لاہور لانے میں کامیاب ہوئے جنازے کے لئے چارپائی ڈاکٹر ایم ڈی تاثیر نے دی تھی۔ دنیا بھر میں اور خصوصاً برصغیر کے مسلمانوں میں نبی کریم ﷺ سے عقیدت و

شیفتگی بے مثل ہے۔ کتنے ہی نوجوانوں کے دلوں میں غازی علم الدین شہید آباد اور زندہ ہے ملک ممتاز حسین قادری نے ''کالا قانون'' کا جملہ سنا اور ایک فیصلہ کر لیا اگر چہ یہ ایک معمولی پڑھا لکھا نوجوان تھا لیکن کسی مسلمان کے لئے حب رسول کسی علم کی محتاج نہیں۔ کالے قانون کا جو مطلب اس نے لیا اس پر اس کا ردعمل سامنے آ گیا۔ اس میں آج کی مروجہ بدصورت سیاست کا کوئی عمل دخل نہیں تھا یہ ایک مسلمان نوجوان کے دل کا معاملہ تھا جو حب رسول اور احترام رسول کے بے پایاں جذبے سے منور تھا۔

ہماری یہ پریشان حکومت اس قتل کو سیاسی رنگ دے رہی ہے۔ وزراء بار بار کہہ رہے ہیں کہ یہ ایک سیاسی قتل ہے۔، جس جذبے نے اس نوجوان سے یہ عمل کروایا ہے ہمارے حکمران اس سے خوفزدہ ہیں اس لئے اسے تسلیم کرنے پر تیار نہیں لیکن افسوس کہ حکومت کی یہ بات ماننے کے لئے کوئی بھی تیار نہیں حتی کہ ان کے تنخواہ دار مولوی حضرات بھی جنہوں نے سرکاری ملازمت کے باوجود مقتول کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا اور تو اور گورنر ہاؤس کی مسجد کا امام بھی اس معاملہ سے الگ رہا۔ سلمان تاثیر بہر حال مسلمان تھا لیکن ہماری حکومت کی نامناسب پالیسیوں اور رویے نے اس کی نماز جنازہ بھی خراب کر دی۔ اور اب اس حادثے کو سیاسی قرار دے کر ہماری حکومت اس قتل کا بھی وہی حال کرنے والی ہے جو اس نے بے نظیر کے سانحے کا کیا ہے۔، اس پارٹی کو مقتول بھی بہت ملے ہیں اور ان کے مقدمے خراب کرنے کا ہنر بھی خوب ملا ہے۔ راولپنڈی کی عدالت میں وکلاء اور لوگوں نے جس والہانہ انداز میں ملزم کا استقبال کیا ہے اور دینی حلقے اس واقعے کو جس انداز میں لے رہے ہیں ہماری حکومت کو اس پر غور کرنا چاہئے اور قوم میں صبر و تحمل اور برداشت کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ عدالتیں موجود ہیں اور یہ ان کا کام ہے کہ قتل کی نوعیت اور دیگر متعلقات کا فیصلہ کریں۔

(روزنامہ ایکسپریس لاہور 7 جنوری 2011ء)

•••-----•••-----•••

کی محمد ﷺ وفا تو نے۔۔۔

طارق مسعود

وہ بھی ایمان کی دولت سے مالا مال تھا۔ وہ زیادہ پڑھ لکھا نہیں تھا لیکن جانتا تھا کہ عشق مصطفیٰ متاع بے بہا ہے۔ وہ اس حقیقت سے آگاہ تھا کہ وہ جس ہستی سے پیار کرتا ہے اس کی تمام زندگی سچ ہی سچ ہے۔ وہ عظیم ہستی دنیا میں تشریف لائی تو جھوٹ اور کفر کے اندھیرے چاک ہوئے۔ سب لوگوں کی طرح وہ یہ بھی جانتا تھا کہ یہ آپ ہی تھے جنہوں نے انسان کو جہالت اور گمراہی کے اندھیروں سے نکالا اور انسانیت کو معراج بخشی، تاریخ عالم میں صرف آپ ہی ہیں جنہوں نے ذہن بدل دیئے، خیالات کی رو بدل دی، نگاہ کا زاویہ بدل ڈالا، عادات واطوار بدل ڈالے، حقوق وفرائض کی تقسیمیں بدل ڈالیں۔ خیر وشر کے معیار اور حلال و حرام کے پیمانے بدل ڈالے، اخلاقی قدریں بدل ڈالیں، دستور اور قانون بدل ڈالا، تمدن کے ایک ایک ادارے اور ایک ایک شعبہ کی کایا پلٹ دی۔ آپ نے انسان کو ایسا بدلا کہ ہر طرف خیر ہی خیر اور فلاح ہی فلاح تھی۔ ہر طرف بناؤ ہی بناؤ، تعمیر ہی تعمیر اور ارتقاء ہی ارتقا تھا۔ محسن انسانیت نے رہتی دنیا تک انسان کو خود آگاہی بخشی۔ خیر۔۔۔ عشق رسول میں غوطہ زن ہو کر اس نے جو کرنا تھا کر ڈالا۔ پولیس کے ہاتھ گرفتار ہوا۔

ہندوستان کے سب سے بڑے وکیل محمد علی جناح نے اس کا مقدمہ لڑا۔ محمد علی جناح نے وکالتی موشگافیوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اتمام حجت کے طور اپنے موکل سے کہا کہ اگر وہ کہہ دے کہ اس نے ہندو مصنف راجپال کی کتاب پڑھی، اپنے نبی سے متعلق گستاخیوں کو

برداشت نہ کرسکا، جذباتی ہو کر راجپال کو قتل کر ڈالا تو وہ اسے سزا سے بچا سکتا ہے۔ غازی علم الدین سچائی کا علمبردار تھا۔ سچائی کا علمبردار دنیاوی حرص وخوف سے ماورئی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غازی علم الدین کا دل مطمئن تھا اس نے جھوٹ اور مصلحت کا سہارا لینے سے انکار کر دیا۔ وہ بلا تاخیر بول اٹھا جھوٹ؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اس نے سوچ سمجھ کر رسول کے گستاخ کو جہنم رسید کیا تھا۔ وہ صلاحیتوں کا امین ہے اس لیے جھوٹ سے ہرگز کام نہیں لے گا۔ وہ ایک ایسی ہستی سے پیار کرتا ہے جس کی تمام زندگی سچ ہی سچ ہے۔ محمد علی جناح نے غازی علم الدین کے جذبات کو سراہا اور عدالت میں ببانگ دہل کہہ دیا کہ ان کا موکل عشق رسول سے سرشار ہے اور عشق رسول ﷺ سے بہرہ ور ہونے والا کبھی بہک نہیں سکتا۔ اس نے سوچ سمجھ کر ہندو گستاخ راجپال کو قتل کیا۔

ملزم کے اقبال جرم کے بعد عدالت نے علم دین کو موت کی سزا سنادی۔ علم دین سزائے موت کا فیصلہ سننے کے بعد نعرہ ہائے تکبیر ورسالت بلند کرتے ہوئے پولیس کی تحویل میں عدالت سے نکلا۔۔۔۔۔ جیل پہنچا اور بصد شوق پھانسی کے پھندہ پر چڑھ گیا۔ اس وقت کے حکومتی گماشتوں نے لاوارث نعش کی طرح بغیر نماز جنازہ کے اسے دفن کر کے اپنے تئیں گم نامی کی دنیا میں دھکیل دیا۔ علم دین کی تدفین کے لمحے گھڑیوں اور گھڑیاں دنوں میں گزرتی گئیں۔ اس دوران حاکمان وقت نے حالات کی نبضوں کو جانچ لیا۔ وہ سمجھ گئے کہ غازی علم الدین شہید کو بغیر نماز جنازہ دفن کر کے ایک بڑی غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ حکومت کی غلط حکمت عملی کے باعث ہندو مسلم فسادات کا لاوا پھٹنے کو تھا جس میں کئی دیگر گستاخ اور منکروں کے بھسم ہو جانے کے واضح امکانات موجود تھے۔

یہ صورت حال دیکھ کر پندرہ دنوں کے بعد غازی علم دین شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت دے دی گئی۔ غازی علم دین کی نماز جنازہ کی خبر سن کر عاشقان کا سیلاب امڈ آیا۔ نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے جسدِ خاکی کو قبر سے باہر نکالنا مقصود تھا۔ قبر کشائی کی گئی تو فضا معطر ہو گئی۔ عشق ومحبت کے جذبے خوشبوؤں کی شکل میں فضا میں بکھرنے لگے۔ پندرہ دن گزرنے

کے باوجود نعش تروتازہ جیسے ابھی نہلا کر کفنائی گئی ہو۔نماز جنازہ کے منتظم اعلیٰ اور برصغیر کے پہلے پی ایچ ڈی محمد دین تاثیر نے آگے بڑھ کر نعش کو چوما اور غازی علم دین شہید کی قسمت پر رشک کیا۔محمد دین تاثیر المعروف ایم ڈی تاثیر مقتول گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے والد گرامی تھے۔یہی وجہ ہے کہ ماضی قریب میں گورنر تاثیر کے قتل پر تاریخ کے طالب علموں کے دل مغموم اس لئے ہوئے کہ ایک عاشق رسول کا بیٹا حرمت رسول کے قانون کا پاسدار بننے کی بجائے مخالفت پر کیوں اترا۔اس صورت حال پر یقینی طور پر محمد دین تاثیر کی روح بھی تڑپی ہو گی۔تاریخ میں یہ سوال ہمیشہ تشنہ رہے گا کہ سلمان تاثیر کا قول وفعل اپنے عظیم باپ کے کردار سے برعکس کیوں نکلا۔خیر۔۔ایک جم غفیر نے غازی علم دین شہید کی نماز جنازہ ادا کی۔نماز جنازہ کے بعد مولانا ظفر علی خان بآواز بول اٹھے علم دین تیرے مقدر پر رشک کاش تجھ جیسا مقام مجھے ملا ہوتا۔نماز جنازہ کے بعد شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے شہید کے جسد خاکی کو اپنے ہاتھوں لحد میں اتارا،مٹی ڈالی اور قبر پر کھڑے ہو کر دھاڑ مار کر کہہ اٹھے ''ایک ان پڑھ تمام پڑھے لکھوں سے بازی لے گیا۔'' یہ وہی علامہ محمد اقبال تھے جنہوں نے بعد میں ایک یہ لافانی شعر کہہ کر امہ کو لازوال پیغام دے دیا۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(13 جنوری 2011ء،روزنامہ اوصاف لاہور)

•••------•••------•••

توہین رسالت قانون میں پوپ کی بے جامداخلت

سمیع اللہ خان

برطانوی باشندہ ڈینس لی مون گے نیوز اخبار کا ایڈیٹر تھا۔ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مزاحیہ نظم لکھی جس میں نعوذ باللہ ان کی شان میں گستاخی کی۔ 1978ء میں توہین مسیح قانون کے تحت لی مون کے خلاف مقدمہ درج ہوا۔ ڈینس لی مون پر الزام تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا ہے۔ دوران سماعت وکیل صفائی نے بڑے قوی و مضبوط دلائل دیے کہ لی مون کا مقصد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گستاخی نہیں تھا اور نہ ہی اس نے اس مذموم مقاصد کی خاطر نظم مرتب کی ہے بلکہ اس نے نظم میں فقط حضرت عیسیٰ سے دل لگی کا اظہار کیا ہے لیکن فاضل عدالت نے وکیل صفائی کے دلائل یکسر مسترد کرتے ہوئے ریمارکس دیے کہ توہین مسیح کے متعلق نیت یا ارادہ ہے کیونکہ جو الفاظ مسیح کی ذات مقدس کے حوالے سے استعمال کیے گئے ہیں، وہ قبیح و ناقابل معافی ہیں اور ان الفاظ سے مریدین مسیح کے جذبات کو زک پہنچی ہے۔ اسی واسطے ہر وہ جملہ یا الفاظ جو خدا، انجیل یا مسیح کی تنقیص کا باعث بنیں قانون مسیح کے تحت جرم ہیں، چنانچہ فاضل عدالت نے لی مون کو قانون توہین مسیح کے تحت سزا سنائی۔

سلطنت روم کے بادشاہ جسٹینین کو عدل و انصاف کا مرقع و مظہر سمجھا جاتا ہے۔ رومن آئین کو مرتب و تدوین کرنے کا سہرا بھی اسی کے سر ہے۔ اس نے اپنے دور حکمرانی میں توہین

مسیح اور انجیل کی تعلیمات سے منحرف ہونے کی سزا، سزائے موت مقرر کی تھی۔ایک مقدمہ سٹیٹ بنام موکس کے فیصلے سے اقتباس کیے گئے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔''آزادی دین اور آزادی صحافت کے قانونی تحفظات اور بنیادی حقوق توہین مسیح کے قانون کی قانون سازی میں ہرگز مزاحم نہیں''۔دس ستمبر 1948ء میں اقوام متحدہ نے انسانی حقوق کی عزت وتکریم کے حوالے سے ایک عظیم کاوش کی ہے۔اس منشور کی ایک شق میں مندرجہ ذیل الفاظ درج ہیں۔تمام انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں عزت، وقار اور حقوق کے معاملے میں سب یکساں ہیں''۔

مندرجہ بالا الفاظ اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ توہین نبی کا قانون اقوام مغرب میں بھی لاگو ہوتا رہا اور یہ بنیادی بشر حقوق کے مخالف نہیں بلکہ اس سے حرمت انسانیت کا پہلو اجاگر ہوتا ہے۔اب اس بات کا مختصر جائزہ لیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں کونسے مجرموں کو معاف کیا اور کونسے مجرموں کو ناقابل معافی قرار دیا، کیونکہ مٹھی بھر روشن خیال لبرل زدہ لوگ اس بات پر بحث ومباحثہ کر کے سادہ روش معصوم لوگوں کو اس وہم میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ آیا توہین رسالت کے مرتکب کو سزائے موت دی جانی چاہئے کہ نہیں۔آپ ﷺ نے جسمانی ایذا دینے والوں، راہ میں کانٹے بچھانے والوں اور ذاتی تکالیف دینے والوں کو اپنے عظیم اخلاق کی بناء پر معاف فرما دیا لیکن کعب بن اشرف یہودی، ابن خطل کی سرکوبی کے لئے صحابہ کرام کو روانہ کیا۔حکمائے امت اور دینی وعلمی دانشور اس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ گویا محبوب خدا ﷺ کی ذاتی گستاخی بھی فعل قبیح اور حرام ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی شان کی بھی تنقیص ہے جس نے آپ ﷺ کو منصب رسالت عطا کیا۔اسی واسطے اگرچہ آپ ﷺ نے ذاتی تکالیف دینے والوں کو معاف کر دیا مگر اللہ تعالیٰ کے انتخاب کا تمسخر کرنے والوں کو ناقابل معافی قرار دیا اور بسا اوقات صحابہ کرام کو ان کو سزا دینے کے لئے روانہ کیا۔آپ ﷺ کے وصال کے بعد زمانہ خلافت میں بھی توہین رسالت کی سزا موت ہی رہی۔تاریخ اسلام کے نامور محقق علامہ ابن تیمیہ نے اپنی ایک کتاب میں قرآن مجید اور احادیث مبارکہ اور اجماع امت سے ثابت کیا ہے کہ توہین رسالت کے مرتکب بشر کی سزا قتل

ہے۔خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو اور اگر وہ توبہ کر لے تو اس سے فقط یوم آخرت کا عذاب ساقط ہو سکتا ہے لیکن اس کو دنیوی سزا لازمی بھگتنی ہو گی۔(السیف المسلول علی شاتم الرسول)

فقط یہی نہیں بلکہ اسلام اور تمام مملکت اسلامیہ میں توہین انبیاء کے فعل سے سخت قباحت،نفرت و بدلی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔جبکہ روشن خیالی کا پرچار کرنے والے ممالک اس ضمن میں تعصب کا شکار ہیں۔

پاکستان میں پچھلے تیئس برس کے دوران اس قانون کے تحت کل 964 مقدمے درج ہوئے۔جن میں سے 479 کا تعلق مسلمانوں سے 340 کا مرزائیوں کے ساتھ 119 کا عیسائیوں سے 12 کا ہندوؤں سے جبکہ باقی بارہ کا تعلق دیگر سے تھا اور اس تیئس سالہ عرصے میں کسی ایک انسان کو بھی پھانسی نہیں دی گئی۔اس اعداد و شمار سے جہاں اس حقیقت کا ادراک ہوتا ہے کہ تمام مقدمات کی سماعت میں عدالت نے حقائق و عدل و انصاف کو مدنظر رکھا اور شفاف طریقے و مکمل جانچ پڑتال کے ساتھ فیصلے سنائے کہیں بھی مذہبی جذبات اثر انداز نہیں ہوئے۔وہاں یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ زیادہ مقدمات مسلمانوں کے خلاف درج ہوئے تو پھر کیونکر اس سے اقلیتوں کے زیادہ متاثر ہونے اور نقصان کا واویلا کیا جا رہا ہے۔درحقیقت جب انسان کسی کو حریف تصور کر لے تو پھر اس کی حق بات بھی غلط دروغ گوئی اور لغو نظر آتی ہے۔تعصب کے حصار میں مقید لوگ کبھی بھی کسی معاملے کا بے لاگ جائزہ نہیں لے سکتے۔

سوشلزم کا پرچار کرنے والی ہمسایہ ریاست میں بابری مسجد کے فیصلے کے بعد جج نے ریمارکس دیتے ہوئے کہا"میں نے فیصلہ حقیقت کے برعکس فقط مذہبی جذبات کو مدنظر رکھتے ہوئے دیا ہے"۔یہ صورتحال ہے سوشلزم کا ڈھونگ مچانے والوں کی ریاست کی۔جبکہ پاکستان کے مقدمات مذہبی کے فیصلے سب کے سامنے ہیں جن پر بنیاد پرستی کا الزام لگایا جاتا ہے ان کے فیصلے تعصبات و جذبات سے یکسر دور اور آئین و قانون کی نگرانی میں کیے جاتے ہیں۔توہین رسالت کیسوں کے اعداد و شمار اس بات کی بھی گواہی دیں گے کہ یہ قانون تمام مذاہب کے ماننے والوں کے لئے یکساں نوعیت کا حامل ہے۔اس سے کسی اقلیت کو ناانصافی

یا زک پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نیز یہ اعداد وشمار اس بات کا بھی اعادہ کرتے ہیں کہ اس قانون میں رتی بھر ترمیم کی گنجائش نہیں ہے۔

اس بات سے کسی ذی شعور کو انکار نہیں کہ اس قانون کو اپنی اصلی حالت میں قائم رکھتے ہوئے ایک ایسا لائحہ عمل ترتیب دیا جائے جس سے کوئی بھی خواہش بیمار کا شکار اپنی ذاتی خواہش کی تسکین کے لئے آپ ﷺ کے اسم مبارک کو استعمال نہ کرے کیونکہ یہ اقدام بھی توہین رسالت کے زمرے میں آتا ہے۔

(15 جنوری 2011ء، روزنامہ الشرق لاہور)

•••-----•••-----•••

قانونِ عشق

محمد سفیان نعیمی

کسی بھی ملک کا نظم کامیابی سے چلانے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہاں کے مذہب اور ثقافت کے مطابق کوئی ایسا قانون بنایا جائے جو وہاں کے باشندوں کو مکمل تحفظ فراہم کرے قانون کی تشکیل کے بعد اہم مرحلہ اس کے نفاذ کا ہوتا ہے اگر ارباب اقتدار قانون کو نافذ کرنے میں ناکام رہیں یا قانون افراد معاشرہ کی مذہبی، سیاسی اور تاریخی نظریاتی روایات کے مطابق نہ ہو تو ریاست میں افتراق و انتشار پیدا ہو جاتا ہے کسی ملک ریاست اور معاشرے کی طرح عشق اور محبت کے بھی کچھ اصول وضوابط ہیں لیکن یہ قانون اور ضابطے انسانوں کے بنائے ہوئے ریاستی قوانین سے مختلف ہوتے ہیں۔ محبت کی ریاست میں حکمرانی عقل کی نہیں بلکہ محبوب کی محبت میں مٹے ہوئے دل کی ہوتی ہے ہوسکتا ہے کہ حکومت کسی ریاستی قانون پر عملدرآمد کرانے میں ناکام رہے لیکن عشق کا قانون ایسا قانون ہے جو ہر صورت اپنا آپ منوا کر رہتا ہے۔ کوئی رشتہ تعلق ڈر یا خوف اس قانون کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا یہی وہ عشق ہے کہ جس نے حضرت ابراہیم کو اپنے پیارے معصوم لخت جگر اسماعیل کے گلے پر چھری پھیرنے کے لئے تیار کر دیا تھا۔ اسی عشق نے مکہ میں صدیوں سے رہائش پذیر صحابہ کو اپنے گھر بار چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت کرنے پر آمادہ کیا۔ اسی عشق نے دہکتے انگاروں پر حضرت بلال کو سکون فراہم کئے رکھا اور پھر کہیں یہی عشق نواسہ رسول ﷺ کو کربلا کے میدان میں سرخرو کرتا ہے۔

اسی قانون عشق کی ایک جھلک خلیفہ اول حضرت بوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مقدس زندگی کے ایک واقعہ میں اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ حضرت ابوبکر اپنے بیٹے کے ساتھ بیٹھے گھریلو معاملات پر باتیں کر رہے تھے باتوں باتوں میں بیٹا کہتا ہے ابا جان! غزوہ بدر کے دن میدان جنگ میں آپ کئی بار میری تلوار کی زد میں آئے لیکن شفقت پدری غالب آ جاتی رہی اور میں نے آپ پر تلوار نہیں چلائی اپنے بیٹے کی بات سنکر صدیق اکبر نے جواب دیا بیٹا! تم نے تو مجھے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا لیکن اللہ کی قسم اگر تم ایک بار بھی میری تلوار کی زد میں آ جاتے تو میں بیٹا سمجھ کر نہیں بلکہ رسول کریم ﷺ کا دشمن سمجھتے ہوئے تمہارا سر تن سے جدا کر دیتا یہ تھا وہ عشق جس کے سامنے تمام خونی رشتے بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

بدقسمتی سے آج وطن عزیز میں اسی قانون عشق کے خلاف پروپیگنڈا کر کے حالات کو بد امنی اور انتشار کی جانب دھکیلنے کی کوشش کی جا رہی ہے جس کے نتیجے میں مذہبی اور سیاسی خاص طور پر حکمران جماعت کے درمیان نفرتیں جنم لے رہی ہیں اسی جنگ میں گورنر پنجاب سلمان تاثیر کا قتل بھی ہوا جس کے بعد سلمان تاثیر کو شہید اور ملک ممتاز قادری کو غازی قرار دینے والوں میں نہ ختم ہونے والا تصادم شروع ہو چکا ہے اس کے ساتھ ہی پیپلز پارٹی کے جیالے ساری حقیقت جاننے کے باوجود ممتاز قادری کے ذاتی فعل کو پنجاب حکومت کے سر تھوپنے پر مصر ہیں سلمان تاثیر کے قتل کے ساتھ ہی کچھ کالعدم اور ایسی مذہبی تنظیمیں جن کا ممتاز قادری کے مسلک اور عقائد سے دور تک کا بھی تعلق نہیں اپنی سیاسی اور مذہبی دکانداری چمکانے کے لئے اس سے اپنے مراسم ثابت کرنے کے لئے پر تول رہی ہیں۔

اس وقت ملک میں تحفظ ناموس رسالت کے نام پر جو کھیل کھیلا جا رہا ہے وہ واقعی قابل مذمت ہے سیاسی جماعتیں اپنی سیاست اور ٹی وی اینکرز اپنے ریٹ بڑھانے کے لئے اس قانون کا سہارا لے رہی ہیں حالانکہ یہ ایک ایسا حساس مسئلہ ہے کہ اگر انجانے میں بھی کوئی ایسی بات زبان سے نکل گئی جو نبی آخر الزماں ﷺ کی شان کے خلاف ہوئی تو ساری عبادتیں اور نیکیاں رائیگاں ہو جائیں گی آج ہر شخص اس نازک مسئلے پر زبان درازی کرتا نظر آ

رہا ہے۔
ہم لوگ اس بات کو کیوں نہیں سمجھتے کہ جب ہم زندگی کے دیگر معاملات میں درپیش مسائل کے حل کے لئے اس مسئلے کا حل جاننے والے افراد سے رابطہ کرتے ہیں تو پھر اس معاملے میں علماء کی بات تسلیم کرنے کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے مثال کے طور پر ہم بیمار ہوں تو علاج کے لئے ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں وہ جس چیز سے روکے رک جاتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ اس مرض کو بہتر سمجھتا ہے اسی لئے اس غذا سے پرہیز کا کہہ رہا ہے آج تک ایسا تو کبھی سننے میں نہیں آیا کہ کسی سیاستدان، بیوروکریٹ، وزیر یا افسر کو کسی ڈاکٹر نے کوئی پرہیز بتایا ہو اور اس نے اپنے معالج کی بات یہ کہہ کر رد کر دی ہو کہ تم کو مجھ پر کھانے پینے کے معاملے میں پابندی کا حق کس نے دیا ہے یہ پابندی میرے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے تو جب ایسا نہیں کہا جاتا تو ایک ایسا قانون جس کو تمام مکاتب فکر کے علماء نے متفقہ طور پر تسلیم کیا ہو اس کے بارے میں اعتراضات کا کیا مطلب ہے؟۔

چلیں اگر ہم ایک لمحے کے لئے یہ تسلیم کر بھی لیں کہ بفرض محال علماء نے اس قانون میں غلط ترامیم کر رکھی ہیں تو پھر ہم جمہوریت کا ہی اصول مان لیں پوری قوم سے رائے لیکر دیکھ لیں جب پوری قوم بھی اس قانون کے تحفظ کے لئے سڑکوں پر نکل آئی ہو تو پھر اس کے خلاف ہرزہ سرائی کیوں کی جا رہی ہے توہین رسالت ایکٹ کے غلط استعمال کا پروپیگنڈا کرنے والے یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ قانون تو ملزم کو اس قدر تحفظ دیتا ہے کہ آج تک پاکستان میں توہین رسالت کے ایک بھی مجرم کو پھانسی نہیں دی گئی۔

جہاں تک بات سلمان تاثیر کو شہید اور ملک ممتاز قادری کو غازی قرار دینے کی ہے تو اس بارے میں تو کچھ نہیں کہتا البتہ ایک حدیث پاک کا مفہوم ذہن میں آ رہا ہے ایک بار نبی کریم ﷺ صحابہ کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ وہاں سے ایک جنازہ گزرا لوگ مرنے والے کو برے الفاظ سے یاد کر رہے تھے آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا "واجب ہوگئی"۔

تھوڑی دیر بعد ایک اور جنازہ گزرا لوگ مرنے والے کی تعریف کر رہے تھے اس موقع

پر بھی آپ ﷺ نے فرمایا ''واجب ہوگئی''۔ صحابہ کرام نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ کس پر کیا واجب ہوگئی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس مرنے والے کی لوگ تعریف کرر ہے تھے اس پر جنت اور جس کی برائی کرر ہے تھے اس پر جہنم واجب ہوگئی۔ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ کون صحیح اور کون غلط ہے کیونکہ مخلوق زمین پر اللہ کی گواہ ہے۔

وقت آ گیا ہے حکومت' سیاستدان اور عوام الناس اس قانون کے تحفظ کے لئے مغرب کی سازشوں کو مل کرنا کام بنائیں ورنہ اگر حالات ایسے ہی رہے تو پھر غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید اور ملک ممتاز حسین قادری جیسے افراد منظر عام پہ آتے رہیں گے کیونکہ ناموس رسالت ایکٹ محض ایک عام قانون نہیں بلکہ یہ قانون عشق ہے اور عاشق اس قانون پر عمل کئے بغیر اپنے عشق اور محبت کو کامل نہیں سمجھتا اور ہر مسلمان حضور ﷺ کی ناموس کے تحفظ کو اپنے ایمان کی روح سمجھتا ہے ہم سب کو اس مسئلے کی نزاکت کا احساس کرنا ہوگا ورنہ کہیں ایسا نہ کہ قانون عشق ریاستی قانون کو مات دے دے۔

(روزنامہ الشرق 12 جنوری 2011ء)

•••-----•••-----•••

تحفظ ناموس رسالت اور ہماری ذمہ داری

ڈاکٹر انیس احمد

پاکستان کی داخلی سیاست میں ہر تھوڑے عرصے کے بعد، خصوصاً ایسے مواقع پر جب ملک کو سخت معاشی بحران اور سیاسی انتشار کا سامنا ہو، بعض ایسے معاملات کو جو غیر متنازع اور اُمت کے اندر اجماع کی حیثیت رکھتے ہوں، نئے سرے سے کھڑا کر دیا جاتا ہے تا کہ عوام کی توجہ کو معاشی اور سیاسی مسائل سے ہٹا کر ان معاملات میں اُلجھا دیا جائے اور غیر متنازعہ امور کو متنازعہ بنا دیا جائے۔ اس سلسلے میں الیکٹرانک میڈیا باہمی مسابقت اور بعض دیگر وجوہ سے مسئلے کو الجھانے میں اور ان سوالات کو اٹھانے میں سرگرم ہو جاتا ہے جو نام نہاد حقوق انسانی کے علم برداراور سیکولر لابی کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔

ان موضوعات میں ایک قانون ناموس رسالت مآب ﷺ ہے جس میں سیکولر لابی اور بیرونی امداد کے سہارے چلنے والی این جی اوز اور انسانی حقوق کے نام پر کام کرنے والے بعض ادارے نہ صرف خصوصی دلچسپی لیتے ہیں بلکہ منظم انداز میں سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے ملک کو تصادم کی طرف دھکیلنے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

آج کل ایک مسیحی خاتون آسیہ بی بی کے حوالے سے ملکی صحافت اور ٹی وی چینل عوام الناس کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مروجہ قانون ایک انسانی قانون ہے۔ یہ کوئی الٰہی قانون نہیں ہے' اس لئے اسے تبدیل کر کے شاتم رسول ﷺ کیلئے جو سزا قانون میں موجود ہے' اسے ایسا بنا دیا جائے جو 'مہذب دنیا' کیلئے باعث اطمینان ہو حالانکہ ان مہذب

ہاتھوں سے دنیا کے گوشے گوشے میں معصوم انسانوں کے خون سے ہولی کھیلی جارہی ہے' اسی' مہذب دنیا' نے 'دہشت گردی کیخلاف جنگ' کے نام پر پوری دنیا میں دہشت گردی کا بازار گرم کر رکھا ہے جس سے لاکھوں افراد لقمہ اجل بن چکے ہیں اور اب بھی ہزاروں کو محض شبہ کی بنیاد پر گولیوں اور میزائل کا نشانہ بنایا جارہا ہے)۔ واضح رہے کہ موصوفہ کا معاملہ ابھی عدالت عالیہ میں زیر سماعت ہے اور عوام کو گمراہ کرنے کیلئے ایک طوفان برپا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

گورنر پنجاب نے بھی اپنے اخباری بیان میں اسی بات پر زور دیا کہ یہ ایک انسان کا بنایا ہوا قانون (بلکہ العیاذ باللہ ان کے الفاظ میں: کالا قانون) ہے اور اسے تبدیل کیا جانا چاہئے۔ وہ اپنے منصب کے دستوری تقاضوں کو پامال کرتے ہوئے جیل میں پہنچ گئے اور ملزمہ کے ساتھ ایک پریس کانفرنس تک منعقد کر ڈالی جو ملک میں نافذ دستور اور نظام قانون کی دھجیاں بکھیرنے کے مترادف تھی۔ ہم چاہیں گے کہ اس موضوع پر انتہائی اختصار کے ساتھ معاملے کے چند بنیادی پہلوؤں کی طرف صرف نکات کی شکل میں اشارتاً کچھ عرض کریں۔

مسئلے کا سب سے اہم اور بنیادی پہلو وہی ہے جسے ایک صوبائی گورنر نے متنازعہ بنانا چاہا ہے' یعنی شاتم رسول کی سزا کیا انسانوں کی طے کی ہوئی شے ہے' یا یہ اللہ کا حکم ہے جس کی بنیاد قرآن وسنت کی واضح ہدایات اور نصوص ہیں' نیز کیا یہ حکم اسلام کے ساتھ خاص ہے یا یہ الٰہی قانون تمام مذاہب اور تہذیبوں کی مشترک میراث ہے۔ مناسب ہوگا کہ قرآن کریم یا سنت رسول ﷺ کی طرف آنے سے قبل یہ دیکھا لیا جائے کہ کیا قبل اسلام اس نوعیت کا کوئی الہامی یا الٰہی حکم پایا جاتا تھا یا نہیں۔

یہودیت اور عیسائیت میں

یہودی اور عیسائی مذہب کی مقدس کتابوں عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید پر نظر ڈالی جائے تو عہد نامہ قدیم میں واضح طور پر ایسے الفاظ ملتے ہیں جن کا مفہوم ہے "تو خدا کو نہ کوسنا" اور برا بھلا نہ کہنا" (ملاحظہ ہو "کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ' لاہور 1993ء' بائبل سوسائٹی'

ص 75)۔

عہد نامہ قدیم میں آگے چل کر مزید وضاحت اور متعین الفاظ کے ساتھ یہ بات کہی گئی:

اور جو خداوند کے نام پر کفر بکے ضرور جان سے مارا جائے۔ ساری جماعت اسے قطعی سنگسار کرے خواہ وہ دیسی ہو یا پردیسی جب وہ پاک نام پر کفر بکے تو وہ ضرور جان سے مارا جائے۔

قرآن وسنت کی رو سے

اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے جو شخص بغاوت (Treason) کرتا ہے' قرآن کریم نے اس کی سزا کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے چنانچہ فرمایا گیا:

''جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول ﷺ سے لڑتے ہیں اور زمین میں اسلئے تگ ودو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں ان کی سزا ہے کہ قتل کیے جائیں' یا سولی پر چڑھائے جائیں' یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالیں جائیں' یا وہ جلا وطن کر دیئے جائیں''(سورہ المائدہ)۔

سورہ مجادلہ میں بھی اس طرف اشارہ کیا گیا' چنانچہ فرمایا ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں بیشک وہ ذلیل کیے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ ذلیل کیے گئے تھے اور ہم نے صاف اور کھلی آیتیں نازل کر دی ہیں جو نہیں مانتے ان کو ذلت کا عذاب ہوگا''

گویا الٰہی قانون میں توہین رسالت ''بلاسفیمی'' کی سزا بنی اسرائیل کیلئے' عیسائی مذہب کے پیروکاروں کیلئے' اور اُمت محمدیہ ﷺ کیلئے یکساں طور پر مجرم کا قتل کیا جانا ہے۔

ایک لمحے کیلئے اس پہلو پر بھی غور کر لینا مفید ہوگا۔ کہ کیا ایسی سزا کا نفاذ ایک ایسی ہستی کے مزاج؟ طبیعت اور شخصیت سے مناسبت رکھتا ہے جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمام عالموں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہو' جو خون کے پیاسوں کو قبائیں دینے کا حوصلہ رکھتا ہو' جو اپنے چچا کے قاتلوں کو بھی معاف کر دینے کا دل گردہ رکھتا ہو۔ بات بڑی آسان سی ہے۔ سیرت

پاک ﷺ کے تابناک ابواب میں سے فتح مکہ کے باب کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے ہر ممکنہ ظلم مکی دور میں آپ ﷺ پر کیا' حضرت یوسفؑ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ان سب کو معاف کر دیا۔ لیکن بات یہاں رک نہیں گئی۔ اس عظیم معافی کے باوجود وہ چار افراد جو ارتداد اور توہین رسالت کے مرتکب ہوئے پیش کیے گئے تو ان کے قتل کا فیصلہ خود فرمایا اور ان تین مردوں اور ایک خاتون کو موت کی سزا دی گئی۔ ان میں سے خاتون قریبہ جو ابن اخطل کی لونڈی تھی مکہ کی مغنیہ تھی اور آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی اور ہجو پر مبنی گیت اس کا وتیرہ تھے۔

(ملاحظہ ہو: بخاری' فتح مکہ اور شبلی نعمانی کی سیرت النبی ﷺ، جلد اوّل، اعظم گڑھ' مطبع معارف' 1946ء' ص 525)

یہ محض ایک واقعے سے استدلال نہیں' نبی اکرم ﷺ کے ایک قانونی فیصلے کا معاملہ ہے جو اُمت کیلئے ہمیشہ کیلئے حجت ہے۔

قرآن وسنت رسول ﷺ کے ان نصوص کے بعد قرآن اور حدیث کو سند اور حجت ماننے والا کوئی شخص کس طرح یہ کہہ سکتا ہے کہ شاتم رسول کی سزا قتل کے علاوہ کچھ اور ہو سکتی ہے۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر اُمت مسلمہ کا اجماع ہے۔ چنانچہ وہ اہل سنت ہوں یا اہل تشیع' 15 سو سال میں اس مسئلے پر کسی کا اختلاف نہیں پایا جاتا۔ اس سلسلے میں فقہائے اُمت میں علامہ شیخ ابن تیمیہ کی الصارم المسلول علی شاتم الرسول، تقی الدین سبکی کی السیف المسلول علی من سب الرسول' ابن عابدین شامی کی تنبیہ الولاء والحکام علی احکام شاتم خیر الانام ان چند معروف کتب میں سے ہیں جو اس اجماع اُمت کو محکم دلائل اور شواہد کے ساتھ ثابت کرتی ہیں۔

پاکستان کے تناظر میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سیکولر لابی عموماً اس معاملے میں اپنا نزلہ مولویوں پر ہی گراتی ہے کہ یہ ان کا پیدا کردہ مسئلہ ہے ورنہ جو لوگ روشن خیال' وسیع القلب اور تعلیم یافتہ شمار کیے جاتے ہیں' وہ اس قسم کے معاملات میں نہ دلچسپی رکھتے ہیں اور نہ

ایسے مسائل کی توثیق کرتے ہیں۔ مناسب ہوگا کہ اس حوالے سے صرف دو ایسی شخصیات کا تذکرہ کر دیا جائے جنہیں سیکولر لابی کی نگاہ میں بھی ''روشن خیال' 'وسیع القلب' اور 'تعلیم یافتہ' تسلیم کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ مغربی قانون اور فلسفہ قانون پر ان کی ماہرانہ حیثیت بھی مسلم ہے۔ گویا کسی بھی زاویے سے انہیں مولویوں کے زمرے میں شمار نہیں کیا جاسکتا' یعنی بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح اور تصور پاکستان کے خالق اور شارح علامہ ڈاکٹر محمد اقبال۔

اس خطے میں جب غازی علم الدین شہید نے ایک شاتم رسول ﷺ کو قتل کیا تو ملزم کا وکیل کوئی 'مولوی' نہیں وہی 'روشن خیال' برطانیہ میں تعلیم پانے والا' اصول پرست اور کھرا انسان محمد علی جناح تھا جس نے کبھی کوئی جھوٹا یا مشتبہ مقدمہ لڑنا پسند نہیں کیا اور آپ نے ملزم کے دفاع میں اور ناموسِ رسول ﷺ کے دفاع میں اپنی تمام تر صلاحیت کو استعمال کیا۔ اور جب غازی علم الدین کی تدفین کا مرحلہ آیا تو 'روشن چراغ' علامہ اقبال نے یہ کہہ کر اسے لحد میں اُتارا کہ ''ایک ترکھان کا بیٹا ہم پڑھے لکھوں پر بازی لے گیا''۔

سوچنے کی بات صرف اتنی سی ہے کہ کیا یہ دو ماہر قانون دان 'حریت بیان' 'قلم کی آزادی' 'انسان کے پیدائشی حق اظہار' سے اتنے ناواقف تھے کہ 'جذبات' میں بہہ گئے۔

بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی

معاملے کا دوسرا پہلو حقوق انسانی سے تعلق رکھتا ہے۔ ہر انسان کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کرے اور اگر کوئی چیز قابل تنقید ہو تو اس پر تنقید بھی کرے' لیکن کسی بھی انسان کو آزادیِ قلم اور اور حریت بیان کے بہانے یہ آزادی نہیں دی جاسکتی کہ وہ کسی دوسرے فرد کی عزت' ساکھ' معاشرتی نظام اور مرکزی کردار کو نشانہ بنا کر نہ صرف اس کی بلکہ اُس سے وابستہ افراد کی دل آزادی کا ارتکاب کرے۔

اگر یورپ کے بعض ممالک میں (مثلاً ڈنمارک' سپین' فن لینڈ' جرمنی' یونان' اٹلی' آئرلینڈ' ناروے' نیدرلینڈ' سوئٹزرلینڈ' آسٹریلیا وغیرہ) میں آج تک Blasphem یا مذہبی

جذبات مجروح کرنے پر قانون پایا جاتا ہے اور برطانیہ جیسے رواداری والے ملک میں ملک کے خلاف توہین Blasphemy کی تعریف میں آتی ہے، تو کیا کسی کارٹونسٹ یا کم تر درجے کے ادیب یا ادیبہ بلکہ کسی بھی فرد کو یہ حق دیا جاسکتا ہے کہ وہ گھٹیا ادب کے نام پر جو ہرزہ سرائی چاہے کرے۔ معاملہ تحریر کا ہو یا تقریر کا، ہر وہ لفظ اور ہر وہ بات جو ہتک آمیز ہو اُسے 'آزادیِ رائے' کے نام پر جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ ایسی بدیہی حقیقت ہے جس کا انکار کوئی عقل کا اندھا ہی کرسکتا ہے۔ کسی بھی مہذب معاشرے میں آزادیِ رائے کے نام پر کسی دوسرے کے حق شہرت، حق عزت کو پامال نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ایسا کیا جائے گا تو یہ بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہوگی۔

ہولوکاسٹ پر تنقید جرم

سیکولر اور آزاد خیال دنیا جس چیز کو اہم سمجھتی ہے، اس پر حرف گیری کو جرم قرار دیتی ہے اور عملاً اپنے پسندیدہ تصورات اور واقعات پر تنقید، محاسبہ اور بحث واستدلال تک کو گوارا کرنے کیلئے تیار نہیں۔

آج جو لوگ اللہ کی مقدس کتابوں کی تحقیر وتذلیل اور اللہ کے پاک باز رسولوں کو سب و شتم کا نشانہ بنانے سے روکنے کو آزادیِ رائے اور آزادیِ اظہار کے منافی قرار دیتے ہیں اور ان گھناؤنے جرائم کے مرتکبین کو پناہ دینے میں شیر ہیں، ان کا اپنا حال یہ ہے کہ جرمنی میں ہٹلر کے دور میں یہودیوں پر جو مظالم ڈھائے گئے اور جنہیں بین الاقوامی قانون اور سیاست کی اصطلاح میں 'ہولوکاسٹ' کہا جاتا ہے محض یہودیوں اور صیہونیت کے علم برداروں کو خوش کرنے کیلئے ان پر تنقید کو اپنے دستور یا قانون میں جرم قرار دیتے ہیں۔ ایسے محققین، مؤرخین اور اہل علم کو جو دلیل اور تاریخی شہادتوں کی بنا پر 'ہولوکاسٹ کا انکار نہیں صرف اس کے بارے میں غیر حقیقی دعوؤں پر تنقید و احتساب کرتے ہیں، نہ صرف انہیں مجرم قرار دیتے ہیں بلکہ عملاً انہیں طویل مدت کی سزائیں دیتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر ایک عام آدمی کی عزت کی حفاظت کیلئے Law of Libel and

Slander آزادیِ اظہار کیخلاف نہیں اور ہولوکاسٹ کے انکار یا بیان میں تحقیر یا تخفیف کو جرم قابلِ سزا تسلیم کیا جاتا ہے تو اللہ کے رسولوں اور انسانیت کے محسنوں اور رہنماؤں کی عزت و ناموس کی حفاظت کے قوانین نعوذ باللہ 'کالے قوانین' کیسے قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

قانون توہین رسالت ﷺ کی ضرورت

تیسرا قابلِ غور پہلو اس قانون کا اجماعی قانون ہونا ہے۔ یہ کسی آمر کا دیا ہوا قانون ہے یا پارلیمنٹ کا پاس کردہ' اس پر تو ہم آگے چل کر بات کریں گے۔ یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ اس قانون کی ضرورت کم از کم چار وجوہات کی بنا پر تھی:

(۱) یہ قانون ملزم کو عوام کے رحم و کرم سے نکال کر قانون کے دائرے میں لاتا ہے۔ اس طرح اسے عدلیہ کے فاضل ججوں کے بے لاگ اور عادلانہ تحقیق کے دائرے میں پہنچا دیتا ہے۔ اب کسی کے شاتم ہونے کا فیصلہ کوئی فرد یا عوامی عدالت نہیں کرسکتی۔ عوام کے جذبات اور داخل اندازی کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔ جب تک فاضل عدالت پوری تحقیقات نہ کرلے' ملزم کو صفائی کا موقع فراہم نہ کرے' کوئی اقدام نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے یہ قانون سب سے زیادہ تحفظ ملزم ہی کو فراہم کرتا ہے اور یہی اس کے نفاذ کا سب سے اہم پہلو ہے۔

(۲) یہ قانون دستورِ پاکستان کا تقاضا ہے کیونکہ دستورِ پاکستان ریاست کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے کہ وہ اسلامی شعائر کا احترام و تحفظ کرے اور ساتھ ہی مسلمان اور غیر مسلم شہریوں کے حقوق کو پامال ہونے سے بچائے۔

(۳) یہ قانون پاکستان کی 95 فیصد آبادی کے جذبات کا ترجمان ہے۔ جس کا ہر فرد قرآن کریم اور حدیث رسول ﷺ کے ارشادات کی رو سے اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک حضور نبی کریم ﷺ کو وہ اپنی جان' اپنے والدین' دنیا کی ہر چیز والد والدہ اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔ (بخاری' مسلم)

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ''نیشنل کمیشن فار جسٹس اینڈ پیس'' کی رپورٹ یہ بتاتی ہے

کہ 1982ء سے 2009ء تک اس قانون کے حوالے سے پاکستان میں کل 964 مقدمات زیرِ سماعت آئے جن میں 479 کا تعلق مسلمانوں سے‘ 340 کا احمدیوں سے‘ 119 کا عیسائیوں سے‘ 14 کا ہندوؤں سے اور 12 کا دیگر مسالک کے پیروکاروں سے تھا۔ ان تمام مقدمات میں سے کسی ایک میں بھی اس قانون کے تحت عملاً کسی کو سزائے موت نہیں دی گئی۔ عدالتیں قانون کے مطابق انصاف کرانے کے عمل کے تمام تقاضے پورا کرتی ہیں‘ جب کہ سیکولر لابی ہر ملزم کو مظلوم بنا کر پیش کرتی ہے۔ انصاف کے عمل کو سبوتاژ کیا جاتا ہے۔ میڈیا وار اور بیرونی حکومتوں‘ اداروں اور این جی اوز کا واویلا قانون کی آنکھوں میں دھول جھونکنے‘ قانون کی عمل داری اور انصاف کی فراہمی کے عمل کو ناکام کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک شخص اگر نبی پاک ﷺ کی شان میں ہتک‘ توہین‘ سب وشتم کا ارتکاب کرتا ہے تو عدالت کو حقیقت کو جاننے اور اس کے مطابق مقدمے کا فیصلہ کرنے سے روک دیا جاتا ہے۔ صحافت اور الیکٹرونک میڈیا اور این جی اوز اس کی ہمدردی اور ’مظلومیت‘ میں رطب اللسان ہو جاتے ہیں‘ حالانکہ مسئلہ ایک عظیم شخصیت انسانِ کامل اور ہادیِ اعظم کو نشانہ بنانے کا اور کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کا ہے۔ کیا اہانت اور استہزا کو محض ’آزادیِ قلم ولسان‘ قرار دیا جاسکتا ہے؟ کیا اسی کا نام عدل ورواداری ہے؟

جو کھیل ہمارے یہ آزادی کے علمبردار کھیل رہے ہیں وہ نہ اخلاق کے مسلمہ اصولوں سے مطابقت رکھتا ہے اور نہ انصاف کے تقاضوں سے ان کا کوئی تعلق ہے۔ یہ محض جانبداری اور من مانی کا رویہ ہے۔ اسلام ہر فرد سے انصاف کا معاملہ کرنے کا حکم دیتا ہے اور ایک شخص اس وقت تک صرف ملزم ہے مجرم نہیں جب تک الزام عدالتی عمل کے ذریعے ثابت نہیں ہو جاتا۔ لیکن جس طرح عام انسانوں کا جذبات کی رو میں بہہ کر ایسے ملزم کو ہلاک کر دینا ایک ناقابلِ معافی جرم ہے‘ اسی طرح ایسے فرد کو الزام سے عدالتی عمل کے ذریعے بری ہوئے بغیر مظلوم قرار دے کر اور سیاسی اور بین الاقوامی دباؤ کو استعمال کر کے عدالتی عمل سے نکالنا بلکہ

ملک ہی سے باہر لے جانا بھی انصاف کا خون کرنا ہے اور لاقانونیت کی بدترین مثال ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آسیہ کیس کے فیصلے کے مندرجات کو یکسر نظر انداز کر کے اس کیس کو سیاسی انداز میں اُچھالا جا رہا ہے اور قانون ناموس رسالت ﷺ کو ہدف بنایا جا رہا ہے۔ ہم اس رپورٹ کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ ابھی عدالتی عمل کے اہم مراحل موجود ہیں۔ ہائی کورٹ میں اپیل اور سپریم کورٹ سے استغاثہ وہ قانونی عمل ہے جس کے ذریعے انصاف کا حصول ممکن ہے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوسکتا ہے۔ لیکن اس عمل کو آگے بڑھانے کے بجائے ایک گروہ اسے سیاسی مقاصد کیلئے استعمال کر رہا ہے' اور اس سے بھی زیادہ قابل مذمت بات یہ ہے کہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے قانون ہی کی تنسیخ یا ترمیم کا شور برپا کیا جا رہا ہے جو ایک خالص سیکولر اور دین دشمن ایجنڈے کا حصہ ہے۔ پاکستان کی حکومت اور قوم کو اس کھیل کو آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دینا چاہیے۔

آزادیِ اظہار کے نام پر جرم کی تحلیل اور مجرموں کی توقیر کا دروازہ کھلنے کا نتیجہ بڑی تباہی کی شکل میں رونما ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے عرض کیا یہ قانون ایک حصار ہے اور ایک طرف دین اور شعائر دین کے تحفظ کا ذریعہ ہے تو دوسری طرف سوسائٹی میں رونما ہونے والے کسی ناخوش گوار واقعے کو قانون کی گرفت میں لانے اور انصاف کے عمل کا حصہ بنانے کا ذریعہ ہے ورنہ معاشرے میں تصادم' فساد اور خون خرابے کا خطرہ ہوسکتا ہے جس کا یہ سدباب کرتا ہے۔ قانون اپنی جگہ صحیح' محکم اور ضروری ہے۔

حق تو یہ ہے کہ یہ قانون نہ صرف اہل ایمان بلکہ ہر ایسے انسان کیلئے اہمیت رکھتا ہے جو رواداری' عدل وانصاف اور معاشرے میں افراد کی عزت کے تحفظ پر یقین رکھتا ہو۔ یہ معاملہ محض خاتم النبیین ﷺ کی ناموس کا نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کیلئے ہر نبی اور ہر رسول کی عزت و ناموس محترم ہے۔ اس لئے اس قانون کو نہ تو اختلافی مسئلہ بنایا جا سکتا ہے اور نہ اسے یہ کہہ کر کہ یہ محض ایک انسانی قانون ہے' تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ ہاں' اگر کہیں اس کے نفاذ کے حوالے سے انتظامی امور یا کارروائی کو زیادہ عادلانہ بنانے کیلئے طریق کار میں بہتری پیدا

کرنے کی ضرورت ہو تو دلیل اور تجربے کی بنیاد پر اس پر غور کیا جاسکتا ہے اور قانون کے احترام اور اس کی روح کے مطابق اطلاع کو مؤثر بنانے کیلئے ضروری اقدام ہو سکتے ہیں تا کہ عدالت جلد اور معقول تحقیق کرنے کے بعد فیصلے تک پہنچ سکے۔

توہین رسالت ﷺ کے قانون میں ترمیم کا بل

میڈیا‘ این جی اوز‘ عیسائی اور احمدی لابی اور پیپلز پارٹی کے گورنر اور ترجمانوں کی ہاؤ ہو کو ناکافی سمجھتے ہوئے اور استعماری قوتوں کی ہاں میں ہاں ملانے کیلئے پیپلز پارٹی کی ایک رکن پارلیمنٹ نے عملاً قومی اسمبلی میں توہین رسالت ﷺ کے قانون میں ترامیم کی نام پر ایک شرانگیز مسودہ قانون جمع کروادیا ہے‘ جواب قوم کے سامنے ہے اور اس کے ایمان اور غیرت کا امتحان ہے۔ اس قانون کے دیباچے میں قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کو ایک بار پھر اس کے اصل پس منظر اور مقصد سے کاٹ کر اپنے مخصوص نظریات کی تائید میں استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور سارا کھیل یہ ہے کہ دین و مذہب کا ریاست اور قانون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قانون سازی کو شریعت کی گرفت سے باہر ہونا چاہئے حالانکہ یہ اس بنیادی تصور کی ضد ہے جس پر تحریک پاکستان برپا ہوئی اور جس کے نتیجے میں پاکستان قائم ہوا ہے اور جسے قرارداد مقاصد میں تسلیم کیا گیا‘ وہ قرارداد مقاصد جسے سیکولر لابی کی تمام ریشہ دوانیوں کے باوجود پاکستان کے دستور کی بنیادی اور اساسی قانون تسلیم کیا گیا ہے۔

قائداعظم کی اس تقریر کو قائداعظم کی دوسری تمام متعلقہ تقاریر کے ساتھ ہی سمجھا جاسکتا ہے۔ اس تقریر کی اس سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں کہ تقسیم ملک کے خون آشام حالات میں قائد اعظم نے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جو وہ اس سے پہلے ہی بارہا دے چکے تھے اور جو پوری پاکستانی قوم کا عہد ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ مذہب کا اور شریعت کا قانون سے کوئی تعلق نہیں اور ریاست پاکستان قانون سازی کے باب میں اسی طرح آزاد ہے جس طرح ایک بے دین ملک ہوتا ہے تو یہ حقیقت کے خلاف اور اقبال اور قائداعظم پر ایک بہتان ہے۔

24 نومبر 2010ء کو پارلیمنٹ میں جو بل داخل کیا گیا ہے اس میں محرک نے یہ درخواست کی ہے کہ مروجہ قانونِ توہین رسالت C-295 اور اس سے متعلقہ دیگر دفعات میں بنیادی تبدیلیاں کی جائیں۔ بل میں جو تبدیلیاں تجویز کی گئی ہیں ان کا مقصد ترمیم نہیں، بلکہ اس قانون کی عملی تنسیخ ہے۔

ہمارے خیال میں کسی مسلمان سے یہ توقع نہیں رکھی جاتی کہ اگر اس کے نسب کے بارے میں ایک برا لفظ منہ سے نکالا جائے تو وہ کہنے والے کی زبان کھینچنے کو اپنا حق نہ سمجھے لیکن اگر قرآن کریم یا خاتم النبیین ﷺ پر کوئی حملہ ہو اور کھلی بغاوت ہو تو 'رواداری' اور 'عفوودرگزر' میں پناہ دی جائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ تجویز پیش کرنے والوں کے خیال میں کسی کی عزت، جذبات، شخصیت اور مقام پر حملہ کرنا تو 'انسانی حق' 'آزادیِ رائے' اور 'اقلیتی حقوق' کی بنا پر ایک نادانستہ غلطی مان لیا جائے، اور جس پر یہ حملہ کیا جا رہا ہے، جس کی شخصیت کو نشانہ بنایا جا رہا ہے اس کے ساتھ اس زیادتی کو نہ ظلم کہا جائے، نہ اسے انسانی حقوق کی پامالی سمجھا جائے، بلکہ الزام تراشی کرنے والے کو معصوم ثابت کرنے اور جرم کی سنگینی اور گھناؤنے ہونے کو کم سے کم کیا جائے اور عملاً اس جرم پر گرفت ایک سنگین جرم بنا دیا جائے۔ یہ بل ملت اسلامیہ کے ایمان، حب رسول ﷺ اور عظمت قرآن کے ساتھ ایک ہتک آمیز مذاق کی حیثیت رکھتا ہے، اور اقلیتوں کے 'تحفظ' کے نعرے کے زور سے اُمت مسلمہ کی اکثریت کو بے معنی قرار دیتے ہوئے اس کی روایات اور قرآن وسنت کے واضح فیصلوں کی تردید بلکہ تنسیخ کرتا ہے۔

پاکستان ہی نہیں، پوری دنیا میں جہاں کہیں بھی مسلمان، مسلم ممالک میں غالب اکثریت رکھتے ہیں غیر مسلموں کا تحفظ ان کا دینی فریضہ ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کا ذمہ لیا ہے، اس لئے کوئی مسلمان ان کی جان، مال اور عزت کو اپنے لئے حلال نہیں کر سکتا لیکن کوئی شخص مسلمان ہو یا غیر مسلم، اسے یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ بر سرعام جب چاہے قرآن اور صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے حرمتی کا مرتکب بھی ہو اور اس پر کوئی قانونی

کاروائی بھی نہ کی جائے کہ ایسا کرنے سے بعض پڑوسی ناراض ہو جائیں گے۔

1860ء سے 1992ء تک جو قانون عوامی ضرورت کی بنا پر وجود میں آیا جس میں ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کیلئے اضافی قانون شامل کیا گیا وہ ایک غیر متنازع اور متفق علیہ معاملہ ہے۔ اسے ایسے وقت میں ایک اختلافی مسئلہ بنا کر پیش کرنا جب ملک کو شدید معاشی زبوں حالی اور سیاسی انتشار کا سامنا ہے ملک کے باشندوں کے ساتھ بے وفائی اور ان کے جذبات کو مجروح کرنے کی ایک ناپاک کوشش ہے۔

اس امر کی ضرورت ہے کہ یک طرفہ پروپیگنڈے بلکہ ایک نوعیت سے کروسیڈ کا بھرپور انداز میں مقابلہ کیا جائے۔ اس موقع پر اہل حق کی خاموشی ایک جرم کا درجہ رکھتی ہے۔ اور اس بات کا خطرہ ہے کہ اس سے ان عناصر کو شہ ملے گی جو دلیل' قانون اور سیاسی عمل کے ذریعے اصلاح سے مایوس ہو کر تشدد کے راستے کو ترجیح دینے لگتے ہیں۔ جہاں قانون کا منصفانہ نفاذ وقت کی ضرورت ہے اور عوام وخواص سب کی تعلیم اور رائے عامہ کی استواری ضروری ہے، وہیں اس بات کی ضرورت ہے کہ ایک مبنی برحق قانون کو جھوٹے سہاروں اور نفاذ کے باب میں مبینہ بدعنوانیوں کے نام پر قانون کو مسخ کرنے کی کوشش کا دلیل اور عوامی تائید کے ذریعے مقابلہ کیا جائے۔ میڈیا پر ناموسِ رسالت کے قانون کا موثر دفاع اور اس کی ضرورت اور افادیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے، وہیں عمومی تعلیم اور انتظامیہ، پولیس اور عدالت سب کے تعاون سے اس قانون کے غلط استعمال کو جہاں کہیں بھی ہو، قانون اور عدل و انصاف کے معروف ضابطوں کے مطابق روکا جائے، اور جو عناصر مسلمانوں کے ایمان اور ان کے جذبات سے کھیلنے پر تلے ہوئے ہیں اور جو کردار ان کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں انکی سرپرستی اور بیرون ملک آبادکاری کے مذموم کھیل میں مصروف ہیں، ان کی ہر شرارت کا دروازہ بند ہو جائے۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ ایک طرف اہل علم اور اہل قلم اپنی ذمہ داری ادا کریں تو اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہیں مسجد اور منبر سے بھی پورے توازن اور ذمہ داری کے ساتھ اس آواز کو اٹھایا جائے۔ نیز پارلیمنٹ کے ارکان تک حق کی آواز کو موثر

انداز میں پہنچایا جائے اور ہر ہر طبقے میں اہل علم اور سیاسی کارکن اپنے امیدواروں کو پاکستان کے دستور اور اسلام کے شعائر کی حفاظت کیلئے مضبوطی سے سرگرم عمل ہونے کی دعوت دیں۔

قائداعظم نے پاکستان کس مقصد اور کس عہد و پیان پر قائم کیا تھا وہ بار بار سامنے لانا ضروری ہے۔ ہم قائداعظم ہی کے چند زریں اقوال پر ان گزارشات کا خاتمہ کرتے ہیں تاکہ ناموس رسالت کی حفاظت کے قانون پر ان تازہ حملوں کیلئے قائداعظم کے نام کو استعمال کرنے والو ں کا ... سب پر آشکارا ہو جائے۔ کاش! وہ خود بھی اس آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ لیں اور قائداعظم کا سہارا لیکر اپنے اس شیطانی کھیل سے اجتناب کریں۔ قائداعظم نے 11 اگست 1947ء کی تقریر کے بعد اکتوبر 1947ء میں ان تمام غلط فہمیوں کو خود دور کر دیا تھا ... مخالفین پیدا کر رہے تھے بلکہ واضح الفاظ میں پاکستان کے قیام کے مقاصد اور اس عمرانی ... ے کا برملا اعلان کیا تھا جو انہوں نے ملت اسلامیہ پاک و ہند سے کیا تھا۔ ''پاکستان ... ں کیلئے ہم 10 سال سے کوشاں تھے بفضل تعالیٰ اب ایک زندہ حقیقت ہے لیکن خود ... پنی آزاد مملکت کا قیام ہمارے اصل مقصد کا صرف ایک ذریعہ تھا۔ اصل مقصد نہ تھا۔ ہمارا اصل منشاء و مقصود یہ تھا کہ ایک ایسی مملکت قائم ہو جس میں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہیں، ... جس کو ہم اپنے مخصوص مزاج اور اپنی ثقافت کے مطابق ترقی دیں اور جس میں اسلامی عدل ... عی کے اصول آزادی کے ساتھ برتے جائیں۔''

قائداعظم اچھی طرح جانتے تھے کہ اسلام محض عقائد اور عبادات کا نام نہیں بلکہ وہ ایک ... م حیات ہے جو تطہیر افکار اور ... اخلاق کے ساتھ اجتماعی زندگی کی نئی صورت گری کا تقاضا کرتا ہے اور جس میں قانون، معاشرت اور معیشت سب کی تشکیل کرنا قرآن و سنت کے مطابق ہونا ہی اصل مطلوب ہے۔ معاملہ حدود و قوانین کا ہو یا تحفظ ناموس رسالت کے قانون کا زکوٰۃ و عشر کے قوانین ہوں یا اسلام کا قانون شہادت، یہ سب پاکستان کے مقصد وجود کا تقاضا ہیں اور قائداعظم کو اس بارے میں کوئی ابہام نہیں تھا۔ ان کا ارشاد ہے ''ان لوگوں کو چھوڑ کر جو بالکل ناواقف ہیں ہر شخص جانتا ہے کہ قرآن مسلمانوں کا ہمہ گیر ضابطہ حیات

ہے، مذہبی، معاشرتی، دیوانی، معاشی، عدالتی، غرض یہ کہ ہماری مذہبی رسومات سے لے کر روز مرہ زندگی کے معاملات تک، روح کی نجات سے جسم کی صحت تک، اجتماعی حقوق سے انفرادی حقوق تک، اخلاقیات سے جرائم تک کو دنیاوی سزاؤں سے لے کر آنے والی زندگی کی جزا وسزا تک کے تمام معاملات پر اس کی عمل داری ہے اس لئے اسلام صرف روحانی احکام اور تعلیمات اور مراسم تک ہی محدود نہیں ہے۔ یہ ایک کامل ضابطہ ہے جو مسلم معاشرے کو مرتب کرتا ہے۔"

11 اگست 1947ء کی تقریر سے قبل دہلی میں پاکستان کیلئے روانہ ہونے سے پہلے قائداعظم نے بہت صاف الفاظ میں اس وقت کے صوبہ سرحد میں استصواب رائے کے موقع پر جو عہد و پیمان قوم سے کیا تھا خود اس کو بھی ذہن میں تازہ کر لیں۔ یہ کوئی عام تقریر نہیں بلکہ سرحد کے مسلمانوں کے ساتھ ایک عہد ہے جس کے مطابق انہوں نے خان عبدالغفار خان کے موقف کو رد کیا اور قائداعظم کے موقف پر اعتماد کر کے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا۔

"خان برادران نے اخبارات میں ایک اور زہریلا نعرہ بلند کیا ہے کہ مجلس دستور ساز پاکستان، شریعت کے بنیادی اصولوں اور قرآنی قوانین کو نظر انداز کر دے گی۔ یہ بھی ایک بالکل نادرست بات ہے۔ 13 سے زیادہ صدیاں بیت گئیں اچھے اور برے موسموں کا سامنا کرنے کے باوجود ہم مسلمان نہ صرف اپنی عظیم اور مقدس کتاب پر فخر کرتے ہیں بلکہ ان تمام ادوار میں جملہ مبادیات کو حرزِ جاں بنائے رکھا۔ معلوم نہیں کہ خان برادران کو اچانک اسلام اور قرآنی قوانین کی علم برداری کا دورہ کیسے پڑا ہے اور انہیں اُس ہند مجلس دستور ساز پر اعتبار ہے کہ جس میں ہندوؤں کی ظالمانہ اکثریت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ صوبہ سرحد کے مسلمان واضح طور پر یہ سمجھ لیں کہ وہ پہلے مسلمان ہیں اور بعد میں پٹھان۔ (قائداعظم: تقاریر و بیانات، ج ۴، ترجمہ اقبال احمد صدیقی، بزم اقبال، لاہور، ص 47-346)

دیکھئے بات بہت واضح ہے، پاکستان کے قیام کا مقصد قرآن وسنت کے مطابق قانون سازی اور زندگی کے پورے نظام کو ان اصولوں اور ہدایات کے مطابق منظم اور مرتب

کرنا تھا۔اس لئے آج ایشو یہ ہے کہ کیا ناموس رسالت کی حفاظت اور توہین رسالت کے خلاف قرآن وسنت کا حکم اور اقتضا ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو پھر اس سلسلے میں کسی معذرت کی ضرورت نہیں۔قانون کی تنسیخ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف بغاوت ہوگی اور قانون میں ایسی ترمیم جس سے وہ محض ایک نمائشی چیز بن کر رہ جائے قرآن وسنت سے مذاق اور ذات رسالت مآب ﷺ سے بے وفائی ہوگی۔بلاشبہ قانون کا نفاذ اس طرح ہونا چاہیے کہ کوئی شاتم رسول اپنے جرم کی سزا سے بچ نہ سکے اور کوئی معصوم فرد ذاتی گروہی، معاشی مفادات کے تنازعے کی وجہ سے اس کی زد میں نہ آسکے۔انصاف سب سے پہلے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ضروری ہے اور وہ یہ کہ آپ کی ذات مبارکہ کے بارے میں کسی کو بھی تضحیک اور توہین کی جرأت نہ ہو۔پھر انصاف معاشرے کے ہر فرد کے ساتھ ضروری ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، مرد ہو یا عورت، امیر ہو یا غریب، تعلیم یافتہ ہو یا ناخواندہ کہ مجرم اور صرف مجرم قانون کے شکنجے میں آئے۔نہ عام انسان قانون کو اپنے ہاتھ میں لیں اور نہ کسی کو قانون کی گرفت سے نکلوانے کیلئے سیاسی وڈیروں، دولت مند مفاد پرستوں، سیکولر دہشت گردوں یا بین الاقوامی شاطروں کو اپنا کھیل کھیلنے کا موقع مل سکے۔

(روزنامہ خبریں۔یکم جنوری 2011)

•••---•••-----•••

شہیدانِ ناموسِ رسالت

ناموسِ رسالت پر جان قربان کرنے والے

شہیدانِ راہِ وفا کا مشکبو تذکرہ

غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ

راجپال کی گستاخانہ کتاب نے اسے 6/اپریل 1929ء کو غازی کے ہاتھوں واصلِ جہنم کرایا۔ 30، اکتوبر کو میانوالی جیل میں غازی اپنے آقا ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوگیا۔

باوجودِ معصیت لاہور جو مامون ہے
چتر داتا کا ہے اس پر سایہ علم الدین کا

غازی عبدالقیوم شہید رحمۃ اللہ علیہ

نتھورام کی گندی زبان کو ایڈیشنل جوڈیشنل کمشنر کراچی کی عدالت میں 20 ستمبر 1934ء کو غازی نے خاموش کر دیا اور 19 مارچ 1935ء کو تختہ دار کو چوم کر ہمیشہ کے لئے امر ہوگئے۔

نور نظر تھا عبداللہ کا، آقا ﷺ کا شیدائی تھا
مرگ وزیست کا اک اک نکتہ اس پر حق نے کھول دیا

شاعرِ مشرق حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے ''لاہور و کراچی'' کے عنوان سے غازی علم الدین اور غازی عبدالقیوم کو یوں خراج تحسین پیش کیا۔ (ضرب کلیم)

نظر اللہ پر رکھتا ہے مسلمانِ غیور
موت کیا شے ہے؟ فقط عالمِ معنیٰ کا سفر

ان شہیدوں کی دِیت اہل کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ، اے مردِ مسلماں تجھے کیا یاد نہیں
حرف "لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَر"

غازی عبدالرشید قاضی شہید رحمۃ اللہ علیہ

مسلمانوں کو ہندو بنانے والی تحریکوں شُدھی اور سنگھٹن کا داعی شردھانند تھا۔ وہ اسلام اور سرکار دو عالم ﷺ کے بارے میں بھی نازیبا باتیں کرتا تھا۔ غازی سید عبدالرشید نے جو ایک خوشنویس تھے، دسمبر 1926ء میں قلم ہاتھ سے رکھا اور موذی کا سر قلم کر دیا...... اور خود جامِ شہادت نوش کیا۔ افسوس کہ اس پر تحریک خلافت کے لیڈروں نے ہندوؤں سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا۔

سرکار ﷺ تجھ سے خوش ہیں اللہ تجھ سے راضی، عبدالرشید قاضی
فردا ترا ہے روشن، ضو بار ترا ماضی، عبدالرشید قاضی

غازی محمد صدیق شہید رحمۃ اللہ علیہ

فیروز پور کے اس غازی نے پالا مل سنار کو 17 ستمبر 1934ء کو بابا بلھے شاہ کے مزار کے پاس قصور میں جہنم رسید کیا۔ 6 مارچ 1935ء کو خود جنت کی راہ لی۔

آ گیا فیروز پور سے پالا مل کو مارنے
قتل کر ڈالا اسے اس مردِ باکردار نے
آخر آخر منہ کی کھائی کفر کی یلغار نے
خواب میں یہ کام سونپا اس کو خود سرکار نے
حکم کی تعمیل نے اس کا بڑھایا مرتبہ
دونوں جہاں میں پا گیا عالی رتبہ

غازی میاں محمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

تلہ گنگ (میرے ضلع چکوال) کے اس غیرت مند فوجی جوان نے ایک ہندو ڈوگرے چرن داس کو گستاخی کے جرم پر سزا دی اور 12، اپریل 1938ء کو مدارس ہی میں شہید اور دفن ہوا۔

یہ قصرِ کفرو ضلالت آخر کو اب تزلزل میں آ گیا جو
میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ نے قتل شاید کیا چرن داس ڈوگرے کو

غازی مُرید حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ

میرے ضلع چکوال کے گاؤں بھلہ کریالہ کے اس نوجوان نے 8، اگست 1937ء کو ضلع حصار کے قصبہ نارنوند میں پہنچ کر خرِ شاتت وٹنری ڈاکٹر رام گوپال کو اس کے انجام تک پہنچادیا اور خود 24 ستمبر کو آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں حاضر ہو گیا۔

مار ڈالا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاتم کو
زندہ باد اے میاں مرید حسین رحمۃ اللہ علیہ

غازی محمد عبداللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ

مردود مرتد چلچل سنگھ کو مارنے پر شہادت کے مرتبے کو پانے والا خانقاہ ڈوگراں کا نوجوان زندہ باد

ایک بے غیرت کہ بدقسمت بھی تھا، بے راہ بھی
پہلے تھا نورِ محمد، پھر وہ چلچل سنگھ بنا
اور ڈھایا اک ستم، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی
کیوں نہ غازی قتل کرتا اس کو، سو اُس نے کیا

غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید رحمۃ اللہ علیہ

ڈنمارک کے اخبار نے توہین رسالت پر مبنی کارٹون چھاپے، غازی عامر چیمہ جرمنی میں بغرض حصول تعلیم مقیم تھے۔ وہاں کے اخبار نے بھی یہ کارٹون شائع کر دیئے تو

غازی نے اخبار کے مالک کو زخمی کر دیا جو بعد میں مر گیا۔ غازی کو 3 مئی 2006ء کو تشدد کے ذریعے جیل میں شہید کر دیا گیا۔

نعرۂ توحید سے قصرِ شاتت ڈھا دیا
عطرِ غیرت خونِ ہمت سے کیا کس نے کشید

(جرأت عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ)

حفظِ ناموس نبی تھا مطمعِ قلب و نظر
مصطفیٰ پر جان قربان کر کے لی جنت خرید

(قسمت عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ)

کیسے توہینِ نبی برداشت کر سکتا تھا وہ
خیلِ فاروق معظم کا تھا اک فردِ فرید

(حضرت عامر شہید رحمۃ اللہ علیہ)

•••----•••----•••

غازی ملک ممتاز حسین قادری پر دو اعتراضات اور ان کے جواب

محمد متین خالد

گورنر سلمان تاثیر کے حامیوں کا کہنا ہے کہ ان کے قاتل غازی ملک ممتاز حسین قادری نے قانون ہاتھ میں لیا جو سراسر زیادتی ہے۔ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ان حضرات کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ غازی ملک ممتاز حسین قادری نے گورنر سلمان تاثیر کو دھوکہ دہی سے قتل کیا جو قابل مذمت ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سب سے پہلے غیر جانبدارانہ اور ٹھنڈے دل سے اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ سلمان تاثیر کے قاتل ملک ممتاز حسین قادری نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا یا سلمان تاثیر نے۔ میں مختصر عرض کرتا ہوں کہ 14 جون 2009ء کو ضلع ننکانہ صاحب کے ایک نواحی گاؤں اٹانوالی میں عیسائی مذہب کی مبلغہ آسیہ مسیح نے قرآن مجید اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نہایت نازیبا، دل آزار اور گستاخانہ کلمات کہے جن کو دہرانے کی میرا قلم اجازت نہیں دیتا۔ وفاقی وزیر اقلیتی اُمور شہباز بھٹی کی مداخلت سے کئی دن تک ملزمہ کے خلاف پرچہ درج نہ ہو سکا۔ وفاقی وزیر کی اس حرکت سے علاقہ بھر میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ بالآخر 19 جون 2009ء کو آسیہ مسیح کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-سی کے تحت ایف آئی آر نمبر 326 درج کر لی گئی۔ ملزمہ کو گرفتار کر کے حفاظتی اقدام کے طور ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ بھیج دیا تھا۔ اہم بات یہ ہے کہ اس کیس کی تفتیش پنجاب پولیس میں نیک نامی اور دیانت داری کی مثالی شہرت رکھنے والے جناب سید محمد امین بخاری ایس پی شیخوپورہ نے کی، جنھوں نے 26 جون 2009ء کو ضابطہ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت آسیہ مسیح کا بیان ریکارڈ کیا اور نہایت جانفشانی، غیر جانبداری اور شفاف طریقے سے اس کیس کے تمام پہلوؤں کی مکمل تفتیش کرتے ہوئے آسیہ مسیح کو واقعی ملزمہ قرار دیا اور اپنی رپورٹ میں لکھا کہ ملزمہ آسیہ مسیح کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اور قرآن مجید کے متعلق گستاخانہ باتیں کرنا ثابت ہوا ہے۔ ملزمہ نے یہ تمام باتیں نہ

صرف تسلیم کیں ہیں بلکہ اپنی غلطی کی معافی بھی مانگی ہے۔

اس مقدمہ کی سماعت ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ صاحب جناب محمد نوید اقبال کی عدالت میں ہوئی۔ ملزمہ کی طرف سے اکبر منوردرانی ایڈووکیٹ، طاہر گل صادق ایڈووکیٹ، چوہدری ناصر انجم ایڈووکیٹ، جسٹن گل ایڈووکیٹ، طاہر بشیر ایڈووکیٹ، ایرک جون ایڈووکیٹ، منظور قادر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، جبکہ استغاثہ کی طرف سے میاں ذوالفقار علی ایڈووکیٹ پیش ہوئے۔

تقریباً ڈیڑھ سال تک اس مقدمہ کی سماعت ہوتی رہی۔ 8 نومبر 2010ء کو اس مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے ایڈیشنل سیشن جج نے جرم ثابت ہونے پر ملزمہ آسیہ مسیح کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-سی کے تحت سزائے موت کا مستحق قرار دیتے ہوئے اپنے فیصلہ میں لکھا:

"یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس گاؤں میں عیسائی حضرات کی ایک کثیر تعداد مسلمانوں کے ساتھ کئی نسلوں سے آباد ہے۔ لیکن ماضی میں اس قسم کا کبھی کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ مسلمان اور عیسائی دونوں ایک دوسرے کے مذہبی جذبات اور اعتقادات کے سلسلے میں برداشت اور رواداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگر توہین رسالت ﷺ کا اس قسم کا کوئی واقعہ پہلے کبھی اس گاؤں میں پیش آیا ہوتا، تو یقیناً فوجداری مقدمات اور مذہبی جھگڑے اس گاؤں میں پہلے سے موجود ہوتے۔ لہٰذا اس دفعہ یقیناً توہین رسالت ﷺ کا اِرتکاب ہوا ہے۔ جس کے باعث مقدمہ درج ہوا اور عوامی اجتماع منعقد ہوا اور یہ معاملہ اس قصبے اور اِردگرد میں موضوع بحث بن گیا۔ یہاں یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا کہ نہ تو ملزمہ خاتون نے اپنی صفائی میں کوئی شہادت پیش کی، اور نہ ہی دفعہ 340(2)، ضابطہ فوجداری کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے اوپر لگائے گئے الزامات غلط ثابت کیے۔

مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ استغاثہ نے اس مقدمہ کو کسی شک وشبہ سے بالاتر ثابت کردیا ہے۔ تمام استغاثہ گواہان نے استغاثہ کے مؤقف کی متفقہ اور مدلل انداز میں تائید وتصدیق کی ہے۔ استغاثہ گواہان اور ملزمہ، اُن کے بزرگوں، یا ان کے خاندانوں میں کسی دشمنی کا وجود نہیں پایا جاسکا۔ لہٰذا ملزمہ خاتون کو ناجائز طور پر اس مقدمہ میں ملوث کیے جانے کا قطعاً کوئی امکان نہیں۔ ملزمہ کو اس مقدمہ میں کوئی رعایت دیے جانے کا بھی کوئی جواز موجود نہیں۔ لہٰذا میں ملزمہ مساۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق کو زیر دفعہ 295/C تعزیرات پاکستان موت کی سزا کا مجرم ٹھہراتا ہوں۔"

اس فیصلہ کے خلاف دُنیا بھر کی سیکولر لابیاں، نام نہاد "انسانی حقوق" کی تنظیمیں، قادیانی

جماعت اور عیسائی نمائندے میدان میں آ گئے۔ عیسائی پوپ بینڈکٹ سے لے کر گورنر پنجاب سلمان تاثیر تک سب نے آسیہ ملعونہ کے دفاع میں احتجاج کرتے ہوئے اس فیصلہ کی مذمت کی اور کہا کہ وہ ایسے کسی فیصلے پر عملدر آمد نہیں ہونے دیں گے۔ پوپ نے ویٹی کن میں منعقدہ خصوصی دُعائیہ تقریب میں آسیہ مسیح کی رہائی کے لیے نہ صرف اس کا نام لے کر دُعا کرائی بلکہ صدر پاکستان سے بھی اپیل کی کہ اس کی سزا معاف کی جائے۔ اُنھوں نے حکومتِ پاکستان سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ قانون توہینِ رسالت کو فوری طور پر ختم کیا جائے۔ پوپ کے بیان کے بعد 20 نومبر 2010ء کو گورنر پنجاب سلمان تاثیر عدالت سے مجرمہ قرار دی جانے والی خاتون سے ملنے کے لیے فوراً ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ پہنچے۔ جہاں اُنھوں نے سپرنٹنڈنٹ جیل شیخوپورہ کے وی آئی پی کمرہ میں آسیہ مسیح سے خصوصی ملاقات کی اور اُسے حکومتی سطح پر ہر ممکن امداد کا یقین دلایا۔ وہ گورنر ہاؤس سے اپنے ساتھ آسیہ مسیح کو ملنے والی سزا کی معافی کی ٹائپ شدہ درخواست بھی ہمراہ لائے تھے۔ گورنر سلمان تاثیر نے میڈیا کی موجودگی میں آسیہ مسیح سے کہا کہ یہ آپ کی طرف سے تحریر کردہ درخواست ہے، آپ اس پر دستخط کر دیں تا کہ میں بطور گورنر اس درخواست کو صدر آصف علی زرداری تک پہنچا کر سزا کی معافی ممکن بنوا سکوں۔ سزا معافی کے بعد آپ کو یورپ کے کسی ملک میں بھجوا دیا جائے گا۔ اس موقع پر گورنر پنجاب نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ملعونہ آسیہ مسیح کو معصوم قرار دیا اور کہا کہ دُنیا کی کوئی طاقت آسیہ مسیح کو سزا نہیں دے سکتی۔ اُنھوں نے کہا کہ قانون توہینِ رسالت ﷺ ایک ''امتیازی، غیر انسانی اور کالا قانون'' ہے، جس کو ہر حالت میں ختم ہونا چاہیے۔ اس پریس کانفرنس کے ذریعے یورپی ممالک کو یہ پیغام بھی دیا گیا کہ حکومت آسیہ مسیح کو سزا دینے کے حق میں نہیں ہے اور حکومت ایسے تمام قوانین کو بھی ختم کر دے گی جو اقلیتوں کی ''آزادیِ اظہار'' کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ سب سے پہلے قانون کو ہاتھ میں کس نے لیا، کس نے عدالتی پراسس میں رکاوٹ ڈالی، کس نے عدالتی فیصلہ ماننے سے انکار کیا؟ کس نے آئین و قانون کی خلاف ورزی کی؟ کس نے ماورائے عدالت کیس کو ہائی جیک کیا؟، کس نے عدالتی امور میں بے جا مداخلت کی؟، کس نے توہین رسالت اور توہین عدالت کا ارتکاب کیا؟ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی حفاظت کا حلف اٹھانے والے نے کس قانون اور کس ضابطہ اخلاق کے تحت توہین رسالت کے مجرمہ کے ساتھ بیٹھ کر پریس کانفرنس کرتے ہوئے اسے معصوم اور بے گناہ قرار

دیا۔ سیشن جج کی طرف سے سنائی گئی سزا کو ظالمانہ قرار دیا۔ قانونِ توہین رسالت کو کالا قانون قرار دیا۔ آئین کی کونسی شق اور کون سا قانون انہیں اس بات کی اجازت دیتا تھا؟ ایک آئینی عہدے دار کی ان خرافات کا کیا کسی نے نوٹس لیا؟، اس وقت قانون و آئین حرکت میں کیوں نہ آئے؟ اس سے بڑی توہین رسالت اور توہین عدالت اور کیا ہوسکتی تھی؟ اگر سلمان تاثیر کے حامی اسے اس غیر آئینی اور غیر قانونی عمل سے روک دیتے تو شاید غازی ملک ممتاز حسین قادری کے قانون کو ہاتھ میں لینے کی نوبت ہی نہ آتی۔ اس ساری صورت حال کو بگاڑنے میں انتہا پسند سیکولر صحافیوں اور نام نہاد دانشوروں نے نہایت غیر ذمہ دارانہ کردار ادا کیا۔ وہ یکطرفہ طور پر مختلف ٹی وی پروگراموں میں اپنے تئیں مفتی اور قانون دان بن کر متنازعہ گفتگو کر کے جلتی پر تیل کا کام دیتے رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ گورنر سلمان تاثیر کے قتل کی ذمہ داری انہی فاشسٹ سیکولر صحافیوں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے اُس کی ملعونہ آسیہ کے ساتھ جیل میں وی آئی پی ملاقات کرنے، سیشن جج کے فیصلہ پر شدید تنقید کرنے، آسیہ مسیح کو معصوم قرار دینے، اُس کی درخواست معافی پر دستخط کروانے، آسیہ کے دفاع میں پریس کانفرنس کرنے، قانونِ توہین رسالت کو کالا قانون کہنے اور اُسے ختم کروانے کی کوششوں کو نہ صرف سراہا بلکہ "چڑھ جا بیٹا سولی، رام بھلی کرے گا" کا درس دیتے رہے۔ سلمان تاثیر کے یہ نادان دوست اگر معمولی سا بھی عقل و شعور رکھتے تو اُسے خلاف آئین و قانون سرگرمیوں سے روکتے، اسے مشورہ دیتے کہ معاملہ عدالت میں ہے، اسے عدالت پر چھوڑ دینا چاہیے۔ مگر امریکی ڈالروں کی چمک میں اندھے ہونے والے بھلا کہاں کسی کو ایسا مشورہ دیں گے۔

توہینِ رسالت کی مرتکب آسیہ کے مقدمے کا اہم پہلو یہ ہے کہ مقدمہ کسی مولوی ملّا یا مذہبی جماعت کی خود ساختہ عدالت میں نہیں چلا، بلکہ ملک کی عام عدالت میں عام قوانین کے تحت چلا، اور اس میں آسیہ کو دفاع کا بھرپور موقع فراہم کیا گیا۔ شفاف عدالتی عمل کے بعد عدالت نے آسیہ کو توہینِ رسالت کے گھناؤنے جرم کا مرتکب پاتے ہوئے اسے سزائے موت سنائی۔ اصولی، اخلاقی اور قانونی اعتبار سے اس سزا کو قبول کر لیا جانا چاہیے تھا۔ آسیہ مسیح کے پرستاروں پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر اور پیپلز پارٹی کی رہنما شیری رحمٰن کے لیے مذکورہ فیصلے کو ہائی کورٹ میں چیلنج کرنا ممکن تھا، لیکن انہوں نے فیصلے کو قبول کرنے اور عدالتِ عظمیٰ کا دروازہ کھٹکھٹانے کے بجائے سیکولر فاشزم کا مظاہرہ کیا۔ سلمان تاثیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناموس کے تحفظ کے قانون کو "کالا قانون" قرار دیا اور شیری رحمان نے اس قانون کو ختم کرانے کے لیے قومی اسمبلی میں بل پیش کر دیا۔ سونے پر

سہارا یہ کہ پوپ بینی ڈکٹ ملعونہ آسیہ اور سیکولر فاشسٹوں کی پشت پر آ کھڑے ہوئے۔ ساتھ ہی امریکہ نے اعلان کر دیا کہ وہ آسیہ کو پناہ دینے کے لیے تیار ہے۔ اس صورت حال میں سلمان تاثیر ایک قدم اور آگے بڑھے، انہوں نے آسیہ سے جیل میں ملاقات کی، مجرم ہونے کے باوجود اس کے ساتھ پریس کانفرنس کی اور اعلان کیا کہ وہ صدر آصف زرداری سے آسیہ کی سزا معاف کرادیں گے۔ اس پر لاہور ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا، کہ آسیہ صدر کو معافی کی درخواست نہیں دے سکتی۔ لیکن سلمان تاثیر لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے کو بھی خاطر میں نہ لائے۔ اس سنگین صورتِ حال میں صدر بلکہ وزیر اعظم کو بھی مداخلت کرنی چاہیے تھی اور اعلان کرنا چاہیے تھا کہ ناموسِ رسالت کا تحفظ ہمیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے اور اس سلسلہ میں ملک کے عدالتی نظام کو اپنا کام کرنے دیا جائے گا۔ لیکن چھوٹے چھوٹے معاملات میں مداخلت کرنے والے اور معمولی معمولی باتوں پر اجلاس اور ملاقاتیں کرنے والے اتنے اہم معاملے میں خاموش رہے۔ اس صورت حال سے مذہبی ذہن نے یہ مفہوم اخذ کیا کہ ملک کی ہر چیز، یہاں تک کہ رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس بھی امریکہ اور سیکولر فاشسٹوں کے ہاتھ میں چلی گئی ہے۔ اس سے دکھ، غم، ملال، بے بسی اور اشتعال کی جو کیفیات پیدا ہو سکتی ہیں وہ واضح ہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ اس کے باوجود بھی بعض لوگ کہہ رہے ہیں کہ سلمان تاثیر کو ایک مذہبی انتہا پسند نے قتل کیا ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت عیاں ہے کہ سلمان تاثیر کو کسی اور نے نہیں "سیکولر فاشزم" نے قتل کیا ہے۔

ملعونہ آسیہ مسیح کا مقدمہ تقریباً ڈیڑھ سال تک عدالت میں زیر سماعت رہا۔ خود آسیہ مسیح کئی دفعہ عدالت میں پیش ہوئی۔ اِس طویل عرصہ میں مذہبی جماعتوں کی طرف سے کوئی جلسہ، جلوس یا پریس کانفرنس منعقد نہیں ہوئی حتیٰ کہ اُس کے خلاف کوئی اشتہار یا پمفلٹ بھی تقسیم نہیں ہوا۔ اِس لیے کہ مسلمان سمجھتے تھے کہ مقدمہ عدالت میں ہے اور عدالت اِس کا جو بھی فیصلہ کرے گی، ہمیں قبول ہے۔ اگر معزز عدالت آسیہ مسیح کو رہا کر دیتی تو اہل اسلام کوئی ہنگامہ برپا کرنے کے بجائے اِس فیصلہ کے خلاف عدالتِ عالیہ سے رجوع کرتے۔ مسلمانوں کو عدم برداشت کا طعنہ دینے والوں کو اِس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ خود اُن میں برداشت کا کتنا مادہ ہے؟ کیا یہ کم برداشت ہے کہ ملعونہ آسیہ کی ناپاک جسارت کے بعد گاؤں کے کسی آدمی نے اُسے ہاتھ تک نہ لگایا بلکہ قانون کا راستہ اختیار کیا۔ قانون توہین رسالت ﷺ کے مخالفین بھی اگر قانون کا راستہ اختیار کرتے تو اپنے عبرتناک انجام کو نہ پہنچتے۔

ہمارے نزدیک تمام مسائل کا حل آئین و قانون کی مکمل پابندی، اس پر عملدرآمد اور احترام میں ہے۔ ماورائے عدالت آئین و قانون کی خلاف ورزی بے شمار مسائل کو جنم دیتی ہیں۔ قانون سے اختلاف کی صورت میں اعلیٰ عدلیہ سے رجوع کرنا چاہیے۔ حکومتی اثر و رسوخ کے ذریعے قانون کو غیر مؤثر کرنے کی کوشش، خود لاقانونیت کے زمرے میں آتی ہے، اور جو اسے نہیں مانتا، ایک مہذب معاشرے میں اسے دانشور نہیں، احمق کہا جاتا ہے۔

27 جنوری 2011ء کو امریکہ کے ایک کمانڈو اور سی آئی اے کے جاسوس ریمنڈ ڈیوس نے قرطبہ چوک مزنگ لاہور میں دو افراد کو جدید ترین اسلحے سے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اس کی مدد کے لیے امریکی قونصل خانے سے آنے والی گاڑی نے ایک تیسرے شخص عبادالرحمٰن کو اپنے پہیوں تلے کچل کر ہلاک کر دیا۔ پنجاب پولیس نے تین افراد کے قاتل امریکی کو گرفتار کر کے مقدمہ درج کیا تو امریکی حکومت نے قاتل کو اپنا سفارتکار قرار دے کر اس کی فوری رہائی کا مطالبہ کر دیا۔ پولیس کے بعض افسران کچھ امریکی سفارت کاروں کے براہ راست رابطے میں ہیں تاکہ کمزور تفتیش کے ذریعے ملزم کو فائدہ پہنچایا جا سکے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لاہور میں امریکی قونصل خانے کا اہلکار جعلی نمبر پلیٹ والی گاڑی میں بغیر لائسنس کے اسلحے کے ساتھ کیوں گھوم رہا تھا؟ امریکی حکومت بین الاقوامی قوانین کے تحت اپنے اہلکار کو گرفتاری سے مستثنیٰ سمجھتی ہے لیکن کیا امریکی حکومت ہمیں یہ بتائے گی کہ وہ پاکستان پر ڈرون حملے کس بین الاقوامی قانون کے تحت کرتے ہیں؟ ایک پاکستانی شہری عافیہ صدیقی کو افغانستان سے گرفتار کر کے امریکہ کیسے لے جایا گیا حالانکہ یہ بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی تھی؟ سچ تو یہ ہے کہ تین پاکستانیوں کے قاتل امریکی کو عدالتی کارروائی کے بغیر رہا کرنے کا مطالبہ آئین و قانون کا تمسخر اڑانے کے مترادف ہے۔ اگر سلمان تاثیر کو قتل کر دیا جائے تو امریکہ اور اس کے حواری آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں اور اس کے قاتل کو فوری پھانسی کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن جب ایک امریکی دو مسلمانوں کو قتل کر دیتا ہے اور تیسرے کو امریکی قونصل کی گاڑی کچل دیتی ہے تو امریکہ اور اس کے حواری اپنے قاتل کی فوری رہائی چاہتے ہیں اور بالآخر امریکی حکومت زبردست دباؤ کے بعد ریمنڈ ڈیوس کو پراسرار طریقے سے رہا کروا کر امریکہ لے گئی۔ اسے کہتے ہیں لبرل فاشسٹ دہشت گردی۔

جہاں تک دوسرے اعتراض کا تعلق ہے تو اس سلسلہ ہمیں عہدِ نبوی ﷺ کے معروف گستاخِ رسول کعب بن اشرف کے قتل پر غور کرنا چاہیے۔

کعب بن اشرف ایک مالدار یہودی سردار تھا۔ یہ بدطینت اور شیطان صفت انسان لوگوں کو خاص طور پر قریشِ مکہ کو نبی اکرم ﷺ کے خلاف جنگ کرنے پر ابھارتا اور برانگیختہ کیا کرتا تھا۔ ہمیشہ اس ٹوہ میں لگا رہتا تھا کہ (نعوذ باللہ) کسی نہ کسی طرح پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کو قتل کرا دے۔ فتح الباری میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ اس نے اس غرضِ فاسد کے تحت رسول اکرم ﷺ کو ایک دعوت پر بھی مدعو کیا تھا مگر رسول کریم ﷺ کو اللہ رب العزت نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ بروقت آگاہ کر دیا اور آپ بال بال بچ گئے۔

اس پر مسلمانوں کی طرف سے قاتلانہ کارروائی کی مفصل روداد سیدنا جابر بن عبداللہؓ یوں بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا: ''کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا؟ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو بہت زیادہ ستا رہا ہے۔'' اس پر سیدنا محمد بن مسلمہ انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر ڈالوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں مجھے یہ پسند ہے۔ انھوں نے عرض کیا: کیا آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ بقدرِ ضرورت اس سے جو مناسب سمجھوں، بات کرلوں؟ (خواہ ظاہراً وہ بری اور ناجائز ہی ہو) آپ ﷺ نے فرمایا: اجازت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس چیز کی اجازت مرحمت فرمائی۔ رات کے وقت جب یہ لوگ مدینہ منورہ سے کارروائی کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو سید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین ﷺ نے بنفسِ نفیس ان کو جنت البقیع (اصل نام الغرقد) تک آ کر الوداع کیا۔ یہ سن 3 ہجری تھا، ربیع الاوّل کا مہینہ تھا۔ چاندنی رات تھی۔ مجاہدین کی اس مختصر چھاپہ مار گوریلا ٹیم کو رخصت کرتے وقت آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ! اللہ تمہاری مدد کرے۔''

محمدؓ بن مسلمہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اس سے کہا: یہ شخص (اشارہ رسول اکرم ﷺ کی جانب تھا) ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں مشقت میں مبتلا کر رکھا ہے، اس لیے میں تم سے قرض لینے آیا ہوں۔ اس پر کعب بن اشرف بولا اور کہنے لگا: ابھی آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا، اللہ کی قسم! تم بالکل اکتا جاؤ گے۔ سیدنا محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: چونکہ ہم نے اب اس کی اطاعت کرلی ہے۔ اس لیے انھیں چھوڑنا بھی مناسب نہیں، میں تم سے ایک وسق (ایک وسق ساٹھ صاع کے برابر ہوتا ہے جو تقریباً ایک سو تیس کلو کے برابر بنتا ہے) غلہ بطور قرض لینے آیا

ہوں۔

کعب بن اشرف نے کہا: ہاں! میرے پاس کوئی چیز گروی رکھ دو۔ محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: کونسی چیز تم گروی میں چاہتے ہو؟ کعب بن اشرف نے کہا: اپنی عورتوں کو گروی رکھ دو۔ سیدنا محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: تم عرب کے نہایت خوبصورت مرد ہو، ہم تمھارے پاس اپنی عورتیں کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں؟ کعب بن اشرف نے کہا: پھر اپنے بچوں کو گروی رکھ دو۔ محمدؓ بن مسلمہ نے جواب دیا: ہم اپنے بچوں کو کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں؟ کل کلاں انھیں اسی بات پر گالیاں اور طعنے دیے جائیں گے کہ یہ تو وہی ہے، جسے ایک وسق یا دو وسق غلے کے بدلے گروی رکھا گیا تھا۔ یہ تو ہمارے لیے بہت بڑی ذلت ہوگی۔ البتہ ہم تمھارے پاس اپنے ہتھیار گروی رکھ دیتے ہیں۔

محمدؓ بن مسلمہ نے دوبارہ ملاقات کرنے کا وعدہ کیا۔ (کچھ دنوں کے بعد) وہ رات کے وقت کعب بن اشرف کے پاس آئے۔ ان کے ساتھ ابو نائلہ بھی تھے اور وہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔ پھر اس کے قلعہ کے پاس جا کر انھوں نے آواز دی۔ وہ باہر آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا: اس وقت (اتنی رات گئے) باہر کہاں جا رہے ہو؟ کعب بن اشرف نے کہا: باہر محمد بن مسلمہ اور میرا (رضاعی) بھائی ابو نائلہ (مجھ سے ملنے آئے ہیں) اس کی بیوی نے اس سے کہا: مجھے تو یہ آواز ایسی لگتی ہے جیسے اس سے خون ٹپک رہا ہو۔ کعب نے جواب دیا: (نہیں ایسی کوئی بات نہیں بلکہ وہ) میرے بھائی محمد بن مسلمہ اور میرے رضاعی بھائی ابو نائلہ ہیں۔

عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ جب سیدنا محمدؓ بن مسلمہ اندر گئے تو ان کے ساتھ دو آدمی اور تھے۔ سفیان سے پوچھا گیا: کیا عمرو بن دینار نے ان کے نام بھی لیے تھے؟ انھوں نے بتایا کہ عمرو بن دینار نے بعض کا نام لیا تھا۔ عمرو بن دینار کے علاوہ دوسرے راوی سفیان بن عیینہ نے ابوعبس بن جبر، حارث بن اوس اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہم کے نام بتائے تھے۔ تاہم عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ محمدؓ بن مسلمہ اپنے ساتھ دو آدمی لے کر لائے تھے۔ اور انھیں یہ ہدایت کی تھی کہ جب کعب ہماری طرف آئے گا تو میں اس کے بال اپنے ہاتھوں میں لے لوں گا اور انھیں سونگھوں گا۔ جب تمھیں اندازہ ہو جائے کہ میں نے اس کا سر پوری طرح اپنے قبضہ میں لے لیا ہے تو پھر تم تیار ہو جانا اور اسے قتل کر ڈالنا...... عمرو بن دینار نے ایک دفعہ یہ بیان کیا کہ محمدؓ بن مسلمہ نے فرمایا، پھر میں اس کا سر تمھیں بھی سنگھاؤں گا......

بالآخر کعب بن اشرف چادر لپیٹے ہوئے باہر آیا۔ اس کے سر سے خوشبو پھوٹ رہی تھی۔

محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: اس سے زیادہ عمدہ خوشبو میں نے پہلے کبھی نہیں سونگھی۔ عمرو کے سوا دوسرے راوی سفیان بن عیینہ نے بیان کیا: کعب بن اشرف اس بات پر بولا: میرے پاس عرب کی وہ عورت ہے جو ہر وقت عطر میں بسی رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی اس کی کوئی نظیر نہیں۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں: محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: کیا تمھارے سر کو سونگھنے کی مجھے اجازت ہے؟ اس نے کہا: سونگھ سکتے ہو۔ محمدؓ بن مسلمہ نے کعب بن اشرف کا سر سونگھا اور ان کے بعد ان کے ساتھیوں نے بھی سونگھا۔ پھر دوسری دفعہ محمدؓ بن مسلمہ نے سر کو سونگھنے کی اجازت مانگی۔ اس نے دوسری دفعہ بھی اجازت دے دی۔ پھر جب محمد بن مسلمہ نے پوری طرح اسے اپنے قبضہ میں کر لیا تو اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ انھوں نے اسے قتل کر دیا پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس کامیاب قاتلانہ کارروائی کی اطلاع دی۔ اس معرکہ میں حضرت حارث بن اوسؓ شدید زخمی ہوئے۔ صحابۂ کرامؓ ان کو اٹھا کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں لائے تو آپ ﷺ نے ان کے زخم پر اپنا لعاب مبارک لگایا، جس سے زخم فوراً مندمل ہو گیا۔ امام نوویؒ نے قاضی عیاضؒ کے حوالے سے نقل فرمایا ہے:

"کسی شخص کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے کہ کعب بن اشرف کے قتل کے واقعہ کو دھوکہ دہی قرار دے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مجلس میں کسی انسان نے ایسی بات کہہ ڈالی تھی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً اس کا سر قلم کرنے کا حکم دے دیا تھا۔"

ان تمام واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ گستاخ رسول کو دھوکہ دہی سے قتل کرنا نہ صرف شریعت اسلامیہ میں جائز بلکہ صحابہ کرامؓ کے عمل سے بھی ثابت ہے۔

عہد حاضر کا غازی علم الدین

ملک ممتاز حسین قادری

مرحبا اے مردِ حق ! اے صاحبِ صدق و صفا
آنِ واحد میں یہ کیسا معرکہ سر کر لیا
لاج رکھ لی قادری نے ہم غریبوں کی ہے آج
لرزہ براندام واشنگٹن میں لیکن سامراج
دین حق کا قادری نے نام روشن کر دیا
جذبۂ مہر و اطاعت ہے دلوں میں بھر دیا
ہو گیا ہے شاملِ اہلِ وفا ممتاز آج
کر دیا اہلِ محبت کا ہے سرافراز آج
دین و دنیا میں ہوا ممتاز مردِ قادری
سرورِ دیں سے وفا کی جس نے بازی جیت لی
سر خوش و سرسبز ہے "اہلِ محبت" کا سفر
جاں فزا و روح پرور، سر بلند و مفتخر
آپ کو صدہا مبارک ! مرحبا ! صد مرحبا!
عاشقانِ مصطفیٰ کا بول بالا کر دیا
یہ چمن مدت سے تھا مایوسیوں سے ہمکنار
چھا گئے تھے وسوسوں کے ابر ناپیدا کنار
ارتداد و کفر کے عامل تھے ہر جا سر بلند
تھے پریشاں حال لیکن اہلِ عشق و درد مند

مارے مارے پھر رہے تھے اہلِ حق ہر چار سو
جبر و استبداد کا سکہ رواں تھا کو بکو
لوٹ کا بازار تھا سرگرم ہر جا صبح و شام
لوٹتے تھے شہر کے والی رعایا کو مدام
حفظِ جان و مال کا تھا مٹ گیا نام و نشاں
دندناتے پھر رہے تھے چور اور ڈاکو یہاں
غربت و افلاس کا چھایا تھا طوفانِ بلا
ایک نانِ جو کا متلاشی تھا ہر چھوٹا بڑا
عیش و عشرت میں تھے ڈوبے اہلِ ثروت سر بسر
وہ غریبوں کے مصائب سے رہے تھے بے خبر
بڑھ گئی تھی ''راج پالوں'' کی مسلسل سرکشی
بے بسی تھی اہلِ مسلم کی و لیکن دیدنی
بوستانِ عشق میں پھر آ گئی یکدم بہار
چہچہانے لگ گئے ہیں طوطی و دراج و سار
دل کشا و جاں فزا نغمے ہیں پھیلے چار سو
نغمہ زن ہیں بلبلیں سب، نغمہ ہائے اِلّا ھُــــــــوْ
کھل اٹھے ہیں پھول ، کلیاں نو بنو اور جا بجا
موتیا ، ریحان و سوسن ، لالہ و گل ، دل کشا
ہے مشامِ جاں معطر اور چمن مہکا ہوا
ایسے میں ''پُرجوش بندہ'' جوش میں تھا آ گیا
''کارنامہ'' مردِ حُر نے آج کیسا کر دیا ؟
ایک ''گستاخِ نبیؐ'' دوزخ کا ایندھن بن گیا

آنِ واحد میں ہوا ممتاز مردِ دل فگار
ایک معمولی ملازم ' ایک ادنٰی اہل کار
وقت کا فرماں روا ' مغرور و سرکش ' بے یقیں
دین سے بیگانہ ' گستاخِ نبی آخریں
لوگ حیراں تھے، کہ چڑیا نے کیا "چیتا" شکار
اور میداں میں رہا ڈٹ کر کھڑا ' مردانہ وار
اس کے چہرے سے نمایاں تھی "سکینت" سر بسر
اس کی پیشانی سے ظاہر تھا کہ تھا وہ مفتخر
"عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام"
کس قدر نکلا وہ عاشق ' تیز قسمت ' تیز گام
عام سا بندہ "محبت کا سفر" طے کر گیا
"خدمت سرکار" میں آخر وہ سر کے بل گیا
رب کعبہ نے بلندی کا اسے بخشا ہے تاج
انگلیاں دانتوں میں ڈالے دیکھتا ہے سامراج
اس کے گھر کو قوم نے پھولوں سے آخر بھر دیا
سرور دیں کے لئے ہے جس نے اپنا سر دیا
آج پھر ترکھان کا بیٹا ہے بازی لے گیا
عشق احمد کا ہمیں پیغام بے شک دے گیا
بدر چل سکتے ہیں اس رستے پہ اہلِ درد آج
اور "دلِ مسلم" پہ کر سکتے ہیں وہ بھی آج راج
یہ وہ رستہ ہے جو لے جاتا ہے "شہرِ پاک" میں
بات آ سکتی نہیں یہ جہل کے ادراک میں

یہ وہ ''رستہ'' ہے جو لے جاتا ہے جنت میں ہمیں
شرط اتنی ہے کہ عشق مصطفیٰ میں کٹ مریں
آج بھی زندہ و تاباں ' راہ علم الدین ہے
کیا نمایاں اور درخشاں ' راہ علم الدین ہے
سن لیں ''گستاخِ رسالت'' آج بھی زندہ ہیں ہم
ہیں صداقت کے امیں ' ہیں زندہ و تابندہ ہم
بدر ! کر اخلاص سے ربِ علیٰ سے یہ دعا
اے اللہ ! مجھ کو چلا راہِ شہیدانِ وفا

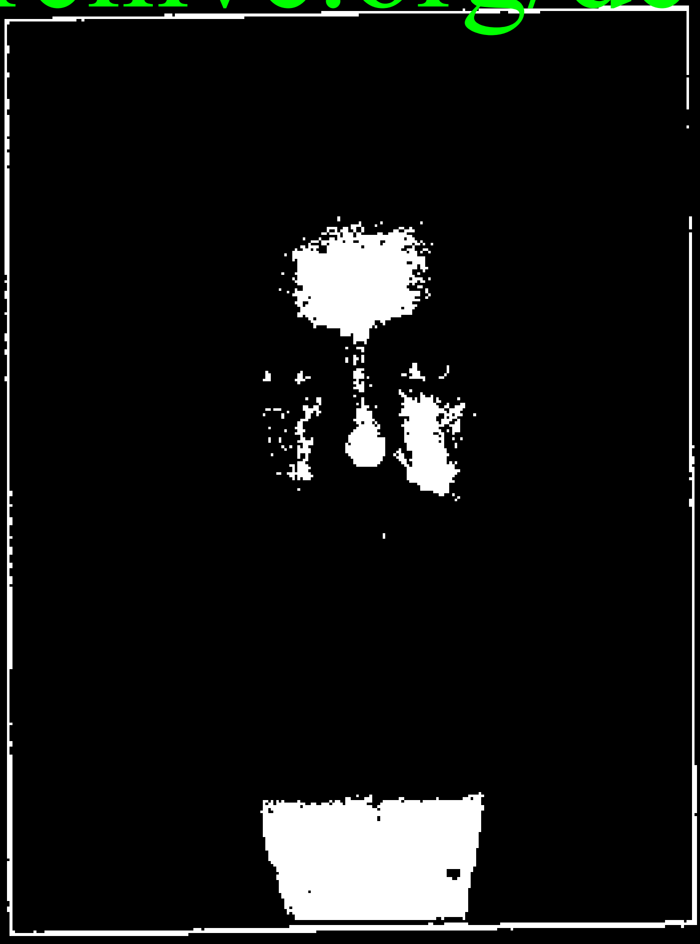
سعید بدر

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل ایماں میرا ہو نہیں سکتا



اسلامیان پاکستان کا اپنے ہیرو کے ساتھ والہانہ اظہار محبت وعقیدت





Rs. 300/-

علم و عرفان پبلشرز

40-

www.ilmoirfanpublishers.com